

تصنیف
علامہ ابراہیم عبید مالکی علیہ الرحمہ

ترجمہ
علامہ سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب

ناشر: قادری کتب خانہ ○ تحصیل بازار ○ سیالکوٹ

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
اُن کی اولاد کی فضیلت پر بہترین کتاب

انوار الصدیق رضی اللہ عنہ

فی ترجمہ

عمدۃ التحقیق فی بشائر آلِ الصدیق

تصنیف

علامہ ابراہیم بن عامر عبیدی مالکی علیہ الرحمۃ

ترجمہ

علامہ سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب
خطیب مرکزی جامع مسجد ○ غلہ منڈی، بورے والا

ناشر: قادری کتب خانہ ◎ تحصیل بازار۔ سیالکوٹ

نام کتاب	ـــــــــ	انوار الصدیق فی ترجمہ عمدۃ التحقیق فی بشائر آل الصدیق
مصنف	ـــــــــ	علامہ ابراہیم بن عامر عبیدی مالکی علیہ الرحمتہ
مترجم	ـــــــــ	علامہ سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب بورے والا
صفحات	ـــــــــ	400
تعداد	ـــــــــ	1100
کمپوزنگ	ـــــــــ	نوشاہی کمپوزنگ ہاؤس فیصل آباد
مطبع	ـــــــــ	احمد دین پرنٹرز لاہور
ناشر	ـــــــــ	قادری کتب خانہ تحصیل بازار سیالکوٹ فون نمبر 0432-591008
قیمت	ـــ 150/=	روپے

ملنے کے پتے

قادری کتب خانہ سیالکوٹ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ لاہور

الانتساب

بندہ ناچیز اپنی اس سعی حقیر کو اپنے مربی محسن ۔ سیدی و مولائی ۔ عارف شب زندہ دار عاشق سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وَالد محترم حضرت الحاج السید **علی محمد** شاہ چشتی صابری قادری رحمتہ اللہ علیہ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہے جن کی نیم شبی دعاؤں اور آستانہ شیخ الاسلام والمسلمین ۔ الشیخ الکبیر حریق المحبت حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ پر حاضری کے وقت بارگاہ خداوندی میں پیش کی گئی آرزوؤں اور التجاؤں کا صدقہ یہ ذرہ بے مقدار خدمت مسجد و مسلک کے قابل ہوا۔

التقدیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

یہ بات اہل فہم پر بالکل واضح ہے کہ اللہ رب العزت نے حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ساری کائنات کی عزت اور آبرو کے طور پر دنیا میں جلوہ گر فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **قد انزل اللّٰہ الیکم ذکرا رسولا یتلو علیکم آیات اللّٰہ مبینات۔** بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف عزت اتاری وہ رسول جو کہ تم پر اللہ کی روشن آیات پڑھتا ہے۔ نیز فرمایا **لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد۔** مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔ یعنی اس شہر کی قسم اس لئے ہے کہ آپ اس میں جلوہ گر ہیں۔ پتہ چلا کہ اس شہر کی رفعت و عظمت کا اصل راز حضور علیہ السلام کی جلوہ گری ہے جہاں جلوہ حسن محبوب علیہ السلام ہو گا وہی مقام قابل احترام ہو گا مکہ معظمہ ہو یا مدینہ طیبہ یا قلب مومن۔ اہل بیت کی عظمت کا راز بھی یہی نسبت رسول علیہ السلام ہے **قال اللّٰہ تعالیٰ انمایر ید اللّٰہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطھرکم تطھیرا** اے نبی کے گھر والو اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر نا پاکی کو دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ سید محمود آلوسی بغدادی کے مطابق البیت کا ال عہدی ہے۔ یعنی ہر گھر مراد نہیں صرف نبی علیہ السلام کا گھر مراد ہے یعنی تطہیر کا شرف و اعزاز صرف انہیں کو حاصل ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھر کی طرف منسوب ہیں۔ یعنی اہل بیت اس لئے معظم و مطہر ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔

اسی حقیقت کی جلوہ گری حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں ہے **قال اللّٰہ سبحانہ و تعالیٰ محمد رسول اللّٰہ والذین معہ** محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو

آپ کے ساتھ ہیں۔ اس سے آگے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے صحابہ کرام کے اوصاف جلیلہ کا بیان ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی تمام خوبیاں معیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بدولت ہیں۔ اور یہی ان حضرات کا سب سے بڑا اعزاز اور شرف ہے کہ انہیں معیت محبوب علیہ السلام کا شرف حاصل ہے۔ نماز۔ روزہ حج۔ زکوۃ جہاد۔ زہد۔ تقوی وغیرہ تمام حسنات میں امت مسلمہ کے دیگر افراد بھی شامل ہو سکتے ہیں مگر یہ معیت صرف صحابہ کرام کو حاصل ہے۔ اور اسی لئے وہ ساری امت میں درجات کے اعتبار سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اور یہ معیت جسے جس قدر خصوصیت اور کیفیت کے ساتھ حاصل ہوئی اسی قدر اسے قرب سے نوازا گیا۔ اسی لئے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں کہ ان کے لئے یہ عظیم انعام رب کریم نے ساری امت سے علیحدہ اور منفرد انداز میں بیان فرمایا۔ قال اللہ سبحانہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔ جبکہ آپ دو سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے جب آپ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ غمگین مت ہو بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ یہاں یہ معیت ارفع و اعلیٰ خصوصیت اور کیفیت کے ساتھ بیان ہوئی پہلے ثانی اثنین میں پھر اذ ہما فی الغار میں پھر لصاحبہ میں اور اس کے بعد تو معیت کا معاملہ حدود و قیود کی گرفت سے آگے نکل گیا اور اسے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت اور صدیقیت کی معراج کہوں تو بجا کہ رب العزت نے فرمایا ان اللہ معنا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ و السلام ساری امت کو علیحدہ کر کے فرمائیں کلا ان معی ربی سیہدین۔ گویا ان لاکھوں امتیوں میں کوئی ایک بھی ایسا پیکر وفا اور مجسمہ اخلاص نہیں ہے جسے اس معیت میں شامل فرمائیں اس لیئے فرمایا میرے ساتھ میرا پروردگار ہے جبکہ حضور سید الانبیاء۔ امام المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنے وفادار۔ پیکر وفا جانثار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان اللہ معنا فرما کر اس معیت میں شامل فرمالیا۔ پتہ چلا کہ اخلاص و وفا۔ عقیدت و صفا۔ طاعت و ولا۔ نیز عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم

میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک منفرد مقام ہے بلکہ قرب خداوندی میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد اولین و آخرین میں آپ کا ثانی نہیں اسی لئے حدیث پاک میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے مجھے دیکھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل رہا ہوں تو فرمایا یاابا الدرداء ا **تمشی امام من هو خير منک فی الدنيا والاخرة؟ ماطلعت شمس ولا غربت على احد بعد النبيين و المرسلين افضل من ابی بكر (الرياض النضره** ج ۱ ص ۱۱۹) یعنی اے ابو درداء! کیا تو ایسے کے آگے چلتا ہے جو کہ دنیا و آخرت میں تجھ سے بہتر ہے۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد سورج کسی ایسے پر کبھی طلوع ہوا نہ غروب جو کہ ابوبکر سے افضل ہو

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی معیت صرف بعثت شریفہ کے بعد ہی نہیں بلکہ پہلے بھی حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اپنے عظیم صاحب حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ذاتی خوبیوں۔ خدا داد صلاحیتوں کا تعارف تھا۔ بلکہ آپ کا مزاج حضور علیہ السلام کے قبل از بعثت کے خصائل و شمائل سے پوری طرح مناسبت رکھتا تھا۔ ورنہ حضور علیہ السلام عرب کے دگرگوں معاشرہ کی بے اعتدالیوں سے جس طرح الگ تھلگ رہتے تھے انہیں بھی عدم مناسبت کی وجہ سے اپنے ماحول سے دور کر دیتے جبکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ نے بعثت شریفہ سے ماقبل کا زمانہ بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ساتھ بسر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بعثت شریفہ اور اس کے بعد کے کمالات نبوت کی تصدیق میں عام لوگوں کی طرح قطعا تاخیر نہیں فرمائی کیونکہ پہلے سے ہی جانتے پہچانتے ہیں۔

چنانچہ ابن اسحاق نے تخریج فرمائی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ہمدم اور برگزیدہ دوست تھے جب حضور علیہ الصلوۃ و السلام مبعوث فرمائے گئے تو قریش کے چند آدمی ابوبکر کے پاس گئے اور کہنے لگے! اے ابوبکر! تیرے ساتھی کو (معاذاللہ) جنون لاحق ہو گیا ہے۔ ابوبکر نے کہا:

انہیں کیا ہوا ہے ؟ کہنے لگے یہ دیکھو وہ مسجد میں ایک معبود کی توحید کی دعوت دیتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے ۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ اس نے ایسا فرمایا ہے ؟ بولے ہاں ۔ وہ دیکھو مسجد میں یہی کہہ رہا ہے ۔ چنانچہ حضرت ابوبکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کیطرف چلے اور آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا ۔ اور باہر تشریف لانے کی درخواست کی ۔ جب آپ باہر آئے تو ابوبکر نے کہا: اے ابو القاسم! مجھے آپ کی طرف سے کیا خبر پہنچی ہے ؟ آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! میری طرف سے تجھے کیا پہنچا ہے ؟ عرض کی: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دیتے ہیں اور یہ کہ آپ کا گمان ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا: بالکل درست ہے میرے پروردگار عز و جل نے مجھے بشیر و نذیر کیا۔ مجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت قرار دیا اور مجھے تمام لوگوں کا رسول فرمایا ہے ۔

یہ سن کر ابوبکر کہنے لگے ! اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے کوئی تجربہ نہیں کہ آپ نے کبھی جھوٹ بولا ہو ۔ اور بلا شک و شبہ آپ اپنی امانت کی عظمت ۔ صلہ رحمی اور حسن کردار کی وجہ سے رسالت کے لائق ہیں ۔ اپنا دست مبارک پھیلائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنا دست کرم بڑھایا ۔ حضرت ابوبکر نے آپ سے بیعت کی اور آپ کی تصدیق کی ۔ اور اس بات کا اقرار کیا کہ سرکار علیہ السلام جو کچھ لائے ہیں برحق ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم جب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ابوبکر کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کوئی پس و پیش نہیں کی

اور ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جہاں تک مجھے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا ارشاد پہنچا وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا یا اس نے کچھ پس و پیش ۔ تردد اور سوچ بچار ضرور کی سوائے ابوبکر بن ابی قحافہ کے کہ میں نے جیسے ہی اس کے پاس اسلام کا تذکرہ کیا اس نے کوئی تاخیر اور تردد نہیں کیا ۔ اس حقیقت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی درست فہمی طہارت ذہنی اور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ذات پاک کے متعلق قبل بعثت سے ہی ان کی معرفت کی برتری کا پتہ

چلتا ہے۔ کیونکہ وہ اعلان نبوت سے قبل ہی آپ کی ذات ستودہ صفات میں ان مکارم و محاسن کا مطالعہ کر چکے تھے جو کہ نبوت و رسالت کے لئے لازم ہیں۔ اسی لئے مردوں میں سب سے پہلے آپ ہی کو مشرف باسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا

چنانچہ امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سب سے پہلے کون اسلام سے مشرف ہوا کیونکہ مجھے یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا: کیا تو نے حسان بن ثابت کا قول نہیں سنا؟

اذا تنکرت شجوا من اخی ثقة فاذ کر اخاک ابابکر بما فعلا

خیر البریته اتقاہا و اعدلہا بعد النبی واوفاہا حملا

والثانی التالی المحمود مشهده و اول الناس منهم صدق الرسلا

یعنی جب تو معتمد خصوصی بھائی کا غم یاد کرے تو اپنے بھائی ابوبکر کے کارناموں کو یاد کر۔ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے بعد مخلوق میں سب سے بہتر بہت بڑے پرہیز گار اور عادل ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو باحسن وجوہ پوری کرنے والے ہیں غار میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ساتھی ہیں جہاں آپ کی حاضری قابل تحسین ہے اور سب سے پہلے آپ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی تصدیق کی۔ اور شیخ المحدثین علامہ محب طبری فرماتے ہیں کہ غم سے مراد یہاں ان تکالیف اور پریشانوں کی وجہ سے آپ کی طبعیت پر مرتب ہونے والے اثرات ہیں جو آپ نے سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی تصدیق و تائید کے بعد کفار مکہ کی طرف سے برداشت کیں۔ یا پھر اعلان نبوت کے بعد کفار اشراء کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر جو مظالم ڈھائے گئے اور آپ کو ستایا اور کوسا گیا اس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غمگین ہونا مراد ہے

ان اشعار سے محبت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا وہ جہان نور صاف نمایاں نظر آتا ہے جو کہ قلب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں آباد و شاداب تھا۔ اور یہی وہ سلطان محبت ہے جس کے حکم کی تعمیل میں محب مخلص نے اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ و التسلیم کی خاطر ہر چیلنج قبول کیا اور محبت کی دنیا میں ایسے اثرات چھوڑے ہیں جن کی

مثال پوری کائنات میں نہیں ملتی ۔ محبوب پر اپنا سب کچھ نثار کرنے اور اپنی جان قربان کرنے کے دعوے تو محبت کی دنیا میں عام سنے جاتے ہیں ۔ لیکن اس دعوے کے تمام ترتقاضوں کے مطابق عملی طور پر اسکی مثال بھی کہیں پائی جاتی ہے ؟ اگر اس دعوے کو عملی طور پر حقیقت کے روپ میں دیکھنا چاہو تو پھر جانثاران محبوب رب العالمین علیہ السلام کے حالات کا مطالعہ کیجئے جن کا جہان ہی ایسے جلووں سے معمور و منور ہے

چنانچہ جلال الملة و الدین السیوطی رحمتہ اللہ عنہ نے در منثور ج ۲ ص ۲۹۴ میں طبرانی ۔ ابن مردویہ اور ابو نعیم کے حوالے سے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی آپ نے فرمایا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ پر نزول وحی کی کیفیت طاری تھی ۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ کمرے کے ایک سمت سانپ ہے ۔ میں نے اس پر حملہ کرنا پسند نہ کیا کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی استراحت میں فرق نہ آئے ۔ ہو سکتا ہے کہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا ہو ۔ فرماتے ہیں کہ **فاضطجعت بین الحیته و بین النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم لئن کان منھا سوء کان فی دونہ** میں سانپ کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کہ درمیان لیٹ گیا کہ اگر سانپ کیطرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو صرف مجھ ہی تک رہے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تک نہ پہنچے ۔ اور یہ واقعہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واقعہ غار ثور کے ساتھ کس قدر مناسبت رکھتا ہے کہ آپ نے غار کے تمام سوراخ کپڑے اور پتھروں کے ساتھ بند کر دیئے ۔ اور غار میں پہلے خود داخل ہوئے اس اعتماد کے ساتھ کہ **واللہ لا تدخلہ حتی ادخل قبلک فان کان فیہ شیئی اصابنی دونک** یا رسول اللہ ! اللہ کی قسم آپ سے پہلے اس غار میں میں داخل ہوں گا کہ اگر کوئی موذی چیز ہو تو مجھے تکلیف دے آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے ۔

ان دونوں واقعات میں محبت کی فرماں روائی اور حاکمیت بے غبار ہے لیکن پہلے واقعہ میں ابھی سانپ ذرا سے فاصلہ پر ہے لیکن دشمن دور بھی ہو تو احساس زیاں کی وجہ سے قریب ہے محبت و عشق میں یہاں بھی کمی نہیں لیکن دوسرے واقعہ میں تو محب کا قدم

سانپ کو پائمال کر رہا ہے۔ لوگ اینٹ پتھر یا ڈنڈے کے ساتھ اس کا سر کچلتے ہیں۔ لیکن یہاں قوت عشق کے سامنے جماد کی سختی اور انسانی جسم کی نزاکت میں کوئی امتیاز نہیں کہ حسن محبوب کا دفاع تو ہے۔ محب کا سراپا اپنے محبوب و مطلوب کی عزت و حرمت کے تحفظ اور سلامتی کے لئے ہے اور پھر یہ حقیقت بھی اپنے مقام پر عظیم ہے کہ محب مخلص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اگر جان نثاری میں انوکھی مثال قائم کی تو شاہ خوبان عالم روحی و امی و ابی فداہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے قدر شناسی اور وفا کی پاسداری کا حق ادا کر دیا۔ ترجمان حقیقت حکیم الاسلام الشیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

تریاق در دھان رسول آفرید حق	صدیق راچہ غم بود از زہر جانگزا
اے یارغار و سید و صدیق و راہبر	مجموعہ فضائل و گنجنیہ صفا
مرداں قدم بصحبت یاراں نہادہ اند	لیکن نہ ہمچناں کہ تو در کام اژدہا
یار آں بود کہ مال و تن و جاں فدا کند	تا در سبیل دوست بپایاں برد وفا

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے دہن اقدس میں تریاق پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جان لینے والے زہر کا کیا غم ؟۔ اے یارغار۔ سید و صدیق۔ راہنما اور اے مجموعہ فضائل اور خزانہ صفا! لوگوں نے دوستوں کی صحبت میں قدم رکھا ہے لیکن اس طرح نہیں جس طرح آپ نے اژدہا کے منہ میں قدم رکھ دیا۔ یار وہی ہوتا ہے جو کہ مال اور جسم و جان سب کچھ قربان کر دے تاکہ دوست کی راہ میں وفاداری کے تقاضے پورے کرے۔

کتاب و سنت اور تاریخ اسلام میں صحابہ کرام۔ اہل بیت اطہار کی عظمت و محبت کا موضوع بڑی اہمیت رکھتا ہے علی الخصوص حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات کو بارگاہ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے وفاء و اخلاص اور معیت کے حوالے سے ایسی اہمیت حاصل ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ ایک ملاقات کے دوان مبلغ اسلام خطیب اہل سنت مولانا محمد ضیاء اللہ صاحب قادری دام مجد ہم نے مجھے حضرت سیدنا صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے فضائل و خصائص میں لکھی گئی عظیم و جلیل کتاب عمدۃ التحقیق فی بشائر آل الصدیق کا ترجمہ کرنے کی ترغیب دی تاکہ عام لوگ اس سے مستفید ہو سکیں۔ گرچہ اپنی بے مائیگی کے پیش نظر اپنے کو اس کا اہل نہیں پاتا کہ حضرت مصنف الشیخ ابراہیم العبیدی المالکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا علم و روحانیت میں مقام بہت بلند ہے جن کے فرمودات کے مفاہم و مطالب تک میرے جیسے ضعیف و ناتواں کی رسائی مشکل۔ پھر یارِ غار مصطفیٰ۔ راز دار حبیب کبریا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے خصائص کے بیان کی صحیح ترجمانی۔ اور ان جواہر حقیقت کو عربی سے اردو میں منتقل کرنے کے لئے مطلوبہ صلاحیت ایسے امور ہیں جو صرف توفیق خداوندی ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ بنابریں چاہا کہ معذرت کر دوں لیکن یقین مانیئے کہ صرف اس بنا پر ترجمہ کے لئے توکلا علی اللہ حوصلہ کر لیا کہ ایک حدیث پاک نظر سے گذری جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان سے ہی متعلق ہے اس کے مشمولات پر مطلع ہو کر یہ سعادت حاصل کرنے کی سعی حقیر کی۔ حدیث پاک یہ ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: **ہل قلت فی ابی بکر شیئا** ؟ کیا تو نے ابوبکر کی شان میں کچھ کہا ہے یعنی کوئی شعر کہے ہیں؟۔ عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا سناؤ۔ چنانچہ انہوں نے ان تین اشعار کے ساتھ جو کہ امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ کے سوال کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پیش کئے اور کچھ پہلے گذر چکے ہیں یہ دو شعر اور پڑھے۔

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد طاف العدو به اذ صعد الجبلا

وكان حب رسول اللّٰه قد علموا من البريته لم يعدل به رجلا

یعنی حضرت ابوبکر مقدس غار میں دو میں سے دوسرے تھے جبکہ دشمن پہاڑ پر چڑھ کر غار کے چکر لگا رہے تھے۔ اور آپ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے محبوب تھے۔ اور سب جانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مخلوق میں سے کسی کو آپ کے برابر قرار نہیں دیتے تھے۔ علامہ محب طبری ناقل ہیں کہ **فسر النبی صلی اللّٰه علیه و آله و سلم**

بمناقب ثم قال احسنت یا حسان ۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منقبت سن کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اظہار مسرت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے حسان! تو نے خوب کہا ۔ ان الفاظ کی تخریج ابو عمر نے فرمائی ہے جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے انہ ضحک حتی بدت نواجذہ ثم قال صدقت یا حسان ھو کما قلت ۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کھل کر مسکرائے یہاں تک آپ کی سب سے پچھلی داڑھیں ظاہر ہو گئیں ۔ پھر فرمایا: اے حسان! تو نے سچ کہا ہے وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا تو نے کہا ہے ۔ اور ان الفاظ کی تخریج حضرت صدیق اکبر کے فضائل میں صاحب الصفوہ نے کی ہے

مذکورہ بالا حدیث پاک سے چند ایک مسائل معلوم ہوئے ۔ ۱۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب سننا حضور علیہ السلام کی سنت ہے اور یہ اس قدر پسندیدہ ہیں کہ آپ نے حضرت حسان کو حکم دیا کہ مناقب ابوبکر سناؤ ۔

۲ ۔ اولیاء اللہ اور مقربین کے ذکر سے حضور علیہ السلام کی رضا حاصل ہوتی ہے ۔ اور محافل عرس میں یہی کچھ ہوتا ہے جس سے پتہ چلا کہ محافل عرس کا انعقاد اور ان میں ذکر اولیاء و صلحاء کرنا بدعت نہیں بلکہ سنت ہے۔

۳ ۔ مناقب اولیاء اشعار کی صورت میں بیان کرنا اور سننا امر مستحسن ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حکم پاک سے پہلے ہی اشعار موزوں کر رکھے تھے کہ فوراً تعمیل ارشاد میں سنانے لگے ۔ یہ نہیں کہ عرض کرتے حضور مجھے کچھ مہلت مل جائے تاکہ شعر موزوں کر سکوں اور پھر سناؤں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ غلاموں کے مناقب و فضائل سننا سرکار علیہ السلام کا معمول تھا اسی لئے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی اشعار موزوں کر رکھے تھے ۔

۴ ۔ صاحب روح المعانی کے مطابق آیت کریمہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار الخ میں ثانی اثنین اس ضمیر سے حال ہے جس سے حضور علیہ السلام مراد ہیں تو قرآن کریم کے مطابق ثانی اثنین حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہیں ۔ جبکہ حضرت حسان بن ثابت

رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا شعر میں اسکے مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو بارگاہ سرکار علیہ السلام کے ساتھ عظیم مناسبت اور موافقت کا شرف حاصل ہے ۔ اگر اس کا اطلاق آپ پر درست نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم منع فرما دیتے

۵ ۔ محبوبان خدا کی جلوہ گری کی بدولت مکان و زمان کو برکات حاصل ہوتی ہیں ۔ کہ یہاں حضرت حسان نے غار ثور کو غاز منیف سے تعبیر کیا جس کا معنی ہے عالی مرتبت غار کیونکہ اس میں حضور علیہ السلام جلوہ گر ہیں ۔ وہاں سانپ اژدہا وغیرہ کا ہونا محب کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا اسی لئے رب کریم نے فرمایا **و ہذا البلد الامین** گرچہ وہاں ابو جہل جیسے ناپاک لوگ بھی تھے لیکن نگاہ قدرت نے محبوب علیہ السلام کی موجودگی کی وجہ سے اسکی قسم فرمائی ۔ اسی وجہ سے وہ شہر متبرک ہوا ورنہ کعبہ تو صدیوں پہلے سے موجود تھا ۔ پتہ چلا کہ بزرگان دیں کے مزارات کے حوالے سے ان کے شہروں کو شریف کہا جا سکتا ہے جیسے مکہ شریف مدینہ شریف ۔ بغداد شریف ملتان شریف ۔ پاکپتن شریف ۔ اجمیر شریف وغیرہ ۔ گرچہ وہاں اغیار و اشرار بھی رہتے ہیں کہ ہم انہیں نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو اکابر اسلام کے وہاں جلوہ گر ہونے اور آسودہ استراحت ۔ ہونے کی وجہ سے انہیں شریف کہتے ہیں ۔ ڈاکٹر اقبال نے اسی حوالے سے فرمایا ہے ۔

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است
آں خنک شہرے کہ در وے دلبر است

اور یہ سبق آپ نے اپنے شیخ پیر رومی سے لیا ہے ۔ آپ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ۔

گفت معشوقے بعاشق اے فتی
تو بغربت دیدہ بس شہرہا
پس کدامیں شہر ہا بہتر است
گفت آں شہرے کہ در وے دلبر است

یعنی معشوق اپنے عاشق سے کہتا ہے کہ تو نے بے شمار شہر دیکھے ہیں بتاؤ ان میں

سے کونسا شہر اچھا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ شہر جہاں محبوب جلوہ گر ہے۔

۶۔ یاران رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا ذکر حضور کی خوشنودی کا باعث ہے خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذکر خیر سے تو انتہائی خوش ہوتے ہیں جس پر آپ کا کھل کر مسکرانا دلالت کرتا ہے اور یہی وہ حقیقت ہے جس کی وجہ سے بندہ ناچیز نے کتاب مذکورہ کا ترجمہ کرنے کا حوصلہ کیا کہ یہ فقیر و حقیر محبوب حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی شان میں اس قدر دقیع و رفیع گفتگو تو نہیں کر سکتا جو کہ ان کی شان کے شایاں ہو کہ صلاحیت نہیں لیکن جن اکابر نے خدا داد صلاحیوں اور روحانی قوتوں سے بہرہ ور ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت کا تذکرہ کیا ہے جو کہ لغت عربی میں ہے اور اس سے صرف اہل علم ہی مستفید ہو سکتے ہیں اس کا ترجمہ اردو زبان میں کرنے کا شرف حاصل کروں تاکہ بارگاہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گداؤں میں شامل ہو سکوں۔ اور یوں **سید الکونین جد الحسنین الکریمین صلی اللہ علیہ و علیہما و علی والدیہما و سلم و بارک** کے خوان کرم سے ذرہ نصیب ہو گیا تو اس گدائے بے نوا کے لئے عظیم سعادت ہو گی؟

بر کریماں کارہا دشوار نیست۔

نیز شیخ الاصفیاء زین الاذکیاء حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء کی تالیف کے چند بواعث لکھے ہیں ان میں سے چند ایک کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں جبکہ بندہ حقیر کی دلی آرزو بھی یہی ہے لہٰذا ان چیزوں کو بھی اس ترجمہ کا سبب سمجھیں

۱۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اولیاء اللہ کے واقعات اور روایات کے بیان میں ایک مرید کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟۔ فرمایا ان اکابر اسلام کے ارشادات خدائی لشکروں میں سے ایک عظیم لشکر ہے کہ اس کی وجہ سے شکستہ دلوں کو قوت ملتی ہے اور اس لشکر سے اسے مدد ملتی ہے۔ اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے **وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فوادک**۔ (ہود آیت ۱۲۰)

اور یہ رسل علیہم السلام کے واقعات جو آپ سے بیان کرتے ہیں اس لئے ہیں تا

کہ ان سے آپ کے قلب مقدس کو پختہ کردیں۔ معلوم ہوا کہ مقربین کے ذکر پاک سے دلوں کو قوت ملتی ہے۔

۲۔ ایک وجہ یہ ہے کہ حضور امام الانبیاء و المرسلین صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین نے فرمایا: **عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة** یعنی صلحاء کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے تو اگر کوئی ایسا دستر خوان پھیلائے جس پر رحمت برستی ہے تو ہو سکتا ہے کہ اسے دستر خوان سے بے مقصد واپس نہ کریں بلکہ اسے اس خوان نعمت سے لقمہ نصیب ہو جائے۔

۳۔ میں ظاہر میں دیکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص تیرے خلاف بات کرتا ہے تو اس کا خون گرانے تک جاتا ہے۔ اور اس ایک بات کی وجہ سے تو سالہا سال تک کینہ رکھتا ہے تو جب باطل گفتگو کا تیرے نفس میں اتنا اثر ہے تو حق پر مبنی بات کا ہزار ہزار مرتبہ تیرے دل پر زیادہ اثر ہو گا گرچہ تجھے اس کی خبر تک نہ ہو۔ چنانچہ امام عبدالرحمن اسکاف سے پوچھا گیا کہ ایک شخص قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں کیا پڑھ رہا ہے یعنی مفہوم و مطلب نہیں جانتا۔ اسے اس کا کوئی اثر ہو گا؟۔ فرمایا: ایک آدمی دوائی کھاتا ہے اور نہیں جانتا کہ کیا کھا رہا ہے لیکن اسے اثر ہوتا ہے اور شفا پاتا ہے۔ تو کیا قرآن کریم اثر نہیں کرے گا؟۔ ضرور کرے گا اور بے حد و حساب کرے گا۔ یہی ان اکابر اسلام کے احوال و اقوال کا اثر ہے۔

۴۔ قرآن پاک اور حدیث شریف کے بعد بہترین کلمات وہ ہیں جو کہ اکابر اسلام کی زبان مبارک سے صادر ہوتے ہیں کیونکہ ان کے ارشادات قرآن و سنت کی تشریحات کے زمرے میں آتے ہیں۔ اس لئے میں نے ان اکابر کے احوال و اقوال بیان کرنے کا شغل اختیار کیا کہ گرچہ میں ان میں سے نہیں ہوں لیکن ان کے ساتھ عملی مشابہت ہو جائے کیونکہ **من تشبہ بقوم فھو منھم**۔ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔

۵۔ امام ابو یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ جب وقت گذرنے کے

ساتھ ساتھ یہ مقربین بارگاہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو اپنے دین و ایمان کی سلامتی کے لئے ہم کیا کریں گے ؟ فرمایا ان کے ارشادات اور فرمودات کے آٹھ اوراق ہر روز پڑھتے رہنا۔ انشاء اللہ العزیز مقصد حاصل ہو گا

۶ ۔ آخر میں ان اکابر کے ذکر سے مقصد یہ بھی ہے کہ کل قیامت کے دن اس عاجز کے بارے میں نگاہ شفاعت و عنائت فرمائیں اور اصحاب کہف کے کتے کی طرح مجھے محروم نہ فرمائیں گو ایک ہڈی ہی سہی ۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت جمال موصلی رحمتہ اللہ علیہ نے ساری زندگی کے جا نگسل مجاہدات اور ریاضات کے بعد جب حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ و الہ و سلم کے روضہ مقدسہ کے پڑوس میں قبر کی جگہ پائی تو یہ وصیت کی میری قبر پر یہ لکھ دینا **وکلبھم باسط ذراعیه بالوصید**۔ (ا لکھف) ان کا کتا دہلیز پر بازو پھیلائے ہوئے ہے ۔ اگر ایک کتا چند قدم تیرے دوستوں کے پیچھے چلتا ہے تو ان کی نسبت سے تو نے اس پر بھی کرم فرمایا میں بھی تیرے دوستوں کی محبت کا دم بھرتا ہوں مجھ غریب عاجز کو انبیاء و اولیاء علیہم السلام و رضی اللہ عنہم کی عظمتوں کا صدقہ ان سے جدا نہ فرما اور تیری جو نگاہ کرم ان پر پڑتی ہے مجھ مسکین کو اس سے محروم نہ فرما۔

اسی قسم کا ایک واقعہ ۱۹۷۶ء کی حاضری حرمین شریفین کے موقعہ پر حضور قطب مدینہ ضیاء امام احمد رضا حضرت مولانا محمد ضیاء الدین قادری مدنی قدس سرہ العزیز نے اس وقت بیان فرمایا جبکہ ہم معمولات حرم محترم سے فارغ ہو کر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے چونکہ حضرت قطب مدینہ سات سال تک بغداد شریف بھی رہے لہٰذا ایک دن ان ایام کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بغداد شریف میں محبوب سبحانی غوث صمدانی سیدی غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مزار شریف سے متصل قبرستان میں ایک کردستانی بزرگ کا مزار ہے جس کی لوح پر یہ رباعی تحریر ہے۔

یارسول اللہ چہ باشد چون اصحاب کہف
داخل جنت شوم در زمرہ احباب تو
او رود در جنت و من در جہنم کے رواست

او سگ اصحاب کہف و من سگ اصحاب تو

یارسول اللہ ! اصحاب کہف کے کتے کی طرح میں بھی آپ کے احباب کے زمرے میں شامل ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں تو کیا عجب ؟ ۔ وہ تو جنت میں جائے اور میں جہنم میں یہ کیسے جائز ہو گا کہ وہ اصحاب کہف کا کتا اور میں آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کتا ہوں ۔

قارئین محترم ! اس ترجمہ کی سعادت حاصل کرنے میں اس عبد حقیر کے بالکل یہی جذبات اور مقاصد پیش نظر ہیں کہ حیات مستعار میں عمل صالح کی کوئی پونجی نہیں ۔ گر ہے تو کھوٹی پونجی ۔ لیکن وسعت کرم کے پیش نظر امید ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے آقا و مولی حضور نبی رحمت شفیع امت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم منقبت یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس سعی حقیر کو اس احقر و اسفل کی طرف سے قبول فرمالیں اور یوں نجات اور بخشش کا شرف حاصل ہو جائے ۔

عمدۃ التحقیق کے ترجمہ کی خدمت سرانجام دیتے ہوئے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی ۔ یہ جو کچھ ہے محض توفیق الہی ہے ۔ جو کہ مجھ جیسے بے بضاعت اور بے صلاحیت کے لئے ایک عظیم اعزاز ہے ۔ اس میں جو صحت اور خوبی نظر آئے وہ صرف اور صرف اسی توفیق کا کرشمہ ہے اور اگر معاذ اللہ کوئی کمی یا غلطی ہو تو میری بے مائگی اور کمزوری ۔ حضرت مولف قدس سرہ العزیز اور ارباب علم مجھے معاف فرمائیں ۔ اور میری کوتاہیوں کے ازالہ کے لئے دعا فرمائیں ۔ ممنون ہوں گا ۔ اور ذات حق کے اسی احسان کے حوالے سے اس کا نام **انوار الصدیق فی ترجمتہ عمدۃ التحقیق فی بشائر آل الصدیق** رضی اللہ عنہ رکھتا ہوں ۔

اللہ سبحانہ و تعالی اپنے محبوب مکرم ۔ نور مجسم ۔ ممدوح الکل ۔ سید الرسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے وسیلہ جلیلہ سے قبول فرمائے ۔ اس کا فیض عام فرمائے اور مستفیض ہونے والے حضرات سے درخواست ہے کہ میرے اچھے خاتمے کے لئے دعا فرمائیں ۔

اللھم لک الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ و لک الحمد علیٰ ما انعمت واحسنت

انت ولی التوفیق و لا حول و لاقوۃ الا باللّٰہ۔ علیہ توکلت و الیہ انیب

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

و صلی اللّٰہ تعالیٰ علی النبی الامی و الہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم صلوۃ و سلاما

علیک یارسول اللّٰہ ۔ ضاقت حیلتی انت وسیلتی ادرکنی یاسیدی یارسول اللّٰہ

و انا العبد المفتقر الی الحق

محمد محفوظ الحق غفرلہ

خطیب جامع مسجد غلہ منڈی

بورے والا ۔ ضلع وہاڑی

۲۶ صفر المظفر ۱۴۱۸ھ ' ۲ جولائی ۱۹۹۷ء بروز بدھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰہ رب محمد صلی علیہ و سلما

نحن عباد محمد صلی علیہ و سلما

یااللہ ! نعمت تصدیق پر ہم تیری حمد کرتے ہیں جس کا تو نے آل صدیق کو اپنے فضل کے فیض کے شرف بخشا۔ اور درود و سلام ہو سلطان المرسلین سید الاولین و الآخرین ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر اور آپ کے تمام آل و اصحاب پر جب تک متکلمین کی زبان آپ کی مدح سرائی کرتی رہے

امابعد ۔ اپنے بے نیاز مالک کا عبد فقیر ابراہیم بن عامر عبیدی مالکی کہتا ہے کہ یہ ایک کتاب ہے جس کا میں نے عمدۃ التحقیق فی بشائر آل الصدیق نام رکھا۔

تالیف کی وجہ

اس کی تالیف کی دو وجہیں ہیں ۔ ان میں سے پہلی وجہ یہ کہ شیخ الاسلام ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے الصواعق المحرقہ نامی ایک کتاب لکھی جس کے متعلق بعض روافض نے آپ سے معارضہ اور مقابلہ کیا اور ایک کتاب البحار المغرقہ للصواعق المحرقہ لکھی ۔ مجھے سنیت کی غیرت نے جھنجوڑا اور میں نے یہ کتاب لکھی ۔ اور سمندر میں غرق کرنے کا گمان کرنے والے کے رد میں اس کا نام وہ رکھا جو ابھی گذرا

دوسری وجہ یہ ہے کہ میں نے آل صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنے والوں کی خوشی اور ان کے دشمنوں کے غم کا ارادہ کیا۔ کیونکہ ان میں سے بہت سے جنہیں ان کی جہالت نے سرکش بنا دیا ہے ان کی شان میں وہ کچھ کہتے ہیں جو ان کا اپنا وصف ہے اور ان کے خلاف وہ کچھ بولتے ہیں جن کے وہ خود اہل ہیں اور میں نے اس میں جو بھی حدیث بیان کی ، جس کی تخریج یا موضوع ہونے کی مجھے واقفیت ہوئی میں نے اس سے بیان کر دیا ہے ۔ اور اس میں اپنے استاد شیخ الاسلام استاذ محمد زین العابدین کا تعارف بھی ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فیوض کی موجوں سے فیضیاب فرمائے ۔ اور اس کی بدولت میں

اللہ کے دربار سے عظیم ثواب کی امید رکھتا ہوں ۔ اور اسکی امید رکھتا ہوں کہ آنجناب کے جھنڈے کے نیچے میرا حشر فرمائے ۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کی وجہ سے اس کے کاتب ۔ قاری ۔ سننے والے ۔ یاد رکھنے والے ۔اور اسے یا اس کا کوئی حصہ حاصل کرنے میں کوشش کرنے والے کو نفع عطا فرمائے ۔ اور پاکیزہ نفوس اور پسندیدہ اخلاق والوں کے لئے معذرت کے ساتھ گذارش ہے کہ اسے پسندیدگی نظر سے دیکھیں اور جو غلطی نظر آئے اسکی اصلاح فرمائیں ۔ اس میں جو کچھ صحیح ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس پر اسی کی حمد ہے ۔ اور جو کچھ خطا ہو تو مجھ سے ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کہ سب سے سچا ہے **و وصینا الانسان** ۔ ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت فرمائی ۔ اس سے مراد صدیق ہیں اور سبب کا خاص ہونا حکم کے عموم کے منافی نہیں ۔ الانسان میں " ال " مبالغے کے طور پر کمال کے لئے ہے جیسے کہ ہم کہتے ہیں **انت الرجل** یعنی کامل مرد کیونکہ یہ یا تو جنس کے لئے ہے یا عہد کے لئے یا یہ نہ وہ ۔ پس جنسیت یا تو کل اس کا قائم مقام ہے یا نہیں ۔ اگر کل اس کا قائم مقام نہیں تو وہ حقیقت جنس کے بیان کے لئے ہے ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول **وجعلنا من الماء کل شیی حیی** ۔ اور اگر اسکے قائم مقام ہے تو حقیقتاً ہے یا مجازا ۔ اگر حقیقتاً اس کا قائم مقام ہو تو یہ افراد جنس کی شمولیت کے لئے جیسے **ان الانسان لفی خسر** ۔ اور اگر مجازا قائم مقام ہے تو یہ مبالغہ کے طور پر خصائص جنس کی شمولیت کے لئے ہے جیسے **انت الرجل** یعنی کل رجل جیسا کہ پہلے گذرا

رہی عہدیت تو یا تو ذکر کے لئے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول **فعصی فرعون الرسول** ۔ اور یا ذہن میں حاضری کے لئے اور وہ عہد ذہنی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول **اذ ہما فی الغار** یعنی غار ثور جو کہ مکہ **معظمہ** میں مشہور ہے ۔ رہا وہ " ال " جو کہ جنسی نہ عہدی تو وہ زائدہ ہے اور وہ لازم ہے یا غیر لازم ۔ یعنی عارضی ۔ رہا لازم تو یہ وہ ہے جسے اسم علم کے ساتھ ملا کر رکھا گیا ہو جیسے **الات و العزی** ۔ یا موصول میں جیسے **الذی** اور **التی** اور ان دونوں

کے تثنیہ اور جمع ۔ اور عارضی یا تو ضرورت کی بنا پر خاص ہو گا جیسے بنات الادبر یا اصل کی مشابہت کے لئے جائز ہو گا ۔ کیونکہ جو علم " ال " قبول کرنے والے سے نقل کیا گیا ہو کبھی اپنے اصل کے مشابہ ہوتا ہے ۔ اور اس کا کثرت سے وقوع صفت صریحہ میں ہوتا ہے جیسے حارث اور منصور ۔ اور کبھی مصدر میں واقع ہوتا ہے جیسے **الفضل** ہے ۔ یا اسم عین میں جیسے النعمان ۔

پس حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی انسان کامل ۔ نبوت کے سوا تمام افراد انسانی میں پائے جانے والے متفرق کمالات کے جامع ہیں ۔ کیونکہ صدیق ہر مقام کے جامع کمال کا نام ہے ۔ اور عرب ایسی وصف پر اکتفاء کرتے ہیں جس کے نیچے کئی اوصاف لازم ہوں جیسے کہ تو قریشی کہے تو یہ عربی کہنے سے بے نیاز کر دیتا ہے کیونکہ ہر قریشی عربی ہے اس کا عکس نہیں ۔ اور اسی طرح ہاشمی کا لفظ قریشی عربی کہنے سے بے نیاز کر دیتا ہے کیونکہ یہ دونوں کو لازم ہے اور اسی طرح علوی 'ہاشمی قریشی عربی کہنے سے اور یونہی حسنی یا حسینی کہ ان دونوں میں سے ہر ایک علوی ہاشمی قریشی عربی کہنے سے بے نیاز کر دیتا ہے ۔ اسی طرح رسول وصف نبوت اور ولایت کو لازم کرتا ہے ۔ جبکہ مرتبہ نبوت کے بعد صدیقیت ہی ہے ۔ پس صدیق کا لفظ ولی کہنے سے بے نیاز کر دیتا ہے کہ اگر اس میں ولایت نہ ہوتی تو تصدیق نہ کرتا اور یونہی عارف کہ اگر اسے عرفان نہ ہوتا تو تصدیق نہ کرتا ۔ اور یونہی محب ۔ سید مخلص ۔ اور تمام کمالات محمدیہ کسی وصف کے ساتھ بھی ہوں پس صدیق ان سب سے کفایت کرتا ہے کہ سب اس میں درج ہیں ۔ پس انسانیت کاملہ صرف آپ میں منحصر ہیں ۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد **بوالدیه حسنا حملته امه کرها و وضعته کرها** یعنی اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکیدی نصیحت فرمائی اس کی ماں نے اسے بڑی مشقت سے اٹھائے رکھا اور بڑی تکلیف کے ساتھ جنا ۔ اس سے دردزہ کی تکلیف مراد ہے ۔

وحمله وفصاله ثلاثون شهرا ۔ اس کے حمل اور دودھ چھڑانے تک تیس ماہ

ہیں۔ حمل کی سب سے کم مدت مراد لی ہے اور یہ چھ ماہ ہے۔ اور جیسا کہ مجھے ہمارے شیخ و استاذ محمد زین العابدین البکری حفظہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا یہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حمل کی مدت تھی۔ اور دودھ پلانے کی اکثر مدت چوبیس ماہ ہے۔ اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جب مدت حمل نو ماہ ہو تو اکیس مہینے اور مدت حمل چھ ماہ ہو تو چوبیس مہینے دودھ پلائے۔

حتی اذا بلغ اشدہ یہاں تک کہ جب وہ اپنے جوبن کو پہنچا۔ یعنی انتہائی قوت اور بھرپور جوانی تک۔ اور یہ اٹھارہ سال سے چالیس سال کے درمیان ہے۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ وبلغ اربعین سنۃ اور چالیس سال کو پہنچا۔

یہ آیت حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے باپ ابو قحافہ عثمان بن عمرۃ اور آپ کی ماں ام الخیر بنت صخر بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آیت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ آپ کے والدین اکٹھے مشرف باسلام ہوئے اور مہاجرین میں سے آپ کے سوا کسی کے لئے یہ سعادت جمع نہ ہوئی کہ اسکے والدین مسلمان ہوئے ہوں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے متعلق حکم دیا۔ اور آپ کے بعد اسے لازم رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان اشکر لی ولوالدیک میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب انسان کا باپ فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے بیٹے سے فرماتا ہے کہ وہ مر گیا جس کی خاطر میں تیری عزت کرتا تھا۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اٹھارہ برس کی عمر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف پایا جبکہ آپ کی عمر شریف بیس برس تھی جبکہ آپ نے شام کی طرف تجارتی سفر فرمایا۔ جب چالیس سال کے ہوئے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا آپ پر ایمان لائے اور اپنے پروردگار کے حضور دعا کی

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی والدی اے میرے پروردگار مجھے الہام فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر

انعام فرمائی ہے۔ یعنی ہدایت اور ایمان کی بدولت

وان اعمل صالحا ترضاہ اور ایسا عمل صالح کروں جو تجھے پسند ہو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آپ نے ان نو ایمان والوں کو آزاد کیا جنہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں عذاب دیا جاتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ تو آپ کی ساری کی ساری اولاد مشرف بایمان ہوئی۔ چنانچہ جناب ابو قحافہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پایا۔ ان کے بیٹے ابوبکر اور ان کے بیٹے عبد الرحمٰن بن ابی بکر اور عبد الرحمٰن کے بیٹے ابو عتیق سب نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا زمانہ پاک پایا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی کو یہ اعزاز حاصل نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد **واصلح لی فی ذریتی** اور میرے لئے میری اولاد میں اصلاح راسخ فرما۔ واؤ کبھی عطف کے لئے ہوتی ہے اور جب اس لئے ہو تو ترتیب کے بغیر حکم میں شریک کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قول **واسجدی وارکعی مع الراکعین** میں واؤ ترتیب کا فائدہ نہیں دیتی۔ اور الزیدون جیسے صیغوں میں رفع کی علامت ہوتی ہے۔ اور رسم الخط میں عمرو جیسے لفظ میں اسے بڑھا دیا جاتا ہے تاکہ اس کے اور عمر کے درمیان فرق ہو جائے۔ تو جب حالت نصب میں تنوین داخل ہو یہ داخل نہیں رہتی۔ کیونکہ عمر کے غیر منصرف ہونے کی وجہ سے فرق حاصل ہے بعض افاضل نے خط لکھا اسکے پہلو میں ایک دوسرا شخص بیٹھا تھا۔ اس نے عمر بغیر واؤ کے لکھ دیا۔ وہ کہنے لگا۔ اے مولانا اس میں فرق کے لئے واؤ بڑھا دیں (گویا اس نے آنکھ چرا کر لکھا ہوا پڑھ لیا جو کہ نہیں چاہیے تھا اور یوں چوری پکڑی گئی) پس اس فاضل نے کہا واللہ مولوی صاحب واؤ کی زیادتی کی وجہ سے فضیلت میں مات کھا گئے

اور جواب میں لا نافیہ کے بعد زایدہ لائی جاتی ہے جب کہا جائے کہ **ہل فعلت کذا** پس تو کہے گا **لا و عافاک اللہ**۔ اور کبھی واؤ ثمانیہ ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں **التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الامرون بالمعروف و الناھون عن المنکر** اور اللہ تعالیٰ کے ہی قول میں **وسیق الذین اتقوا**

ربهم الی الجنته زمرا واؤ لائی گئی جبکہ اسے ذکر جہنم میں نہیں لایا گیا کیونکہ آگ کے سات طبقات ہیں جبکہ جنت کے آٹھ درجات ہیں۔ اور واؤ میں کئی بحثیں ہیں جنہیں ہم نے طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔ اور سراج وراق نے ان واؤں کو شعروں میں جمع کیا ہے۔ اور خوب کیا ہے۔ مجھے کیا ہے میں عمرو کو دیکھتا ہوں کہ میں نے اسکی پناہ لی ہے اور وہ اس میں واؤ کی وجہ سے عمرا اور منصرف ہو گیا۔ اور حاجت سے سو رہا میں نے اس کو غلطی سے جگا دیا پس میں نے اسکی نیند اور افسوس لغو کر دیا۔ اور عمرو کے ساتھ پناہ لینے والے کا تو نے سن لیا تو اس کے معروف ہونے کی وجہ سے تجھے زیادہ تعارف نہیں کراونگا۔ اور یہ واؤ اور لا واللہ عطف کی نہیں اگر حرف عطف کے طور پر آتی تو ایک طرف نہ ہوتی اور اگر واؤ حالیہ آئے تو

اور ان کا کہنا کہ رمضان واوات میں واقع ہو گیا جب بیس سے گذر جائے تو واو عطف کے بغیر ذکر نہیں کیا جاتا۔ اور محمد بن علی بن بسام کا قول کتنا اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور کو قریب کر دیا۔ گویا میں ہلال عیدالفطر کو طلوع ہوا دیکھ رہا ہوں۔ تو شوال میں لہو کا سامان تیار کر کہ تیرا مہینہ (رمضان) واوات میں واقع ہو چکا ہے۔

خصوصیتِ اولاد حضرت صدّیقِ اکبر

تنبیہہ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حکایت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے قول واصلح لی فی ذریتی میں ظرفیت کی حکمت واضح ہے کہ ظرف مظروف کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور جار مجرور کی تقدیم اس اختصاص پر دلالت کے لئے ہے جو کہ اس کے عموم کو مانع ہے جو کہ ہر مسلمان پر صادق آتا ہے جیسا کہ اس کی صراحت کی گئی ہے اس کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ارادہ نہیں کیا۔ کیونکہ آپ کا (لی) کہنا خاص صلاح پر

دلالت کرتا ہے جو کہ مقام صدیقیت سے مناسبت رکھتا ہو۔ جو کہ رتبہ میں مقام نبوت کے بعد ہے۔ اور صلاح کی تین قسمیں ہیں۔ عام۔ خاص۔ خاص الخاص۔ پس عام تو ہر مسلمان کو شامل ہے۔ اور اسی کے متعلق حدیث پاک ہے **او ولد صالح یدعو لہ**۔ یا صالح بیٹا جو اس کے لئے دعا کرے۔ اور خاص مقامات محمد یہ میں سے ہر مقام کے ساتھ متعلق ہے جو کہ اس سے متصف ہونے والے کے لائق ہے۔ پس عام گرچہ بزرگ مرتبہ ہے مگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا اس سے اوپر کے لئے ہے۔ کیونکہ ایسا اسلام جو کہ عمل صالح سے خالی ہو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اپنی اولاد میں نہیں پسند کرتے۔ اور خاص الخاص انبیاء و مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ اجمعین کی صلاح ہے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زبان پر اللہ تعالیٰ کا قول **والحقنی بالصالحین** اسی سے ہے۔ اور یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اونچا ہے اور آپ نے اس کا سوال نہیں کیا۔ کیونکہ حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت نہیں ہے۔ پس اسے خاص پر محمول کرنا متعین ہو گیا۔ اور عارف کبیر ہمارے شیخ احمد دمیاطی رحمتہ اللہ علیہ نے اس میں ہزار مقامات ذکر فرمائے ہیں۔ اور ہر مقام کی ابتداء۔ انتہاء۔ اور درمیان ہے پس ان سب سے گذرے بغیر صدیقیت کے مقام تک نہیں پہنچا جا سکتا۔

اور عقلمند پر ظاہر رہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کے لئے اسکے اعلیٰ مقام کی ہی دعا کی ہے۔ اور تخصیص کا فائدہ دینے کے لئے جار مجرور کو مقدم کرنا بعینہ وہی ہے جو ہم نے کہا ہے پس وہ صلاح خاص ہے۔ گویا آپ نے یوں دعا مانگی کہ میرے لئے میری اولاد میں وہ صلاح متعین فرما جو کہ میرے لائق ہے۔ اور آپ کے لائق انہیں وہ صدیقیت عطا فرمانا ہے جو کہ مرتبے میں نبوت کے پاس ہے۔ اور (فی) ظرفیت کا لایا گیا جو کہ ان کی ظاہری اور باطنی صلاح کو شامل ہے جیسا کہ اسے ہمارے شیخ الشیخ محمد البکری حفظہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ اور ذریت پوتوں کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ومن ذریتہ داؤد و سلیمان۔ و ایوب و یوسف و موسیٰ و ہارون و کذالک نجزی المحسنین و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس**۔ باوجودیکہ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کا باپ نہیں ہے۔ اور مالکی فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ جب وقف ذریت پر ہو تو بیٹوں کی اولاد کو شامل ہے۔ اسے ذہن میں رکھو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا **والذین آمنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنابهم ذریتهم وما التنا ہم من عملهم من شیی**۔ اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عملوں میں کچھ بھی کمی نہیں کریں گے۔ اور یہ معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سید المومنین ہیں۔

اور ابن کثیر۔ عاصم۔ حمزہ۔ کسائی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ مجاہد۔ طلحہ۔ قتادہ اور اہل مکہ نے وا تبعتہم تا کے ساتھ اور **ذریتهم والحقنابهم ذریتهم** کو بصیغہ مفرد پڑھا۔ اور نافع۔ ابو جعفر۔ ابن مسعود اور ابو عمرو نے اختلاف کے ساتھ۔ اور **شیبہ**۔ جحدری اور عیسیٰ نے **واتبعتهم** تا کے ساتھ **ذریتهم والحقنابهم ذریاتهم** پڑھا یعنی پہلا لفظ مفرد اور دوسرا جمع کے ساتھ اور خارجہ نے اس سے حمزہ کی قراءت کی مثل روایت فرمائی۔ اور ابن عامر۔ ابن عباس۔ عکرمہ سعید بن جبیرا اور ضحاک نے **واتبعتهم** تاء کے ساتھ **ذریاتهم والحقنابهم ذریاتهم** دونوں جگہ جمع کے ساتھ قراءت کی۔ اور ابو عمرو الاعرج۔ ابو رجار۔ **شعبی**۔ ابن جبیر اور ضحاک نے **واتبعناہم** نون کے ساتھ **ذریاتهم والحقنابهم ذریاتهم** دونوں جگہ جمع کے ساتھ قراءت کی۔ پس ان قراءات میں ذریت **فی نفسه** جمع ہوگی جسے مفرد لانا اچھا ہے۔ اور معنی میں پھیلاؤ اور کثرت کا تقاضا ہونے کی وجہ سے ان حضرات کی قرائت میں جنہوں نے ذریت کو جمع کے صیغے کے ساتھ پڑھا اچھا ہے۔

اور **الذین آمنوا مبتداء** ہے اور **الحقنا بهم** اسکی خبر ہے اور **اتبعتهم ذریتهم** ایک مفعول کی طرف متعدی ہے۔ اور **اتبعناهم** ہمزہ کے ساتھ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ اور لفظ ذریات جو کہ فاعل تھا مفعول ثانی بن گیا۔ اور اس فعل کے تمام موارد میں جہاں بھی واقع ہوئے یہی صورت ہو گی جیسے اللہ تعالیٰ کا قول **لایتبعون ماانفقوا منا ولا اذی**۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول 'وا تبعہ ستا من شوال۔ اور آپ کا

ارشاد واتبع اہل القلیب لفتہ ان سب میں جو فاعل تھا اسے موخر کر دیا گیا۔ اور اسکنا کم الارض اور اورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربھا وغیرہ پر قیاس کرتے ہوئے مقدم نہیں کیا۔ اور ظاہر ہے کہ دونوں مقامات پر عکس جائز ہے کہ اس طرح کہے اتبعت الذریتہ آباءہم واسکنت الارض آباءکم۔ شاید عکس اختیار کرنا اہم کے ساتھ آغاز کرنے کے لئے ہے۔ اور یہ صرف قرینہ سے پتہ چلتا ہے۔

اور اگر تو کہے اتبعت زید عمرا۔ اورثت الارض غانما تو احتمال ہے۔ اور اس کے جو نظائر وارد ہوئے ان پر محمول کرنا تقاضا کرتا ہے کہ عمرو تابع ہے اور غانم وارث ہے۔ اور اللہ تعالٰی کا قول بایمان اتبعنا کے ساتھ متعلق ہے۔ اور زمخشری نے کہا ہے کہ الحقنا کے ساتھ متعلق ہے۔ اور کہا یہ ذریہ کا ایمان ہے پس اس سے بڑے مبالغ مراد لئے جائیں؟ یا آباء کا ایمان ہے پس ان سے چھوٹے مراد لئے جائیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ واحدی نے فرمایا کہ توجیہہ یہ ہے کہ ذریتہ کو صغیر و کبیر دونوں پر محمول کیا جائے کیونکہ بڑا اپنے ایمان کی وجہ سے باپ کے تابع ہوتا ہے جبکہ چھوٹا اپنے باپ کے ایمان کی وجہ سے باپ کے تابع ہوتا ہے۔ اور ذریہ کا اطلاق صغیر و کبیر پر ہوتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ابن جبیر اور جمہور نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی نے خبر دی ہے کہ وہ ایمان والے جن کی اولادیں ایمان میں ان کے تابع ہیں اپنے آباء کی طرح مومن ہیں گرچہ تقوی اور اعمال میں آباء کی طرح نہیں ہیں۔ اور اس معنی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث وارد ہے پس انہوں نے حدیث کو آیت کی تفسیر قرار دیا اور یہ وہ حدیث ہے جسے ابن جبارہ نے قیس بن عمرو بن مرہ عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت فرمایا آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی مسلمان کی اولاد کو اسکی طرف اس کے درجے میں بلند فرما دے گا گرچہ عمل میں وہ اس سے کم ہوں تاکہ ان کی وجہ سے اسکی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی والذین آمنوا واتبعناہم ذریاتھم بایمان الحقنا بھم ذریاتھم ومآالتناہم من عملھم من شیی التناہم یعنی انہیں کم نہیں دیں گے یعنی آباء کو

اس سے جو ہم بیٹوں کو دیں گے۔

کلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمائی کہ اگر آباء کا درجہ بیٹوں سے اونچا ہو گا تو اللہ تعالیٰ بیٹوں کو آباء کے درجہ تک اونچا فرما دے گا اور اگر بیٹوں کا درجہ آباء سے بلند ہو گا تو اللہ تعالیٰ آباء کو بیٹوں کے درجہ تک پہنچا دے گا۔ اور فراء نے یہی قول اختیار کیا ہے۔ اور اس قول کی بنا پر آباء اسم ذریت میں داخل ہیں اور یہ جائز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول و آیۃ **ہم انا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون** میں ہے۔ اور ابن عطیہ نے فرمایا کہ اس میں نظر ہے۔

اور امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری نے ایک قول کی حکایت کی ہے جس کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کے قول بہم 'کی ضمیر ذریہ پر لوٹتی ہے اور اس کے بعد جو ضمیر ذریا تہم میں ہے وہ الذین آمنوا پر لوٹتی ہے۔ یعنی بڑوں نے ان کی پیروی کی اور ہم نے بڑوں کے ساتھ چھوٹوں کو ملا دیا۔ ابن عطیہ نے فرمایا کہ یہ قول منکر ہے یعنی اس کا انکار کیا گیا ہے۔ اور اس آیت میں زیادہ راجح قول وہی پہلا قول ہے جس کا معنی یہ ہے کہ چھوٹے اور کوتاہی کرنے والے بڑے آباء کے ساتھ ملائے جائیں گے۔ کیونکہ تمام آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل جنت پر احسان کے بیان میں ہیں۔ پس اپنے احسان میں سے یہ بھی ذکر فرمایا کہ وہ اچھے اور برے کی رعائت فرمائے گا۔ اور **الحقنا** کا لفظ تقاضا کرتا ہے کہ جسے ملایا جائے گا اس کے اعمال میں کچھ کوتاہی ہو گی۔

حاکم کی حدیث عبدالرزاق سے یوں روایت فرمائی عن سفیان الثوری عن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہم آپ نے **الحقنا بھم ذریاتھم** کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلمان کی اولاد کو جنت میں اس کے درجے میں پہنچا دے گا گرچہ عمل میں اس سے کم ہو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی **والذین آمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریاتھم وما التنابم من عملھم من شیی۔** فرماتا ہے کہ ہم انہیں کم نہیں دیں گے۔ اور شریک نے سالم سے انہوں نے سعید بن جبیر سے روایت کی فرمایا کہ ایک آدمی جنت میں داخل ہو گا تو کہے گا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ میری ماں کہاں ہے؟ میری

اولاد کہاں ہے ؟ میری بیوی کہاں ہے ؟ اسے کہا جائے گا کہ انہوں نے تیرے جیسے عمل نہیں کئے ۔ تو وہ کہے گا کہ میں اپنے لئے اور ان کے لئے عمل کرتا آتا تھا تو انہیں حکم ہو گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ ۔ پھر آپ نے پڑھا **جنات عدن یدخلونها و من صلح من آباء ہم و ازواجهم و ذریاتهم**

تنبیہہ ۔ ذرا غور کر ! کیا تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے سوا کوئی گھر پاتا ہے جس کے بارے میں یہ حکم اترا **واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک و انی من المسلمین اولئک الذین نتقبل عنهم احسن ماعملوا وتجاوز عن سئیاتهم فی اصحاب الجنة وعد الصدق الذی کانوا یوعدون** ۔ میرے لئے میری اولاد میں صلاح راسخ فرما دے بے شک میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں تیرے حکم کے سامنے سر جھکانے والوں میں سے ہوں ۔ یہی وہ ہیں جن کے بہترین اعمال کو ہم قبول کرتے ہیں اور جن کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں یہ جنتیوں میں سے ہوں گے یہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا گیا ہے ۔ پس یہ وہ منقبت ہے جس کے سامنے حدیں منقطع ہو جاتی ہیں ۔ اور ایسی خصوصیت ہے جس کے کمال کی انتہا نہیں ۔ اور کچھ پہلے گذرا جس سے تجھے معلوم ہوا کہ مطلق ایمان والوں کی اولاد کو درجے اور مرتبے میں ان کے ساتھ ملایا جائے گا حالانکہ اس سے پہلے انہوں نے اپنی اولاد کے بارے میں کوئی دعا نہیں مانگی ۔ تو اس کا کیا مقام جس کی دعا اور اس کی قبولیت کی اللہ تعالیٰ نے کتاب عزیز میں خبر دی ہے ۔ اور وہ خود ہر امت کے ایمان والوں کا سردار ہے ۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے مومن کو اس کے ایمان کی بدولت عزت بخشی اور اسکی اولاد کو جو کہ کوتاہی کی وجہ سے اس کے مرتبے کے مستحق نہیں ہیں جنت میں داخل فرمایا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ولسوف یرضی** ۔ کہ عنقریب راضی ہو گا ۔ اپنے رب کریم کے حضور اس سے زیادہ معزز و مکرم ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو آخرت میں جہنم میں داخل کر کے رسوا فرمائے ۔ جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود فرماتا ہے **انک من تدخل النار فقد اخزیته** کہ جسے تو نے جہنم میں ڈالا تو اسے

رسوا کیا۔ اور رضا اور رسوائی آپس میں دونوں ضدیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں آپ کے کمال شرف۔ عالی قدر اور عظیم المرتبت ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کی برائیوں سے درگذر۔ ان کے جرموں کی معافی اور ان کے گناہوں کی مغفرت سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی فرمائے گا۔

اچھوں کی نسبت کام دیتی ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا **واما الجدار فکان لغلا مین یتیمین فی المدنیه و کان تحته ماکنز ہما و کان ابو ہما صالحا**۔ یعنی دیوار شہر کے دو یتیم بچوں کی ہے اور اس کے نیچے ان کا خزانہ ہے۔ اور ان کا باپ نیک تھا۔ اور سفیان بن مسعر نے عبدالملک بن میسرہ سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول و کان ابو ہما صالحا کے متعلق روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کے باپ کی نیکی کی بناپر ان کی حفاظت کی گئی جبکہ ان کی کوئی نیکی بیان نہیں ہوئی۔ حاکم نے فرمایا کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح حدیث ہے۔ اور یہ ان کے آباء واجداد میں ساتواں تھا۔ اور اس سے زیادہ بے مثل یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کی رعایت فرماتے ہوئے بروں کی حفاظت فرماتا ہے گرچہ ان کے درمیان صرف نسبت خدمت کے سوا کوئی قرابت اور مناسبت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا **ومن الشیا طین من یغوصون له و یعملون عملا دون ذالک دکنا لهم حافظین**۔ اور ہم نے شیاطین مسخر فرما دیئے جو کہ ان کے لئے غوطہ زنی کرتے اور طرح طرح کے کام کرتے اور ہم ان کے نگہبان تھے۔ تو جب یہ بات صحیح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے دو لڑکوں کی ان کے باپ کی صلاح کی خاطر حفاظت فرمائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت کے دوران شیاطین کی حفاظت فرمائی تو یوں بھی ہے کہ اس نے نسلوں کی حفاظت ان کے اسلاف کی رعایت کرتے ہوئے فرمائی گرچہ صدیاں گذر گئیں اور اسی مناسبت سے وہ مسئلہ ہے جو کہ روایت میں آیا ہے کہ حرم کے کبوتر اس جوڑے کی نسل سے ہیں جنہوں نے اس غار کے منہ پر **گھونسلا بنایا** جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چھپے ۔ اسی لئے حرم کے کبوتر کا شکار جائز نہیں ۔ اور میں نے کئی مرتبہ سنا کہ بعض نے اسے پکانے کا ارادہ رکھا لیکن اس پر آگ نے اثر نہ کیا ۔ اور یہ ان کی کرامت اور معجزہ ہے جو کہ غار میں ہیں ۔ یہ ہے مسئلہ ۔

اور یہ پختہ بات ہے کہ ہمارے استاذ شمس الدین محمد زین العابدین صدیقی (اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ان کی زندگی میں برکت فرمائے) کے گھرانے کو دو نسبتیں حاصل ہیں جو کہ غار والی شخصیتوں سے ملتی ہیں ۔ ایک سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور دوسری امام الصدیقین کی طرف جیسا کہ ہم آپ کے نسب شریف میں بیان کریں گے ۔ تو آپ کا گھرانہ دونوں طرف سے حفاظت کے لائق ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **جنات عدن یدخلونها و من صلح من آباءہم وازواجہم وذریاتہم** یعنی عدن کے باغات جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کا آباء واجداد سے ازواج اور ان کی اولاد میں سے جو صلاح والے ہوں گے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اور علماء کے نزدیک یہی پسندیدہ قول ہے کہ من صلح من آباءہم سے مراد وہ شخص ہے جس نے اس کی تصدیق کی جس کی انہوں نے تصدیق کی گرچہ ان جیسے عمل نہیں کئے اور ابو اسحاق نے فرمایا کہ جان لو کہ اعمال صالحہ کے بغیر نسب فائدہ نہیں دیتے ۔ پس ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق صلح کا معنی تصدیق کی اور ایمان لایا اور موحد ہوا ۔ اور ابو اسحاق کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ عمل میں صالحیت اختیار کی علماء نے فرمایا کہ صحیح وہ ہے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت گزار کے ثواب میں اسکی اس خوشی کو بھی شامل فرمایا جو اسے اپنے اہل خانہ کو دیکھ کر ہوگی ۔ کیونکہ اسے ان کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی ۔ تو اس سے دلالت ہوئی کہ وہ مطیع عامل کے اعزاز میں جنت میں داخل ہوں گے ۔ اور خوش خبری اور وعدہ جنت میں اس کے سوا فائدہ نہیں ۔ کیونکہ اپنے عمل میں صالحیت پیدا کرنے والے ہر شخص کے لئے دخول جنت کا وعدہ تو ہے ہی ۔

قرطبی فرماتے ہیں کہ جائز ہے کہ **ومن صلح من آباءہم** کا **اولئک** پر عطف ہو اور معنی یہ کہ ان کے لئے اور ان کے آباء ۔ ازواج اور اولادوں کے لئے دار آخرت کا

اچھا انجام ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ یدخلونہا کی ضمیر مرفوع پر معطوف ہو اور یہ عطف اچھا ہے اس لئے کہ دونوں کے درمیان ضمیر منصوب فاصل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ صلاح اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام پر ایمان ہے۔ اور اگر ان کے پاس ایمان کے ساتھ ساتھ دیگر نیکیاں بھی ہوتیں تو اپنی طاعت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوتے نہ کہ تابع ہونے کی صورت میں۔

ایک ادبی نکتہ

ابوبکر بن حجتہ نے ثمرات الاوراق میں نقل فرمایا کہ ادیبوں میں سے ایک شخص نے وزیر ابوالحسن بن الفرات کی موجودگی میں "س" کو ہر مقام میں "ص" کے قائم مقام قرار دینے کو جائز کہا تو وزیر نے کہا کہ کیا تو **جنات عدن یدخلونہا ومن صلح من آباء ہم** کہے گا یا من سلح؟ اس کا معنی ہے جانور نے گوبر کیا۔ پس وہ شخص شرم سار اور لاجواب ہو گیا۔

اور، حکایت بیان کی گئی کہ نضر بن شمیل بیمار ہوئے۔ کچھ لوگ آپ کی مزاج پرسی کو آئے جن میں ایک شخص کی کنیت ابو صالح تھی۔ اس نے کہا **مسح اللہ مرضک**۔ نضر نے کہا کہ مسح "س" کے ساتھ مت کہو بلکہ مصح "ص" کے ساتھ کہو جس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ اس مرض کو لے جائے کیا تو نے اعشیٰ کا قول نہیں سنا؟

و اذا ما الخمر فیہا ازبدت

اقل الا زباد فیہا و مصح

کہ جب اس میں شراب جھاگ چھوڑتی ہے تو اس سے جھاگ کم کردے اور دور کر دے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ کبھی صاد کے بدلے سین لایا جاتا ہے جیسا السراط کا اور الصراط۔ سقر اور صقر کہا جاتا ہے۔ نضر نے اسے کہا پھر تو تو ابو سالح ہے۔ اور وہ جو لغت والوں نے صاد کو سین کے ساتھ بدلنے کے جواز میں قانون ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ جس کلمے میں "س" ہو اور اس کے بعد چار حروف میں سے ایک آئے یعنی ط۔ خ۔ غ اور ق تو تو کہہ سکتا ہے سراط۔ صراط۔ اور سخرلکم میں صخرلکم اور سغبتہ میں صغبتہ اور سقیل

میں منتقل۔ اور اسی پر قیاس کر۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اولاد کی خصوصیت

اس کتاب کا جامع (حضرت مولف) کہتا ہے کہ جب جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان ایمان والے بندوں کو جنہوں نے اسکی طاعت پر عمل کئے اور اپنے آپ کو اسکی نافرمانی سے روکا یہ اعزاز بخشے کہ ان کے ساتھ ان کے اہل خانہ اور رشتے داروں کو جنت میں ان کے تابع کر کے جنت میں داخل فرمادے جو کہ مسلمان تو ہیں مگر انہوں نے اپنے پروردگار کی عبادت میں کوتاہی کی اور بعض ممنوعات کی مخالفت کی۔ اس لئے نہیں کہ وہ دنیوی زندگی میں اپنی گذشتہ نیکیوں کی وجہ سے ان درجات کے مستحق ہوئے تو خصوصیت کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور جو بھی سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اولاد میں سے ہیں اس اعزاز کے زیادہ مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی گنہگار اولاد کو ان کے تابع کر کے جنت میں داخل فرمائے۔ اور ان کے مخالفین کو ان سے راضی کر دے۔

مودت فی القربیٰ کی بحث

اور اللہ تعالیٰ کے قول **قل لااسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ** کے بارے میں حضرت ابن طاؤس سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا تو سعید بن جبیر نے فرمایا کہ یہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں۔ ابو عبداللہ نے فرمایا کہ قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس میں حضور علیہ السلام کی قرابت نہ ہو۔ پس یہ آیت نازل ہوئی **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ**۔ فرمایا اس سے مراد وہ قرابت ہے جو کہ میرے اور تمہارے درمیان ہے کہ اسے ملاؤ۔ اور عکرمہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش میں وسط تھے۔ اور آپ کا قریش کی ہر شاخ میں نسب تھا۔ پس فرمایا **لاسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی**

القربی یعنی میں تم سے اپنی دعوت الی الحق پر اجرت نہیں مانگتا سوائے اسکے کہ تم قرابت میں میری حفاظت کرو ۔ اور قتادہ سے ہے کہ تمام قریش اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے درمیان قرابت تھی ۔ یعنی میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا اس کے سوا کہ تم مجھ سے اس قرابت کی وجہ سے دوستی کرو جو کہ میرے اور تمہارے درمیان ہے ۔

مقسم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ بعض انصار نے کہا کہ ہم نے یہ کام کیا یہ کام کیا گویا فخر کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں تم پر فضیلت حاصل ہے ۔ یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچی ۔ آپ ان کی محفل میں تشریف لائے اور فرمایا اے گروہ انصار ! کیا تم ذلیل نہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں عزت عطا فرمائی ؟ عرض کی کیوں نہیں ۔ فرمایا کیا تم گمراہ نہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت عطا فرمائی ؟ عرض کی کیوں نہیں ۔ فرمایا مجھے جواب کیوں نہیں دیتے ؟ عرض کی یا رسول اللہ ! ہم کیا عرض کریں ؟ فرمایا تم یوں کیوں نہیں کہتے کیا آپ کو آپ کی قوم نے نکلنے پر مجبور نہ کیا تو ہم نے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرایا ؟ کیا انہوں نے آپ کی تکذیب نہ کی جبکہ ہم نے تصدیق کی ؟ ۔ کیا آپ کو ستایا نہیں جبکہ ہم نے آپ کی مدد کی ؟ راوی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ گفتگو فرماتے رہے ۔ حتیٰ کہ انصار گھٹنوں کے بل ہو گئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمارے اموال اور جو کچھ ہمارے قبضہ میں ہے اللہ اور اسکے رسول کا ہے جل شانہ و صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پس یہ آیت نازل ہوئی **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی**

اور ابن عباس ۔ ابن اسحاق اور قتادہ نے فرمایا کہ قریش کا کوئی قبیلہ نہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نسب یا سسرالی رشتہ نہ ہو ۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ تم میری اتباع کر کے صلہ رحمی کرو ۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی کلام فرمائی ہے ۔ جس کا تقاضا ہے کہ یہ مدنیہ ہے ۔ اور اس کا سبب نزول یہ ہے کہ انصار کے بعض نوجوانوں نے مہاجرین پر برتری جتلائی اور قریش کے متعلق طویل گفتگو کی ۔ تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ۔ جس کا معنی یہ ہوگا مگر یہ کہ تم مجھ سے دوستی کرو پس

میری قرابت میں میری رعایت کرو اور ان میں میری حفاظت کرو ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تمام قریش قربی ہیں ۔ گرچہ درجات میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں ۔ اور نقاش نے ابن عباس ۔ مقاتل ۔ کلبی اور سدی سے ذکر کیا کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ منسوخ ہے **قل لا سالتکم من اجر فھو لکم** یعنی فرما دیجئے کہ میں نے تم سے جو اجر مانگا وہ تمہارے لئے ہے ۔ علماء فرماتے ہیں کہ درست یہی ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے ۔ اور ہر قول پر استثناء منقطع ہے اور الا ۔ معنی لیکن ہے ۔ اور جو میرے لئے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ آیت میں خطاب تمام ایمان والوں کے لئے ہے ۔ اور یہ اس لئے کہ عرب سب کے سب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم ہیں جن میں سے خود حضور علیہ السلام ہیں ۔ پس ان کے علاوہ تمام عجمیوں پر متعین ہے کہ ان سے دوستی اور محبت کریں ۔ اور عرب کے ساتھ محبت کرنے کے حکم میں کئی احادیث آئی ہیں ۔ اور بے شک تمام یمن کے مقابلے میں قریش حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف زیادہ قریب ہیں کیونکہ یہ سب حضرت اسماعیل بن ابراہیم علی نبینا علیہما السلام کی اولاد ہیں ۔ پس ہر یمنی عرب پر لازم ہے کہ قریش سے دوستی کرے اور اس لئے محبت کرے کہ یہ قوم رسول علیہ السلام ہیں اور آپ کے خلیل الرحمن علیہ الصلوۃ السلام کی اولاد ہیں

اور قریش کی ان کے سوا دوسروں پر فضیلت اور انہیں مقدم رکھنے میں احادیث وارد ہیں ۔ اور بنی ہاشم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبیلہ ہیں پس ان کے سوا قریش پر ان کی محبت اور مودت واجب اور متعین ہے ۔ اور بے شک حضرت علی ۔ فاطمہ ۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اور دونوں کی اولاد رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے قربی میں سے زیادہ قریب ہیں پس ان کی مودت اور زیادہ تاکیدی ہے ۔ اور بنی ہاشم پر بلکہ تمام قریش بلکہ تمام عرب پر ان کی تعظیم واجب ہے جو کہ ان کی تاکیدی مودت کی وجہ سے واجب ہے اور ان کے فضائل کی بدولت متعین ہے اور ہر علم والے سے فائق علم والا ہے ۔ پس آیت کریمہ قریش کے تمام قبیلوں کو عام ہے جیسا کہ بخاری وغیرہ کی ۔ روایات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر فرمائی ہے ۔

اور اس میں کوئی جھگڑا نہیں کہ ہمارے استاذ محمد زین العابدین الصدیقی حفظہ اللہ تعالیٰ کو قریش کے تین قبائل نے جنا ہے بنو تیم۔ نبوہاشم اور نبو مخزوم۔ پس اللہ تعالیٰ کا قول **واصلح لی فی ذریتی** انہیں خاص کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربی** کا عموم انہیں شامل ہے۔ پس آپ کو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے وہ فیض پہنچتا ہے جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ۔ اے فاطمہ تجھے پتہ ہے کہ تیرا نام فاطمہ کیوں رکھا گیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اسکی اولاد کو قیامت کے دن آگ سے منقطع فرما دیا ہے۔ اسے حافظ دمشقی نے روایت کیا۔ اور اسے امام علی بن موسی الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی مسند میں روایت فرمایا اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی فاطمہ۔ اسکی اولاد اور ان سے محبت کرنے والے کو آگ سے جدا فرما دیا۔ پس ہر مسلمان کو چاہئے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اولاد کے حق میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تصدیق کرے کہ **اولئک الذین نتقبل عنھم احسن ماعملوا و نتجاوز عن سیئاتھم**۔ اور عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے صادر ہونے والی سیئات کو معاف اور ان سے رونما ہونے والی نیکیوں کو قبول فرما لیا۔ اور کسی مسلمان کے لائق نہیں کر کہ ان حضرات کی مذمت کرے جن کی صلاح کی۔ ان کی سیئات سے درگذر کرنے کی اور ان کے اچھے اعمال کی قبولیت کی اللہ تعالیٰ نے گواہی دی۔ اور ان سے محبت اور ان کے قریب ہونے کا حکم دیا۔ اور یہ کسی عمل کی وجہ سے نہیں جو انہوں نے کیا اور نہ ہی کسی کار خیر کی وجہ سے جو انہوں نے توشہ آخرت کے طور پر آگے بھیجا بلکہ صرف اسکی اپنی سابقہ عنایات اور خصوصیات کی بنا پر جن سے انہیں نوازا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے۔

اولاد صدیق اور آل رسول علیہ السلام کے مخالف کی ندامت

اور اسکے بعد کہ میں نے تیرے سامنے خدا تعالیٰ کے دربار میں ان کا مرتبہ بیان کر دیا۔ اور یہ کہ کسی مسلمان کو ان کے خلاف بالکل لب کشائی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح فرمائی۔ ان سے درگذر فرمایا اور ان کے صالح اعمال قبول فرمائے تو ان کے خلاف بکنے والے کو معلوم ہو کہ یہ اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ اور مسلمان کو چاہئے کہ اس پر اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آل صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس کے مال میں یا اسکے اہل خانہ میں یا اسکی عزت میں یا خود اسکی ذات میں جو پریشانی طاری ہو اس کا رضا و تسلیم اور صبر کے ساتھ مقابلہ کرے۔ اور انہیں مذمت لاحق نہ کرے اور نہ ہی کوئی ایسی چیز جوان کی عزتوں میں فرق ڈالے۔ اور اگر حدود شرعیہ قائم کرنے میں ان پر احکام متوجہ ہوں تو اس باب میں اسکی قباحت نہیں۔ ہم تو ان کے ساتھ مذمت اور بدگوئی متعلق کرنے سے روکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارے مقابلے میں وہ امتیاز بخشا ہے کہ وہاں ان کے ساتھ ہمارا کوئی قدم نہیں۔ رہا حقوق شرعیہ ادا کرنا تو خود حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہود سے قرض لیتے تھے اور جب وہ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے تو ممکن حد تک انہیں اچھی طرح ادا فرماتے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا **لو ان فاطمہ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا** (اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہمہ وجوہ پاک صاف رکھا) تو یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اور اسکے باوجود رب العزت نے ان کی مذمت نہیں فرمائی۔ ہماری یہ گفتگو صرف تمہارے حقوق اور تمہارے مال کے بارے میں ہے کہ تم ان سے اس کا مطالبہ کرو تو تمہیں اسکی اجازت ہے۔ جبکہ ان کی مذمت اور بدگوئی اور سب و شتم کا کوئی حق نہیں۔ اور اگر تم اپنے حقوق طلب کرنے سے باز رہو اور انہوں نے جو تمہیں پریشان کیا انہیں معاف کر دو تو اسکی بدولت اللہ تعالیٰ کے دربار میں تمہیں قرب نصیب ہو گا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تم سے صرف مودت فی القربیٰ طلب فرمائی ہے۔ اور جس نے اپنے نبی علیہ الصلوۃ و السلام کی طلب کو اس چیز کے بارے میں قبول نہیں کیا جس پر وہ قادر ہے تو کل کو وہ کس منہ سے آپ کی

خدمت میں حاضر ہو گا یا آپ کی شفاعت کی امید کرے گا؟۔ جبکہ خود اس نے اپنے نبی علیہ السلام کی مودت فی القربیٰ کے متعلق آرزو کا احترام نہیں کیا۔

پھر یہاں مودت کا لفظ آیا ہے اور یہ محبت پر ثابت قدم رہنا ہے۔ تو جو اپنی محبت پر قائم رہا تو ہر حال میں دوستی اسکے ساتھ ہو گی۔ اور جب ہر حال میں اسکے ساتھ دوستی قائم ہو گی تو اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اولاد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اسکے حق میں جو صورت طاری ہوئی جو کہ اس کے مقصد کے موافق نہیں کوئی مواخذہ نہیں ہو گا۔ کیا تو نے یہ قول نہیں سنا

احب لحبها السودان حتی

احب لحبها سودا لکلاب

۔ یعنی میں اس کی محبت کی وجہ سے سیاہ فاموں سے محبت کرتا ہوں اور اسکی محبت کی وجہ سے کالے کتوں سے پیار کرتا ہوں۔ چنانچہ کتے اسے نوچتے تھے اور وہ ان سے محب کرتا تھا محب کا یہ فعل اسکی محبت میں ہے جسکی محبت اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں سعادت مند نہیں کرتی اور نہ ہی اسے اللہ تعالیٰ کے حضور قرب آشنا کرتی ہے۔ نہ ہی رسول پاک علیہ الصلوۃ و السلام اور نہ ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قرب عطا کرتی ہے۔ تو یہ مودت میں سچائی کے سوا کیا ہے؟۔ پس اگر تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ و السلام سے محبت کرتا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے محبت کرتا۔ اور تیرے بارے میں ان سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے اسے جمال محض سمجھتا جس سے تو نازو نعمت پاتا۔ اور تجھے معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور تجھ پر خصوصی عنائت ہے کہ تجھے اس نے یاد کیا جس سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اور اگر وہ تجھے مذمت اور بدگوئی سے یاد کریں تو تو یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو حمد ہے جس نے میرا ذکر ان کی زبان پر جاری فرمایا۔ اور اس نعمت پر تو اللہ تعالیٰ کا مزید شکر ادا کرے کیونکہ انہوں نے تجھے پاک زبانوں کے ساتھ یاد کیا جہاں تک تیرا عمل نہیں پہنچ سکتا۔

اور جب ہم تجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور آپ کے صدیق رضی

اللہ عنہ کی آل کے ساتھ اس کے خلاف سلوک کرتا ہوا دیکھیں جن دونوں کا تو محتاج ہے اور ان کا تجھ پر احسان ہے تو میں تیری دوستی کا کیسے اعتماد کروں جبکہ تو گمان کرتا ہے کہ تو جانبین کے ساتھ شدید محبت اور رعایت کرتا ہے۔ اور یہ حقیقت میں تیرے ایمان میں نقص ہے۔ اور تیرے خلاف اللہ تعالیٰ کی وہ تدبیر ہے جو تو سمجھتا ہی نہیں اور اس میں خفیہ تدبیر خداوندی کی صورت یہ ہے کہ تو کہتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے دین اور اسکی شرع کا دفاع کرتا ہے۔ اور یہ کہ میں صرف وہی طلب کرتا ہوں جسکی طلب اللہ تعالیٰ نے میرے لئے مباح فرمائی۔ اور اس طلب مشروع میں مذمت۔ بغض اور کینہ درج ہوتا ہے جبکہ تجھے شعور تک نہیں اور اس شدید بیماری سے شفا بخشنے والی دواء یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو حق والا نہ سمجھے بلکہ تو اپنے حق سے دست بردار ہو جائے تاکہ اس میں وہ چیز درج نہ ہو جس کا میں نے تیرے لئے ذکر کیا ہے اور تو مسلمان حکام میں سے نہیں ہے کہ ان میں حدود ایسے قائم کرے اگر تیرے لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں قیامت کے دن ان کے مراتب منکشف ہوں تو تمنا کرے کہ ان کے غلاموں میں سے ایک غلام بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی محبت عطا فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے اس کے بغض سے محفوظ رکھے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد **انی تبت الیک وانی من المسلمین** ' ۔میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور مسلمانوں میں سے ہوں۔ اس میں ان حنفیوں کے لئے دلیل ہے جو کہ اپنے ایمان میں استثناء کرنے والے کو درست قرار نہیں دیتے (یعنی یوں کہنے والا کہ انشاء اللہ "میں" مسلمان ہوں) کیونکہ ایمان اور اسلام دونوں شرعی طور پر ایک دوسرے کو لازم ہیں۔ اور انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے **آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون** کے ساتھ اس کے حق میں گواہی دی ہے جو کہ اللہ اور اسکے رسول علیہ السلام پر ایمان لایا۔ اور ان لوگوں کے لئے قول کے یقینی ہونے کی صراحت فرمائی جنھوں ربنا آمنا کہا اور انہیں استثناء کا حکم نہیں دیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا قولوا آمنا باللہ۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ نے استثناء کے بغیر اس کا حکم دیا۔ نیز فرمایا **ومن احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ و عمل**

صالحا وقال اننی من المسلمین ۔ پس اللہ تعالیٰ نے اننی من المسلمین کہنے والے کے قول کو احسن قول قرار دیا

نووی فرماتے ہیں کہ علماء سلف نے ایک شخص کے مطلقاً انا مومن کہنے میں اختلاف فرمایا ہے ۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ صرف انا مومن نہ کہے بل انا مومن انشاء اللہ تعالیٰ کہے ۔ جبکہ دوسروں کا مذہب اس کے اطلاق کا جواز ہے ۔ اور یہ کہ انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہے اور مذہب مختار اور اہل تحقیق کا قول یہی ہے ۔ اور امام اوزاعی وغیرہ دونوں امروں کے جواز کی طرف گئے ہیں ۔ اور مختلف اعتبارات کی وجہ سے سب صحیح ہیں تو جس نے اطلاق کا قول کیا یعنی استثناء کے بغیر اس نے زمانہ حال پر نظر کی ۔ اور اس پر زمانہ حال میں ایمان کے احکام جاری ہونگے ۔ اور جس نے انشاء اللہ تعالیٰ کہا تو اسکے بارے میں علماء نے فرمایا کہ یہ یا تو تبرک کے طور پر ہے یا عاقبت کے اعتبار سے ہے اور اختیار دینے کا قول حسن صحیح ہے اور یہ پہلے دو اقوال کے ماخذ اور حقیقت اختلاف کو رفع کرنے کے لئے ہے ۔ اور یہ مسئلہ اہم مسائل میں سے ہے ۔ اور اچھے خاتمے کی دعا سب سے زیادہ ضروری ہے ۔ اور بعض سے مروی ہے کہ سب سے آخری گفتگو جو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی وہ یہ ہے توفنی مسلما والحقنی بالصالحین

کتاب و سنت کے حوالے سے فضائل حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب ہم تیرے لئے آپ کے کچھ فضائل اور آپ کے بارے میں نازل شدہ آیات اور وہ احادیث بیان کرتے ہیں جو آپ کی تعریف میں وارد ہوئی ہیں اور آپ کی فضیلت میں سلف و خلف کے اقوال بھی ۔ گرچہ آپ کے فضائل کے سامنے حدیں قاصر ہیں ۔ رضی اللہ عنہ ۔ پس ہم کہتے ہیں کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو

بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد منگل کے دن بتاریخ ۱۳ ربیع الاول ۱۱ھ خلافت کے لئے آپ کی عام بیعت کی گئی۔ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے اور ایک قول کے مطابق عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۱۲ھ کو حج کرایا۔ اور مدینہ عالیہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قائم مقام خلیفہ بنایا۔ ایک قول کے مطابق حضرت عمر بن الخطاب یا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ یہ بعض علماء کا قول ہے

امام نووی کا بیان

اور امام جلال الدین السیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں آپ کا تعارف یوں کرایا ہے کہ نووی نے اپنی تہذیب میں فرمایا کہ ہم نے جو ذکر کیا ہے کہ آپ کا نام ابوبکر عبداللہ ہے یہی صحیح مشہور ہے اور کہا گیا کہ آپ کا نام عتیق ہے۔ اور صحیح مسئلہ جس پر تمام علماء ہیں کہ عتیق آپ کا لقب ہے نام نہیں۔ اور آپ کا یہ لقب جہنم سے آزاد ہونے کی وجہ سے رکھا گیا جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہے جسے ترمذی نے روایت کیا۔ اور کہا گیا ہے کہ چہرے کے حسن و جمال کی وجہ سے یہ لقب رکھا گیا۔ یہ لیث بن سعد اور ایک جماعت کا قول ہے۔ یا اس لئے کہ آپ کے نسب میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جو کہ معیوب ہو۔ یہ مصعب بن زبیر کا قول ہے

صدیق کی وجہ تسمیہ

اور آپ کا نام صدیق رکھنے کی وجہ پر امت کا اجماع ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی طرف جلدی کی اور صدق یعنی سچ بولنے کو لازم رکھا۔ آپ سے کسی صورت میں ذرا بھر توقف واقع نہ ہوا۔ اور اسلام میں آپ کے بڑے بلند مقامات ہیں۔ ان میں سے معراج کی رات کا واقعہ اور آپ کا ثابت

قدم رہنا اور اس مسئلہ میں کفار کو جواب دینا ہے ۔ اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معیت میں ہجرت کرنا۔ غار اور تمام راستوں میں آپ کے ساتھ رہنا ۔ پھر یوم بدر میں اور یوم حدیبیہ کے وقت آپ کی عظیم گفتگو جبکہ مکہ معظمہ میں داخل ہونے کی تاخیر کا مسئلہ آپ کے علاوہ دوسرے حضرات پر مشتبہ ہو گیا تھا۔ پھر آپ کا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر رونا کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں اختیار دے دیا ہے پھر آپ کا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال مبارک کے موقعہ پر ثابت قدم رہنا اور لوگوں کو خطبہ دینا۔ انہیں تسکین دینا۔ پھر آپ کا بیعت کے قضیہ میں اہل اسلام کی مصلحت کا اہتمام کرنا۔ پھر آپ کا اسامہ بن زید کے لشکر کو شام کی طرف بھیجنے کا اہتمام اور اس کا عزم صمیم کرنا۔ پھر آپ کا مرتدین کے خلاف جنگ کرنے کے فیصلے پر قائم رہنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ کا مناظرہ کرنا اور انہیں دلائل کے ساتھ قائل کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ان کے سینوں کو اس مسئلہ کے لئے کھول دینا جس کے متعلق آپ کا سینہ کھولا اور وہ مرتدین کے خلاف جنگ کرنا ہے اور شام کی فتوحات کے لئے ان کے لشکروں کو تیار کرنا اور ان کی مدد کرنا۔ پھر اسے آپ کی بہت بڑی منقبت اور زبردست فضیلت کے واقعہ پر ختم فرمایا اور وہ ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کرنا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کس قدر خدمات اور نشانات مناقب و فضائل ہیں ان کی گنتی نہیں ہو سکتی۔ یہ ہے نووی کی کلام رحمتہ اللہ علیہ ۔

علامہ قسطلانی شارح بخاری کی تصریحات

اور علامہ قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں فرمایا۔ باب اسلام ابی بکر رضی اللہ عنہ اور صدیق فعیل کے وزن پر ہے۔ اور اس سے مراد کثرت سے سچ بولنے والا ۔ کہا گیا جس نے کبھی بھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ اور شیخ ابوالحسن الاشعری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابوبکر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم میں منظور رہے۔ لوگوں نے اس میں اختلاف کیا کہ اس کلام سے آپ کی مراد کیا ہے؟ چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ آپ ہمیشہ مومن رہے بعثت

سے پہلے اور اسکے بعد ۔ اور صحیح اور پسندیدہ قول یہی ہے ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے مبرا حالت پر رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ ایمان کا اظہار کریں گے اور خلاصہ الابرار میں سے ہوں گے ۔ شیخ تقی الدین السبکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ کی مراد یہ ہوتی تو اس میں حضرت صدیق اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان برابر ہیں ۔ اور یہ عبارت جو حضرت ابو الحسن اشعری نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہی آپ سے ان کے علاوہ کسی دوسرے کے حق میں صادر نہیں ہوئی ۔ پس صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے حالت کفر ثابت نہیں ہوئی ۔ اور یہ وہی توجیہ ہے جو ہم نے اپنے شیوخ اور مقتداؤں سے سنی ۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ یہی حق و صواب ہے ۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بت کو سجدہ نہ کرنا

اور ابن ظفر نے انباء نجباء الابناء میں نقل فرمایا کہ قاضی ابو الحسن احمد بن محمد الزبیدی نے اپنی اسناد کے ساتھ اپنی کتاب معالی الفرش الی عوالی العرش میں روایت کی کہ مہاجرین اور انصار حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی خدمت میں جمع تھے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ۔ وعیشک یارسول اللہ ! سرکار مجھے آپ کی حیات پاک کی قسم میں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا ۔ پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جلال میں کہا کہ آپ کہتے ہیں **وعیشک یارسول اللہ لم اسجد لصنم قط** حالانکہ آپ نے دور جاہلیت کے اتنے سال بسر کئے ہیں ۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ابو قحافہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک کمرے میں لے گیا جس میں بت تھے اور مجھے کہنے لگا کہ یہ ہیں تیرے بلند وبالا معبود انہیں سجدہ کر ۔ اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا ۔ میں ایک بت کے قریب ہوا اور اسے کہا کہ بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلا ۔ کوئی جواب نہیں ۔ میں نے کہا میرے پاس لباس نہیں مجھے لباس پہناؤ ۔ کوئی جواب ندارد ۔ پس میں نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا کہ میں تجھ پر یہ پتھر پھینکنے لگا ہوں اگر تو معبود ہے تو اپنے آپ کو بچا لے ۔ کوئی جواب نہیں ۔

پس میں نے پتھر اس پر دے مارا وہ منہ کے بل گر گیا۔ اتنے میں میرا باپ آ گیا کہنے لگا بچے یہ کیا ہے؟ میں نے کہا تمہارے سامنے ہے۔ وہ مجھے میری ماں کے پاس لے گیا اور اسے ماجرا سنایا۔ تو اس نے کہا اسے اسکے حال پر چھوڑ دو۔ یہ وہی بچہ ہے جس کے بارے میں مجھے رب تعالیٰ نے ندا فرمائی۔ میں نے پوچھا وہ کیا ندا تھی؟ کہنے لگی جس رات مجھے ولادت کی تکلیف ہوئی میں تنہا تھی۔ میں نے ہاتف غیبی کو سنا جو کہہ رہا تھا یا امتہ اللہ علی التحقیق ابشری بالولد العتیق اسمہ فی السماء الصدیق لمحمد صاحب ورفیق۔ اے اللہ کی بندی تجھے عتیق بیٹے کی بشارت ہو جس کا نام آسمان میں صدیق ہے اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساتھی اور رفیق ہو گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو ختم ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جبریل حاضر آئے اور کہا کہ ابو بکر نے سچ کہا۔ تین مرتبہ کہا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان

اور امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قدرے تفصیل کے ساتھ تعارف کراؤں جس میں آپ کے وہ حالات ذکر کروں جن سے مجھے واقفیت ہے۔ اور فصلیں مرتب کروں اور خلاصہ بیان کروں۔ رہا آپکا نام اور لقب تو اسکی طرف پہلے اشارہ ہو چکا۔ ابن کثیر نے کہا کہ اس امر پر علماء متفق ہیں کہ آپ کا نام عبداللہ بن عثمان ہے۔ سوائے اس روایت کے جو کہ ابن سعید نے ابن سیرین سے کی ہے کہ آپ کا نام عتیق ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ لقب ہے۔ پھر آپ کے اس لقب کے وقت اور سبب میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ آپ کے چہرے کے حسن و جمال کی وجہ سے ہے یہ لیث بن سعد۔ احمد بن حنبل اور ابن معین وغیرہم کا قول ہے۔ اور ابو نعیم نے فرمایا کہ کار خیر میں آپ کی قدامت کی وجہ سے ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کے نسب کے معیوب شی پاک ہونے کی وجہ سے ہے۔ ایک قول کے مطابق پہلے آپ کا یہ نام رکھا گیا پھر عبداللہ نام رکھا گیا۔

اور ابن مندہ اور ابن عساکر نے موسیٰ بن طلحہ سے روایت فرمائی کہ میں نے ابو طلحہ سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر کو عتیق کیوں کہتے ہیں؟۔ فرمایا آپ کی والدہ کی اولاد زندہ نہیں بچتی تھی۔ جب ابوبکر کی ولادت ہوئی تو انہیں بیت اللہ شریف کے سامنے لے گئی اور عرض کی۔ یا اللہ۔ اسے موت سے آزاد فرما اور یہ مجھے عطا فرما۔ اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ آپ نے فرمایا آپ کو آپ کے چہرے کے حسن کی وجہ سے عتیق کہا گیا۔ اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمائی کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام جو گھر والوں نے رکھا عبداللہ ہے لیکن آپ پر عتیق نام غالب ہو گیا۔ اور حاکم اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمائی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ اے ابوبکر تو جہنم سے اللہ تعالیٰ کا آزاد کیا ہوا ہے پس آپ کو عتیق کہا جانے لگا۔

صدیق کی وجہ تسمیہ

رہا لقب صدیق تو دور جاہلیت میں ہی آپ کی سچائی مشہور ہونے کی وجہ سے آپ کو صدیق کہا جاتا تھا اسے ابن مسدی نے ذکر فرمایا۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ اس لئے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق میں جلدی کی۔ اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی آپ فرماتی ہیں کہ مشرکین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا تجھے تیرے صاحب کے متعلق پتہ ہے وہ گمان کرتا ہے کہ اسے آج کی رات بیت المقدس لے جایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے؟ کہنے لگے ہاں۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کی قسم آپ نے سچ فرمایا میں تو صبح و شام اس سے بھی زیادہ دور کی چیزوں یعنی آسمانی خبروں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ اسی لئے آپ کو ابوبکر الصدیق کا نام دیا گیا۔ اسکی اسناد جید ہے۔ اور یہ حضرت انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں وارد جنہیں ابن عساکر نے اسناد کے ساتھ بیان فرمایا۔ اور اسے ام ہانی رضی اللہ عنہا سے طبرانی نے روایت

کیا۔ اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں فرمایا کہ ابو معشر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت وہب سے حدیث بیان کی آپ نے فرمایا کہ جب شب معراج حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم واپس تشریف لائے آپ وادی ذی طوی میں تھے کہ آپ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے جبریل میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی۔ انہوں نے عرض کی: ابوبکر آپ کی تصدیق کریں گے اور وہی صدیق ہیں۔ اور اسے طبرانی نے اوسط میں موصولا ابو وھب سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

حضرت علی کا لقب صدیق پر قسم اٹھا کر بیان کرنا

اور مستدرک میں حاکم نے نزال بن سبرۃ سے روایت کی کہ ہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کی اے امیرالمومنین ہمیں ابوبکر کے متعلق خبر دیں۔ فرمایا کہ یہ وہ شخصیت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی زبان پر اور حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان پر صدیق نام عطا فرمایا آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ سرکار نے انہیں ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تو ہم نے انہیں اپنی دنیا کے لئے پسند کیا۔ اسکی اسناد جید ہے۔ اور دار قطنی اور حاکم نے ابو نجیح سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ میں گن نہیں سکتا کہ کتنی دفعہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا نام اپنے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان پر صدیق رکھا۔ اور طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ حکیم بن سعد سے روایت کی کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قسم کھاتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کے لئے نام صدیق آسمان سے نازل فرمایا۔ اور احمد کی حدیث میں ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پہاڑ کو حکم دیا) ہلنے سے رک جا کہ تجھ پر نبی۔ صدیق اور دو شہید موجود ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحابہ اجمعین

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ... آپ کے والد کے چچا کی بیٹی ہیں جن کا

نام سلمی بنت صخر بن عامر بن کعب ہے اور ان کی کنیت ام الخیر ہے ۔ یہ زہری کا قول ہے جسے ابن عساکر نے روایت فرمایا ۔

فصل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت اور نشوونما کے مقام کے بارے میں

آپ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دو سال چند ماہ بعد پیدا ہوئے ۔ آپ کی وفات تریسٹھ برس کی عمر میں ہوئی ۔ یہ ابن کثیر کا قول ہے ۔ اور آپ کی نشوونما مکہ معظمہ میں ہوئی ۔۔ تجارت کے سوا اس سے باہر نہیں جاتے تھے ۔ اور اپنی قوم میں مالدار تھے اور کامل مروت ۔ احسان اور فضیلت والے تھے جب کہ ابن الدغنہ نے کہا کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں ۔ سچ بولتے ہیں ۔ محتاج کی معیشت کا انتظام کرتے ہیں ۔ حوادث زمانہ پر لوگوں کی امداد کرتے ہیں اور مہمان نوازی فرماتے ہیں ۔ نووی فرماتے ہیں کہ آپ دور جاہلیت میں قریش کے رئیس اور انکی مجلس مشاورت کے ممبر تھے ۔ ان کے محبوب اور ہردلعزیز تھے ۔ جب اسلام آیا ۔ آپ نے اسے ہر ماسوا کے مقابلہ میں ترجیح دی اور اس میں بڑے وقار کے ساتھ داخل ہوئے

زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے معروف سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان دس قریشیوں میں سے ایک تھے جن کی دور جاہلیت کی بزرگی شرف اسلام کے ساتھ متصل ہوئی خون بہا اور قرض کے معاملات آپ کے سپرد کئے جاتے تھے ۔ اور یہ اس لئے تھا کہ قریش کا کوئی بادشاہ نہ تھا جس کی طرف تمام امور لوٹائے جاتے ۔ بلکہ ہر قبیلے میں عام فرماں روائی اسکے رئیس کے لئے ہوتی تھی ۔ پس بنی ہاشم کے پاس سقایت اور رفادت تھی اور اس سے مراد کہ کوئی شخص ان کے دستر خوان کے بغیر کھاتا پیتا نہیں تھا ۔ جبکہ بنو عبدالدار میں حجابت ۔ لواء اور ندوہ کا محکمہ تھا یعنی ان کی اجازت کے بغیر کوئی بیت اللہ شریف میں داخل نہیں ہو سکتا تھا ۔ اور جب قریش جھنڈا اختیار کرنا چاہتے تو بنو عبدالدار ہی ان کے لئے جھنڈا باندھتے ۔ اور جب کسی امر کو پختہ کرنے یا توڑنے کے فیصلے کے لئے جمع ہوتے تو صرف دارالندوہ میں جمع ہو سکتے تھے اور فیصلہ وہیں سے نافذ ہوتا اور

دار الندوہ بنو عبد الدار کا تھا

فصل شراب سے پرہیز کے بارے میں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دور جاہلیت میں سب سے زیادہ پاک دامن تھے ابن عساکر نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ اللہ تعالی کی قسم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دور جاہلیت میں اور اسلام میں کبھی شعر نہ کہا۔ اور آپ نے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دور جاھلیت میں بھی شراب استعمال نہیں فرمائی۔ اور ابو نعیم نے سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے دور جاہلیت میں ہی اپنے اوپر شراب حرام کر رکھی تھی۔ اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر نے کبھی شعر نہ کہا۔ اور ابن عساکر نے ابوالعالیہ الریاحی سے روایت کی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وصحابہ و سلم کے مجمع میں پوچھا گیا کہ کیا دور جاہلیت میں آپ نے شراب نوشی کی؟ آپ نے فرمایا۔ خدا کی پناہ۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا میں اپنی عزت کا بچاؤ اور مروت کی حفاظت کرتا تھا کیونکہ جس نے شراب پی وہ اپنی عزت اور مروت کو ضائع کرنے والا ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر نے سچ کہا۔ ابوبکر نے سچ کہا یعنی دو مرتبہ فرمایا۔ یہ حدیث سند اور متن کے اعتبار سے مرسل غریب ہے۔

فصل۔ آپ کے حلیے کے بیان میں

ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمائی کہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ ہمارے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حلیہ بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کا رنگ گورا۔ کمزور جسم ہلکے رخسار۔ آپ کی چادر پہلوؤں سے ڈھلک جاتی تھی۔ چہرے کی رگیں ابھری ہوئی۔ آنکھیں ذرا گہری پیشانی ابھری ہوئی ہاتھ کی

انگلیوں پر گوشت کم تھا یہ ہے آپ کا حلیہ۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہندی اور کتم (ایک قسم کی بوٹی ہے) کا خضاب استعمال فرماتے تھے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ عالیہ تشریف لائے جبکہ آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی کے بال سفید اور سیاہ ملے جلے نہ تھے چنانچہ آپ نے انہیں مہندی اور کتم کا رنگ لگایا۔

فصل آپ کے اسلام لانے کے بیان میں

ترمذی۔ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں لوگوں میں سے اس کا سب سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلا مسلمان نہیں ہوں؟ کیا اس فضیلت والا نہیں ہوں؟ اور ابن عساکر نے حارث بن علی کے طریق سے روایت کی کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور خیثمہ نے مسند صحیح کے ساتھ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سب سے پہلے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور طبرانی نے کبیر میں اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں شعبی سے روایت کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والا کون ہے؟ فرمایا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیا تو نے حسان کا یہ قول نہیں سنا کہ جب تو اپنے معتمد بھائی کا غم یاد کرے تو اپنے بھائی ابوبکر کی کارکردگی کو یاد کر جو کہ نبی علیہ السلام کے مخلوق میں سب سے بہتر سب سے زیادہ متقی اور عادل اور اپنے فرائض باحسن وجوہ سرانجام دینے والے ہیں اور آپ کی قابل تحسین حاضری ہے کہ غار میں دوسرے آپ ہیں اور لوگوں میں سب سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

اور ابو نعیم نے فرات بن سائب سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے میمون بن

مہران سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک حضرت علی افضل ہیں یا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم ؟ راوی نے کہا کہ آپ کانپنے لگے حتی کہ آپ کے ہاتھ سے عصا گر گیا پھر فرمایا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ میں ایسے زمانے تک باقی رہوں گا جس میں ان دونوں کے برابر کسی اور کو ٹھہرایا جائے گا۔ ان دونوں کی خوبی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے دونوں اسلام کا سر تھے۔ میں نے کہا کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر ہیں یا علی ؟ فرمایا واللہ ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اس زمانے میں ایمان لائے جب آپ کا گذر بحیرہ راہب پر ہوا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت خدیجہ کے مابین نکاح کے سلسلے میں آتے جاتے رہے حتی کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور علیہ السلام کے ساتھ عقد نکاح ہوا۔ اور یہ سب کچھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت سے پہلے کا ہے۔ اور فرمایا کہ آپ مشرف باسلام ہونے والی مخلوق حضرات صحابہ کرام اور تابعین میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ بلکہ بعض نے اس پر اجماع کا دعوی کیا ہے

ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے مسلمان حضرت علی ہیں اور ایک قول کے مطابق حضرت خدیجہ ہیں رضی اللہ عنہا۔ اور ان اقوال کو یوں جمع کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے مسمان ہیں۔ اور جمع کی یہ توجیہہ سب سے پہلے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمائی۔ اور ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر نے حضرت سالم بن جعد سے روایت کی کہ میں نے حضرت محمد بن حنیفہ سے کہا کہ کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قوم میں سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے ؟ فرمایا نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ برتری اور سبقت کیونکہ لے گئے یہاں تک کہ ابوبکر کے سوا کسی کا نام ہی نہیں لیا جاتا۔ کہنے لگے اس لئے کہ اسلام لانے میں سب سے افضل تھے حتی کہ اپنے پروردگار سے جا ملے۔ اور ابن عساکر نے سند جید کے ساتھ محمد بن سعید بن ابی وقاص سے روایت کی کہ آپ نے اپنے والد حضرت سعد سے کہا کہ کیا ابوبکر آپ لوگوں میں اسلام لانے میں اول تھے ؟۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ آپ سے پہلے پانچ سے زیادہ افراد اسلام

لا چکے تھے ۔ لیکن آپ اسلام میں ہم سے بہتر تھے ۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہل بیت ہر کسی سے پہلے آپ پر ایمان لائے ۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ ' آپ کے غلام زید ' زید کی بیوی ام ایمن ۔ حضرت علی اور ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم انتہی

اور ابن عساکر نے عیسی بن یزید سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق فرماتے ہیں کہ میں صحن کعبہ میں بیٹھا تھا اور زید بن عمرو بن نفیل بھی وہاں بیٹھا تھا کہ وہاں سے امیہ بن صلت کا گذر ہوا ۔ کہنے لگا اے خیر چاہنے والے ! تم نے کیسے صبح کی؟ اس نے کہا کہ خیریت کے ساتھ ۔ کہنے لگا کہ کیا تو نے کچھ پایا ؟ زیدبن عمرو نے کہا کہ نہیں ۔ کہا قیامت کے دن ہر دین سوائے اس دین حنیف کے جس کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا ہلاکت ہے ۔ لیکن یہ نبی جس کی انتظار کی جا رہی ہے ہم سے ہے یا تم سے ؟ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے میں نے کسی نبی کے متعلق نہیں سنا تھا جسکی انتظار ہو یا مبعوث کیا جائے ۔ میں ورقہ بن نوفل کو ملنے کے ارادے سے نکلا ۔ اور ورقہ اکثر آسمان کی طرف دیکھتے ۔ ان کے سینے سے اکثر آواز سی آتی ۔ میں نے ان کے پاس یہ واقعہ بیان کیا ۔ کہنے لگے ہاں اے میرے بھائی اہل کتاب اور ان کے علماء کہتے ہیں کہ یہ نبی جس کی انتظار کی جا رہی ہے وہ عرب کے بہترین نسب میں سے ہو گا اور مجھے علم الانساب حاصل ہے اور تمہاری قوم نسب میں عرب کی بہترین ہے ۔ میں نے کہا اے چچا ! نبی کیا کہے گا ؟ فرمایا وہی کہے گا جو اس سے کہا جائے گا ۔ مگر یہ کہ وہ ظلم کرے گا نہ کرنے اجازت دے گا ۔ فرماتے ہیں رسول کریم علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا تو میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی ۔

ابن اسحاق نے فرمایا کہ مجھے محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن الحصین التمیمی نے بیان فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جسے بھی اسلام کی دعوت دی اس نے توقف ۔ تردد اور غور و فکر کیا سوائے ابوبکر کے کہ میں نے جیسے ہی اسکے پاس اسلام کا ذکر کیا اس نے کوئی حیل و حجت نہیں کی ۔ نہ ہی تردد کیا ۔ بیہقی نے

فرمایا کہ یہ اس لئے کہ آپ دعوت اسلام سے پہلے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی نبوت کے دلائل دیکھ رہے تھے اور روایات سن چکے تھے تو جب آپ نے انہیں دعوت دی آپ اس سے پیشتراس میں غور و فکر کر چکے تھے پس فوراً اسلام لے آئے ۔ پھر ابو میسرہ سے روایت کی رسول کریم علیہ السلام جب باہر نکلتے تو کسی کو یا محمد کی ندا کرتے ہوئے سنتے ۔ آواز سن کر آپ جلدی جلدی چلتے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ بات رازدارانہ انداز سے کہتے کیونکہ آپ اسلام سے پہلے کے زمانے ہی سے آپ کے دوست تھے ۔

اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اسلام کے متعلق جس سے بھی بات کی اس نے انکار کیا اور مجھ سے تکرار کی سوائے ابن ابی قحافہ کے کہ میں نے اس سے جس مسئلے میں بھی گفتگو کی اس نے اسے قبول کیا اور اس پر استقامت اختیار کی ۔ اور بخاری نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کیا تم میری خاطر میرے ساتھی کو چھوڑنے والے ہو ؟ میں نے کہا اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو تم نے کہا کہ جھوٹے ہو جب کہ ابوبکر نے کہا کہ آپ سچے ہیں

فصل آپ کی صحبت اور غزوات کے بیان میں۔

علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے وقت سے لے کر حضور علیہ السلام کی وفات تک آپ کی صحبت کا شرف پایا ۔ سفرو حضر میں کبھی آپ سے جدا نہ ہوئے سوائے اس حج یا غزوہ کے جس میں حضور علیہ السلام نے آپ کو نکلنے کی اجازت عطا فرمائی ۔ اور آپ کے ساتھ تمام غزوات میں حاضری دی اور آپ کی معیت میں ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت میں اپنے اہل و عیال کو چھوڑ دیا۔ اور آپ حضور علیہ السلام کے غار کے ساتھی ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ثانی اثنین اذ هما فی الغار اذ یقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا۔ دو

میں سے دو سرے جب کہ دونوں غار میں تھے جب کہ آپ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کر بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اور بے شمار مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر جانثاری کے لئے ڈٹ گئے۔ اور غزوات میں آپ کے بڑے عظیم کارنامے ہیں۔ احد اور حنین کے دن ثابت قدم رہے جب کہ لوگوں کے قدم اکھڑ گئے تھے۔ جیسا کہ آپ کی شجاعت کے بیان میں آئے گا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ ملا ئکہ یوم بدر میں ایک دوسرے کو بشارت دی کہ دیکھو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ چھپر میں موجود ہیں۔ اور امام احمد کے ابو یعلی اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ غزوہ بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے اور ابوبکر صدیق کو فرمایا کہ تم میں سے ایک کے ساتھ جبریل ہے اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہے۔ اور ابن عساکر نے ابن سیرین سے روایت کی کہ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر بدر کے دن مشرکین کے ساتھ تھے جب اسلام لے آئے تو اپنے والد بزرگوار سے کہنے لگے کہ آپ بدر کے دن میرے نشانے پر آئے لیکن میں نے آپ سے پہلوتہی کی اور قتل نہیں کیا۔ یہ سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن میرے نشانے پر اگر تو آ جاتا تو میں تجھ سے کبھی دریغ نہ کرتا۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ اہدفت کا معنی آپ سامنے آئے اسی لئے اونچی عمارت کو ہدف کہتے ہیں۔

فصل۔ آپ کی شجاعت اور سب سے بہادر ہونے کے بیان میں

بزار نے اپنی مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟۔ لوگوں نے کہا آپ۔ فرمایا میرے مقابلہ میں تو جو بھی آیا میں نے اس سے بدلہ لیا لیکن مجھے سب سے زیادہ بہادر کی خبر دو۔ لوگوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ کیونکہ جب یوم بدر تھا ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے ایک چھپر بنایا۔ پس ہم نے سوچا کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ کون ہو گا تاکہ آپ تک کوئی مشرک نہ

پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم میں سے کوئی بھی سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریب نہ آیا۔ آپ تلوار سونت کر سرکار علیہ السلام کے پاس کھڑے ہو گئے۔ جو بھی آپ کی طرف رخ کرتا آپ اس کی طرف لپکتے۔ پس آپ ہیں سب سے زیادہ بہادر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش نے پکڑ رکھا ہے۔ کوئی دھکے دے رہا ہے کوئی گرا رہا ہے۔ اور وہ بک رہے ہیں کہ تو ہی وہ ہے جو صرف ایک ہی معبود قرار دیتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم۔ ہم میں سے ابوبکر صدیق کے سوا کوئی قریب نہ آیا۔ کسی کو آپ مارتے ہیں کسی کو دھکا دیتے ہیں کسی کو لتاڑتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک فرمائے کیا تم ایسی شخصیت کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے اوپر کی چادر کا پلہ اٹھایا اور اس قدر روئے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔ پھر فرمایا میں تمہیں قسم دیتا ہوں بتاؤ کہ آل فرعون کا مسلمان بہتر ہے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ قوم مسئلہ نہ جانتے ہوئے خاموش رہی۔ فرمایا مجھے جواب کیوں نہیں دیتے اللہ تعالیٰ کی قسم ابوبکر کی زندگی کی ایک گھڑی آل فرعون کے مسلمان سے بہتر ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جس نے اپنا ایمان چھپایا۔ جبکہ یہ وہ ہیں جنہوں نے علی الاعلان ایمان کا اظہار فرمایا۔

اور بخاری نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشرکین کے سب سے زیادہ شدید سلوک کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ عقبہ بن ابی معیط حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا جبکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس بدبخت نے آپ کی گردن میں چادر ڈال کر شدید طریقے سے مروڑا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور اس بدبخت کو آپ سے جدا کیا اور فرمایا کیا تم اسے قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلائل لے کر تشریف لایا ہے۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ آپ نے فرمایا غزوہ احد کے دن سب لوگ حملے کی شدت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس سے منتشر ہو گئے سب سے پہلے میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حدیث کا باقی حصہ آگے آئے گا۔

اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ کرام جمع ہو گئے ان کی تعداد ۳۸ تھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ظاہر ہونے کا اصرار کیا تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا اے ابوبکر! ہم تھوڑے ہیں۔ لیکن آپ کا اصرار جاری رہا حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اور مسلمان مسجد کی اطراف وجوانب میں پھیل گئے۔ ہر شخص اپنے قبیلے میں تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ آپ پہلے خطیب ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف دعوت دی اور مشرکین حضرت ابوبکر اور دوسرے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسجد کی مختلف اطراف میں شدید پٹائی کی۔ اور اس حدیث کا بقیہ بعد میں آئے گا۔ اور ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تو آپ نے علی الاعلان اپنے اسلام لانے کا اظہار فرمایا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔

فصل حضور علیہ السلام کی خدمت میں مال خرچ کرنے اور تمام صحابہ کرام سے زیادہ سخی ہونے کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وسیجنبھا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی**۔ اور اس سے دور رکھا جائے گا وہ سب سے زیادہ پرہیز گار جو کہ اپنا مال پاک ہونے کے لئے دیتا ہے۔ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کسی کے مال نے کبھی بھی اس قدر نفع نہیں دیا جس قدر صدیق اکبر کے مال نے دیا۔ پس ابوبکر رونے لگے اور عرض کی۔ یارسول اللہ! میں اور میرا مال سب کچھ آپ ہی کا ہے۔ اور ابویعلی نے مرفوعا اسی کی مثل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ حضرت علی۔ ابن عباس۔ انس۔ جابر بن عبداللہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہم کی حدیث بھی روایت کی گئی ہے۔ اور اسے خطیب نے سعد بن المسیب سے مرسلا روایت فرمایا اور اضافہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر صدیق کے مال میں بالکل اسی طرح فیصلہ فرماتے جس طرح کہ اپنے ذاتی مال ہیں۔ اور ابن کثیر نے حضرت عائشہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے طرق سے روایت فرمائی کہ جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اسلام لائے آپ کے پاس ۴۰ ہزار دینار تھے اور ایک روایت کے الفاظ میں ۴۰ ہزار درہم ہے جب دوران ہجرت مدینہ عالیہ کی طرف نکلے تو صرف پانچ ہزار باقی تھے۔ سب کا سب مال غلام آزاد کرنے اور اسلام کی خاطر تعاون کرنے میں صرف کر دیا۔ اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سات غلاموں کو آزاد کیا جنہیں اللہ تعالی کی راہ میں سزا دی جاتی تھی۔

اور ابن شاہین نے سنت میں۔ بغوی نے اپنی تفسیر میں اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرمائی کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ کی خدمت میں حضرت ابوبکر صدیق عباء پہنے حاضر تھے جس میں آپ نے اپنے سینے پر کیل کے ساتھ گرہ دے رکھی تھی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ کہ میں ابوبکرؓ کو اس کیفیت میں دیکھ رہا ہوں تو آپ نے فرمایا اے جبریل! اس نے فتح سے پہلے اپنا مال مجھ پر خرچ کر دیا۔ جبریل کہنے لگے کہ اللہ تعالی ان پر سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے اس سے کہو کہ کیا تو فقر کی اس حالت میں مجھ پر راضی ہے یا نہیں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کیا میں اپنے رب پر ناراض ہو سکتا ہوں؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں

۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں ۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں ۔ یہ حدیث غریب ہے اور اسکی سند انتہائی ضعیف ہے

اور ابو نعیم نے حضرت ابوہریرہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے اسی کی مثل روایت کی ۔ اور ان دونوں کی سند بھی ضعیف ہے ۔ اور خطیب نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر جبریل نازل ہوا اور اس پر ایک ٹاٹ ہے جسے پہنے ہوئے تھا ۔ میں نے کہا جبریل یہ کیا؟ کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے فرشتوں کو اسی طرح کا لباس پہننے کا حکم دیا ہے ۔ ابن کثیر کہتے ہیں انتہائی منکر حدیث ہے ۔ اور کہا کہ اگر اس روایت کو اور اسے پہلی روایت کو کثیر لوگوں نے ایک دوسرے سے قبول نہ کیا ہوتا تو ان سے بے توجہی زیادہ بہتر تھی ۔

اور ابن درید اور ترمذی نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ ہمیں رسول پاک علیہ السلام نے صدقہ کرنے کا حکم دیا قدرتی طور پر اس وقت میرے پاس مال تھا ۔ میں نے سوچا کہ میں حضرت ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا اگر آج سبقت لے گیا پس میں آدھا مال لے آیا ۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑ آیا ہے ؟ میں نے عرض کی اس کے برابر چھوڑ آیا ہوں ۔ اتنے میں ابوبکر جو کچھ پاس تھا لے کر حاضر ہو گئے ۔ حضور علیہ والسلام نے فرمایا اے ابوبکر! اپنے اہل خانہ کے لئے کیا چھوڑ آیا ہے ؟ عرض کی ۔ میں ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں ۔ پس میں نے کہا کہ میں ان سے کسی کارِ خیر میں کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا ۔ ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث حسن صحیح ہے

اور ابو نعیم نے حضرت حسن بصری سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی خدمت میں اپنا صدقہ لے کر حاضر ہوئے اور اسے چھپا کر رکھا ۔ عرض کی یارسول اللہ ! یہ ہے میرا صدقہ ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے میرے نزدیک آخرت ہے ۔ اتنے میں عمر اپنا صدقہ لے کر حاضر آئے اور اسے ظاہر کیا ۔ عرض کی ۔ یا رسول اللہ

! یہ ہے میرا صدقہ ۔ اور میرے نزدیک اللہ ہی کے لئے آخرت ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے صدقات کے مابین اتنا ہی فرق ہے جسا تمہارے کلمات کے درمیان ۔ اسکی سند جید ہے لیکن مرسل ہے

اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی ہمارے ہاں خدمات ہیں ہم نے اسے بدلہ دے دیا ہے سوائے ابوبکر صدیق کے کیونکہ اس کی خدمات کا صلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عطا فرمائے گا ۔ اور مجھے کسی کے مال نے اس قدر نفع نہیں دیا جس قدر ابوبکر صدیق کے مال نے ۔ اور بزار نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے دن اپنے والد ابو قحافہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا ۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے بڑے میاں کو وہیں کیوں نہ رہنے دیا حتی کہ میں خود اس کے پاس آتا عرض کی : بلکہ ان کا زیادہ حق ہے کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوں فرمایا اس کے بیٹے کی خدمات کے پیش نظر ہم اس کا احترام کرتے ہیں ۔ اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے عظیم خدمات ابوبکر کی ہیں ۔ اس نے اپنی ذات اور اپنے مال کے ساتھ میری معاونت کی اور اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی ۔

فصل آپ کے علم اور صحابہ کرام میں افضل اور زیادہ صاحب عقل ہونے کے بیان میں

نووی نے اپنی تہذیب میں فرمایا کہ سیوطی فرماتے ہیں، اور انہیں کی تحریر سے میں اسے نقل کر رہا ہوں کہ ہمارے اصحاب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت علم پر آپ کے اس قول سے استدلال کیا ہے جو کہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس شخص کے ساتھ ضرور جنگ کروں گا جس نے نماز اور زکوۃ کے درمیان فرق کیا ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر انہوں نے مجھ سے ایک رسی بھی روک لی جسے وہ حضور صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں ادا کرتے تھے تو میں اس کے روکنے پر ان سے جنگ لڑوں گا۔ اور شیخ ابو اسحاق نے اپنے طبقات میں اس امر سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ علم والے تھے کیونکہ آپ کے سوا سبھی نے اس مسئلہ کے بارے میں فیصلہ میں توقف کیا۔ پھر آپ کے مباحثے کے بعد ان پر واضح ہو گیا کہ قول آپ ہی کا درست ہے تو سب نے اسکی طرف رجوع کر لیا۔ اور ہمیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت پہنچی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کو فتویٰ کون دیتا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ مجھے علم نہیں

اور شیخین نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول پاک علیہ الصلوۃ و السلام نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا کے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اس کے درمیان اختیار دیا ہے تو اس بندے نے اسے اختیار کر لیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! ہم آپ پر اپنے ماں باپ قربان کر دیں۔ ہمیں تعجب ہوا کہ سرکار علیہ السلام ایک بندے کے متعلق خبر دے رہے ہیں۔ جسے اختیار دیا گیا اور یہ رو رہے ہیں۔ پس جسے اختیار دیا گیا وہ خود حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے اور ابوبکر ہم سے زیادہ عالم تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اپنی صحبت اور مال کے ساتھ سب سے زیادہ میری خدمت کرنے والا ابوبکر ہے۔ اگر میں کسی کو اپنے رب کے سوا خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔ لیکن اسلام کی اخوت اور مودت ہے ابوبکر کے دروازے کے سوا کوئی دروازہ باقی نہ رہنے دیا جائے یہ نووی کلام ہے۔

اور ابن کثیر نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق صحابہ کرام میں قرات کے سب سے زیادہ عالم تھے۔ کیونکہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ کرام کو نماز پڑھانے کے لئے بطور امام آگے کیا جبکہ آپ کا ارشاد ہے کہ قوم کی امامت وہ کرائے جو کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو۔ اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس قوم میں ابوبکر ہو تو اسکے سوا کسی کو ان کی امامت نہیں کرانا چاہئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ سنت کا علم سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ پیش آنے والے کئی ایک موقعوں پر صحابہ کرام آپ کی طرف رجوع کرتے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں ظاہر فرمائیں جو آپ کو یاد ہیں جنہیں ضرورت کے وقت آپ پیش کرتے لیکن صحابہ کرام کے پاس ان کا علم نہ ہوتا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ آپ نے بعثت شریفہ کے آغاز سے وفات تک پابندی کے ساتھ صحبت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف پایا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے زیادہ بصیرت اور عقل والے ہیں

روایت حدیث کی قلت کی وجہ

اور آپ سے مسند احادیث کی روایت بہت کم ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی مدت کم تھی اور جلد وفات ہو گئی ورنہ اگر آپ کی مدت زیادہ ہوتی تو آپ سے کثیر تعداد میں مرویات ہوتیں۔ تو آپ سے نقل کرنے والوں نے کوئی حدیث نہیں چھوڑی جسے نقل نہیں کیا۔ لیکن آپ کے زمانے میں جو صحابہ کرام تھے ان میں سے کوئی اس حدیث شریف کو آپ سے نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تھا جس کی روایت میں وہ خود شریک تھا۔ پس آپ سے صرف وہی حدیث نقل کرتے تھے جو ان کے پاس نہیں ہوتی تھی

اور ابو القاسم بغوی نے میمون بن مہران سے روایت کی آپ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمے کے دو فریق حاضر ہوتے تو آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نظر کرتے اگر ان کی درمیان فیصلے کا مواد مل جاتا تو اسکے مطابق فیصلہ فرماتے۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ملتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مسئلہ کے بارے میں سنت کا علم ہوتا تو اسکے ساتھ فیصلہ فرماتے۔ اگر عاجز رہتے تو باہر نکل کر

مسلمانوں سے سوال کرتے اور فرماتے کہ میرے پاس اس قسم کا مقدمہ آیا ہے کیا تمہیں علم ہے کہ اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے کوئی فیصلہ فرمایا ہو ؟ تو کئی دفعہ آپ کے پاس ایک گروہ جمع ہو جاتا جو کہ سب کے سب اس مسئلہ میں حضور علیہ السلام کے فیصلے کا ذکر کرتے ۔ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں جس نے ہم میں ایسے لوگ مقرر فرمائے جو کہ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے احکام کو یاد رکھتے ہیں ۔ اگر اس بارے میں رسول پاک علیہ السلام کی کوئی سنت پانے سے بھی عاجز رہتے تو سربر آوردہ اور بزرگ حضرات کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیتے ۔ اگر وہ ایک رائے پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے ۔ اگر قرآن و سنت میں فیصلہ پانے سے عاجز رہتے تو دیکھتے کہ کیا اس بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کوئی فیصلہ ہے ؟ اگر حضرت کا کوئی فیصلہ مل جاتا تو اسی کے مطابق فیصلہ فرماتے ۔

اور اس کے علاوہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو انساب عرب کا علی الخصوص قریش کے نسب کا علم سب سے زیادہ تھا ۔ ابن اسحاق نے یعقوب سے انہوں نے عتبہ سے انہوں نے انصار کے ایک شیخ سے روایت کی ۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن جبیر بن مطعم قریش میں قریش اور تمام عرب کے نسب کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے ۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے علم الانساب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ہے ۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرب کے بڑے ماہر انساب تھے ۔ اور اسکے ساتھ ساتھ آپ خواب کی تعبیر میں انتہائی مہارت رکھتے تھے ۔ بلکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے زمانے میں خواب کی تعبیر بیان کیا کرتے تھے ۔ اور ابن سیرین فرماتے ہیں جو کہ اس علم میں بالاتفاق سب سے آگے ہیں ۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے بعد اس امت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خواب کی تعبیر کہنے والے ہیں ۔ اسے ابن سعد نے روایت کیا ۔ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اور ابن عساکر نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا

ہے کہ میں ابوبکر کے سامنے خواب کی تاویل بیان کروں۔ ابن کثیر نے اس حدیث کو غریب کہا۔

اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح اور خطیب تھے۔ زبیر بن بکار فرماتے ہیں کہ میں نے بعض اہل علم کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول کریم علیہ السلام کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے خطیب حضرت ابوبکر اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما تھے۔ اور حدیث سقیفہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول آ رہا ہے کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا علم اور خوف رکھنے والے تھے۔ اور اس بارے میں آپ کی گفتگو تعبیر رؤیا کی فصل میں آئے گی۔ اور آپ کے چند خطبات مستقل فصل میں آئے گے۔ اور صحابہ کرام میں آپ کے سب سے زیادہ عالم ہونے پر دلالت کرنے والے واقعات میں سے صلح حدیبیہ ہے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس صلح کے متعلق سوال کیا اور عرض کی کہ ہم اپنے دین کے بارے میں مبنی بر نقص شرط کیوں قبول کریں؟ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اس کا جواب عطا فرمایا۔ پھر آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف گئے ان سے بھی وہی سوال کیا جو کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کیا تھا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے بعینہ وہی جواب دیا جو کہ نبی کریم علیہ السلام نے دیا تھا۔ اسے بخاری وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ صحابہ کرام میں آپ نہایت درست رائے اور کامل عقل والے تھے۔ اور تمام الراوی اپنے فوائد میں اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ ابوبکر سے مشورہ طلب کیا کریں۔ اور طبرانی۔ ابو نعیم وغیرہما نے حضرت معاذ بن جبل سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب معاذ کو یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اپنے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مشورہ طلب کیا جن میں حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم شامل تھے تو

ہر شخص نے اپنی رائے پیش کی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! تیرا کیا خیال ہے؟ میں نے عرض کی حضور میری رائے اسی کے مطابق ہے جو کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کا حکم آسمان پر نافذ ہے پسند نہیں فرماتا کہ ابوبکر غلطی کرے۔ اسے ابن اسامہ نے اپنی مسند میں ان لفظوں کے ساتھ روایت فرمایا کہ آسمان پر متصرف اللہ سبحانہ پسند نہیں فرماتا کہ ابوبکر صدیق زمین میں غلطی کرے۔ اور طبرانی نے اوسط میں سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا کہ ابوبکر غلطی کرے۔ اسکے رجال با اعتماد ہیں۔

فصل آپ حافظ قرآن ہیں

نووی نے اپنی تہذیب میں فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق ان صحابہ میں سے ایک ہیں جنہیں پورا قرآن کریم حفظ تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ایسا ایک اور گروہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ابن کثیر ہیں جنھوں نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا۔ رہی حضرت انس کی حدیث کہ قرآن کریم حضور علیہ السلام کے زمانے میں جمع کیا گیا تو اس سے آپ کی مراد انصار ہیں۔ جیسا کہ میں نے اپنی کتاب "الاتقان" میں اس کی وضاحت کی ہے۔ لیکن جو ابن ابو داؤد نے شعبی سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے جبکہ سارا قرآن جمع نہیں کیا گیا تھا تو اسے رد کیا گیا ہے یا اس کی یہ تاویل کی جائے گی کہ اس سے مراد اسے مصحف میں اس ترتیب کے مطابق جمع کرنا ہے جو عثمان رضی اللہ عنہ نے کی۔

فصل صحابہ کرام میں افضل اور بہتر ہونے کے بیان میں

اہل سنت کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد

سب سے افضل ابو بکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان ۔ پھر باقی عشرہ مبشرہ ۔ پھر باقی اہل بدر ۔ پھر باقی اہل احد ۔ پھر باقی اہل بیعۃ رضوان پھر باقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ اسی طرح حکایت کی گئی ہے ۔ اور بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کے درمیان فضیلت بیان کرتے تو سب سے افضل حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان کو قرار دیتے رضی اللہ عنہم اور طبرانی میں یہ زاید بیان کیا کہ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علم میں تھی لیکن اس کا انکار نہیں فرماتے تھے ۔ اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہوتے اور ہم حضرت ابو بکر ۔ عمر ۔ عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو فضیلت دیتے تھے ۔ اور ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جماعت جو کہ کثیر تعداد میں تھے کہا کرتے تھے کہ اس امت میں اسکے نبی علیہ السلام کے بعد سب سے افضل حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان ہیں رضی اللہ عنہم ۔ پھر ہم سکوت اختیار کر لیتے ۔

اور ترمذی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر کو کہا: اے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر! تو صدیق اکبر نے فرمایا اگر تو نے یہ کہا ہے تو میں نے بھی رسول پاک علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ عمر سے بہتر کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا اور بخاری نے حضرت محمد بن علی بن ابی طالب سے روایت کی ۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا کہ رسول پاک علیہ السلام کے بعد لوگوں میں کون سب سے بہتر ہے ؟ فرمایا حضرت ابو بکر ۔ میں نے کہا پھر کون ؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہما ۔ اور میں نے محسوس کیا کہ حضرت عثمان کا نام لیں گے ۔ میں نے کہا پھر آپ ؟ فرمایا میں تو مسلمان میں سے ایک شخص ہوں ۔

اور امام احمد وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ اس امت

میں اسکے نبی علیہ السلام کے بعد سب سے بہتر ابوبکر اور عمر ہیں ذھبی کہتے ہیں کہ یہ حضرت علی سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ پس رافضہ پر اللہ کی لعنت ہو کس قدر جاہل ہیں۔ اور ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ ابوبکر ہمارے سردار۔ ہم سے بہتر اور رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو ہم سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ اور ابن عساکر نے عبدالرحمٰن بن ابی یعلی سے روایت فرمائی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا۔ کہ خبردار بے شک اس امت میں اسکے نبی علیہ السلام کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں۔ تو جس نے اس کے سوا کچھ کہا وہ مفتری اور بہتان طراز ہے۔ اس پر وہی سزا ہے جو کہ مفتری کی ہے اور ابن ابی یعلی سے یہ بھی روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے مجھے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دی میں اسے مفتری کی سزا والے کوڑے لگاؤں گا۔ اور عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابو نعیم وغیرہما نے کئی طرق سے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع ہوا نہ غروب جو کہ ابوبکر سے افضل ہو سوائے اس کے کہ نبی ہو اور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ انبیاء و مرسلین کے بعد کسی ایسے پر جو کہ ابوبکر سے افضل ہو۔ اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں بھی ایسا ہی وارد ہے اور اسکے الفاظ یہ ہیں کہ تم میں سے کسی پر سورج طلوع نہیں ہوا جو کہ اس سے افضل ہو اسے طبرانی وغیرہ نے اخراج فرمایا۔ اس کے دوسری وجوہ سے بھی ایسے شواہد ہیں جو کہ اسکے صحیح یا حسن ہونے کا تقاضا کرتے ہیں اور ابن کثیر نے اس کی صحت کے حکم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور طبرانی نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ابوبکر سب سے بہتر ہیں مگر یہ کہ نبی ہو۔ اور اوسط میں حضرت سعد بن زرارہ سے مروی کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ روح القدس جبریل نے مجھے خبر دی کہ آپ کے بعد آپ کی امت میں سب سے بہتر ابوبکر ہیں رضی اللہ عنہ۔ اور شیخین نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض

کی یا رسول اللہ ! آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کس سے محبت ہے ؟ فرمایا عائشہ سے رضی اللہ عنہا ۔ پھر مردوں میں کون ہے ؟ فرمایا اس کا باپ ۔ میں نے عرض کی پھر کون ؟ فرمایا پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ اور یہ حدیث ثم عمر کے لفظ کے بغیر حضرت انس ۔ ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت سے وارد ہے ۔ اور ترمذی ۔ نسائی اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ عبد اللہ بن شقیق سے روایت کی ۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اصحاب رسول علیہ السلام میں سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں کون زیادہ محبوب تھا ؟ ۔ پھر فرمایا حضرت ابوبکر میں نے کہا پھر کون ؟ فرمایا عمر۔ میں نے کہا پھر کون ؟ فرمایا ابو عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

اور ترمذی وغیرہ نے حضرت انس سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور عمر کے لئے فرمایا کہ یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے بعد اولین و آخرین کے ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں ۔ اور اسی کی مثل حضرت علی سے مروی ہے اور اس باب میں حضرت ابن عباس ۔ ابن عمر۔ ابو سعید خدری اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم کی روایات بھی ہیں اور طبرانی نے اوسط میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ جس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دی اس نے مہاجرین اور انصار کی توہین کی ۔ اور ابن سعد نے امام زہری سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسان بن ثابت سے فرمایا کہ کیا تو نے ابوبکر کے بارے میں کچھ کہا ہے ؟ عرض کی جی ہاں ۔ فرمایا کہو میں سنتا ہوں ۔ حسان کہنے لگے کہ وہ غار مبارک میں دو کا دوسرا تھا جبکہ دشمن نے پہاڑ پر چڑھ کر اسے گھیرے میں لے لیا ۔ اور وہ رسول علیہ السلام کا محبوب ہے لوگ جانتے ہیں کہ آپ مخلوق میں اس کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر کھل کر مسکرائے کہ پچھلی داڑھیں ظاہر ہو گئیں ۔ اور فرمایا حسان ! تو نے سچ کہا وہ ایسا ہی ہے جیسا تو نے کہا۔

فصل

امام احمد اور ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر ہے۔ اور ان میں اللہ تعالٰی کے حکم کی حمایت میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے اور حیاء میں ان سب سے سچا عثمان ہے۔ ان میں حلال حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا معاذ بن جبل ہے۔ علم الفرائض کا سب سے زیادہ عالم زید بن ثابت ہے۔ سب سے زیادہ قاری ابی بن کعب ہے اور ہر امت کا امین ہوتا ہے جبکہ اس امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ اور اسے ابو یعلی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کیا اور یہ الفاظ زائد بیان کئے کہ میری امت کا سب سے بڑا زاہد اور بڑا سچا ابو ذر ہے۔ اور ابو درداء میری امت کا سب سے بڑا عبادت گذار اور متقی ہے اور معاویہ ابن ابو سفیان میری امت کا سب سے زیادہ بردبار اور سخی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

فصل آپ کی تعریف۔ تصدیق اور شان میں اترنے والی آیات کے بیان میں۔

تجھے معلوم رہے کہ میں نے بعض حضرات کی ایک کتاب دیکھی جس میں ان حضرات کے نام ذکر کئے ہیں۔ جن کے متعلق قرآن کریم اترا لیکن وہ کتاب قابل اصلاح اور نامکمل ہے۔ جبکہ میں نے اس بارے میں ایک جامع اور مکمل کتاب تالیف کی ہے۔ اور یہاں میں اس کا خلاصہ بیان کرتا ہوں جو کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا **ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ**۔ آپ دو کے دوسرے تھے جب کہ وہ دونوں غار میں تھے جب کہ آپ اپنے رفیق سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کرو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ تعالٰی نے آپ پر اپنی تسکین نازل فرمائی۔ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ آیت

میں مذکور صاحب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ۔ اور اس کے متعلق ایک حدیث آگے آئے گی ۔ اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول **فانزل اللہ سکینتہ علیہ** کے متعلق روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ ابوبکر پر تسکین اتاری کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو ہمیشہ تسکین سایہ فگن رہی ۔ اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے عوض خرید لیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں **والیل اذا یغشی** ۔ سے **ان سعیکم لشتی** تک یعنی تمہاری کوشش جدا جدا ہے یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور امیہ وابی کی کوشش ۔

اور ابن جریر نے عامر بن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں غلاموں کو اسلام لانے پر آزاد کرتے تھے ۔ آپ بوڑھی خواتین اور دوسری عورتوں کو ان کے اسلام لانے پر آزاد کر دیتے تھے آپ کے باپ نے کہا کہ بیٹے ! میں دیکھتا ہوں کہ تو کمزور لوگوں کو آزاد کرتا ہے اگر تو طاقت ور مردوں کو آزاد کرتا تو وہ تیرے کام کاج میں تیرا ہاتھ بٹاتے اور تیری حفاظت اور دفاع کرتے آپ نے فرمایا کہ اے باپ ! میں تو وہ کچھ چاہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے ۔ راوی فرماتے ہیں کہ مجھے میرے بعض گھر والوں نے بتایا کہ یہ آیات اسی کے بارے میں اتریں **فاما من اعطی واتقی و صدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری** یعنی جس نے راہ خدامیں مال دیا اور تقوی اختیار کیا اور اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم اسکے لئے آسان راہ آسان کر دیں گے ۔ اور ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ سات غلام آزاد کئے جنہیں راہ خدا میں عذاب دیا جاتا تھا ۔ پس یہ آیات اتریں **و سیجنبھا الاتقی الذی یوتی مالہ تیز کی وما لاحد عندہ من نعمتہ تجزی الاابتغاء وجہ ربہ الا علی ولسوف یرضی** اور اس (آگ) سے وہ نہایت پرہیزگار دور رکھا جائے گا جو کہ اپنا مال پاک کرنے

لئے دیتا ہے اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ چکایا جائے بجز اس کے کہ وہ اپنے پروردگار اعلیٰ کی رضا چاہتا ہے اور وہ راضی ہو گا

اور بزار نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ **وما لاحد عنده من نعمته تجزی** سے لے کر سورت کے آخر تک آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اور بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی قسم کو توڑنے کا ارتکاب نہیں کرتے تھے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارہ کا حکم نازل فرمایا۔ اور بزار اور ابن عساکر نے حضرت اسید بن صفوان رضی اللہ عنہ سے جو کہ صحابی ہیں روایت کی آپ نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **والذی جاء بالحق** (یعنی جو حق لے کر آیا) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں و صدق بہ (اور جس نے اس کی تصدیق کی) حضرت ابوبکر صدیق ہیں رضی اللہ عنہ ابن عساکر فرماتے ہیں کہ بالحق کے ساتھ روایت اسی طرح ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قرائت ہو

اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول **وشاورہم فی الامر** کے متعلق روایت کی کہ یہ حضرت ابوبکر اور عمر کے متعلق نازل ہوئی رضی اللہ عنہما۔

اور ابی حاتم نے شوذب سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ آیت **ولمن خاف مقام ربہ جنتان** صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے وصالح المومنین کے متعلق روایت کی کہ یہ ابوبکر اور عمر کے متعلق اتری رضی اللہ عنہما۔ اور عدی بن حمید نے اپنی تفسیر میں امام مجاہد سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ جب آیت **ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی** نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو خیر بھی نازل فرمائی ہمیں اس میں شامل فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی **ہو الذی یصلی علیکم و ملائکتہ** اور ابن عساکر نے حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ یہ

آیت حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی **و نزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین** ۔ اور ہم نکال لیں گے جو کچھ ان کے سینوں میں کینہ تھا بھائی بھائی ہونگے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے

اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ **و وصینا الانسان بوالدیہ حسنا** حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی اور ابن عساکر نے ابن عیینہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمان کو رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں عقاب فرمایا سوائے اکیلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کہ وہ معاتبہ سے نکل گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **الا تنصروہ فقد نصرہ اللّٰہ اذا خرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللّٰہ معنا** ۔ اگر تم رسول کریم کی مدد نہیں کرو گے تو ان کی مدد خود اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمائی جب انہیں کفار کی وجہ سے نکلنا ہوا آپ دو کے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے الخ۔

فصل گزشتہ احادیث کے علاوہ آپکی فضیلت کی احادیث جن میں عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ میں نے رسول پاک علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک بھیڑیئے نے حملہ کر دیا اور ایک بکری اٹھا کر لے گیا۔ چرواہے نے اس سے بکری چھین لی ۔ بھیڑیا اسکی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ یوم سبع یعنی فتنوں کے وقت میں ان کا کون محافظ ہو گا جب کہ میرے سوا انہیں چرانے والا کوئی نہ ہو گا۔ ایک دفعہ ایک شخص بیل پر بوجھ لاد کر لے جا رہا تھا اس نے اس طرف دیکھ کر کہا کہ مجھے اس لئے تو پیدا نہیں کیا گیا۔ مجھے تو کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا ہے ۔ لوگ تعجب سے کہنے لگے یعنی ۔ سبحان اللہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اسے مانتا ہوں اور ابوبکر و عمر بھی ۔ جب کہ اس وقت ابوبکر و عمر مجلس میں موجود نہیں تھے لیکن ۔ آپ نے ان کے کمال ایمان کو جانتے ہوئے ان کے

ایمان کی گواہی دی

اور ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں سے اور دو وزیر زمین والوں سے ہوتے ہیں۔ میرے آسمان والوں سے دو وزیر جبریل و میکائیل ہیں اور زمین والوں سے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں۔

اور اہل سنن وغیرہم نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابوبکر جنت میں ہے۔ عمر جنت میں ہے۔ عثمان جنت میں ہے اور علی جنت میں ہے اور تمام عشرہ مبشرہ بیان فرمائے رضی اللہ عنہم

اور ترمذی نے حضرت ابو سعید سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا بلند درجات والوں کو ان سے نچلے درجے والے یوں دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے افق پر طلوع ہونے والا ستارہ دیکھتے ہو۔ اور ابوبکر ان درجات میں ہوں گے اور اسے طبرانی نے حضرت جابر بن سمرہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کیا۔

اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اپنے مہاجرین اور انصار صحابہ کرام علیہم الراضون کے پاس باہر تشریف لاتے جبکہ وہ بیٹھے ہوتے ان میں ابوبکر اور عمر بھی ہوتے۔ ان میں سے کوئی بھی حضرت ابوبکر اور عمر کر سوا اپنی نگاہیں اونچی نہ کرتا۔ یہ دونوں حضرات حضور علیہ السلام کی طرف دیکھتے اور تبسم کرتے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم انہیں دیکھ کر تبسم فرماتے۔

اور ترمذی اور حاکم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک دن رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم باہر تشریف لائے پس مسجد میں اس طرح داخل ہوئے کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما میں سے ایک آپ کے دائیں طرف اور دوسرے دوسری طرف تھے۔ اور آپ نے دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ اور فرمانے

لگے قیامت کے دن ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ اسے طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

اور ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے مجھ سے زمین کھلے گی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے

اور بزار اور حاکم نے حضرت ابو اروی الدوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما دونوں حاضر آئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب خوبیاں اللہ سبحانہ کے لئے ہیں جس نے تم دونوں کے ساتھ میری تائید فرمائی اور یہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی وارد ہے اور اسے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا

اور ابو یعلی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ابھی جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس عمر بن الخطاب کے فضائل بیان کرو۔ جبریل نے کہا کہ اگر میں آپ کے سامنے عمر بن الخطاب کے فضائل اتنی مدت تک بیان کروں جتنی مدت حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ٹھہرے رہے تو عمر کے فضائل ختم نہ ہوں گے۔ اور عمر، ابوبکر صدیق کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔ اور امام احمد نے عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر اور عمر سے فرمایا کہ اگر تم دونوں ایک مشورے میں جمع ہو جاؤ تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ اور اسے طبرانی نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا۔

اور ابن سعد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ان سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کو کون فتویٰ دیتا تھا تو فرمایا کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔ ان کے سوا کا مجھے علم نہیں۔ اور قاسم بن محمد سے روایت کی فرمایا کہ حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان اور علی رضی اللہ عنہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے عہد مبارک میں فتوی دیتے تھے۔

اور طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہر نبی کے لئے اسکی امت میں خاص لوگ ہوتے ہیں اور میرے اصحاب میں سے میرے خواص حضرت ابو بکر اور عمر ہیں۔

اور ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائے۔ اس نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی۔ اور مجھے دار ہجرت تک سوار کر کے لے گئے۔ بلال کو آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے۔ حق کہتا ہے گرچہ کڑوا ہو حق کہنے میں اس کا کوئی دوست نہیں رہنے دیا۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے اس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے۔ اے میرے اللہ! حق کو اس کے ساتھ ادھر پھر دے جدھر وہ پھرے۔

اور طبرانی نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم حجتہ الوداع سے فارغ ہو کر آئے تو منبر پر جلوہ گر ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی پھر فرمایا: اے لوگو! بے شک ابو بکر نے مجھے کبھی غمگین نہیں کیا۔ اس کا یہ حق پہچانو۔ اے لوگو! میں ابو بکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ عبدالرحمٰن بن عوف اور پہلے مہاجرین سے راضی ہوں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ان کا یہ مقام پہچانو۔

اور عبداللہ بن احمد نے زوائدالزہد میں ابن ابی حازم سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس حاضر آیا اور کہنے لگا کہ حضور صلی علیہ و آلہ و سلم کی بارگاہ میں حضرت ابو بکر اور عمر کا کیا مرتبہ تھا؟ فرمایا وہی مرتبہ جو کہ آپ کی خدمت میں انہیں آج حاصل ہے۔ اور ابن سعد نے بسطام بن مسلم سے روایت کی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ میرے بعد تم پر کوئی امیر نہیں ہو سکتا۔ اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کی کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ایمان اور ان کا بغض کفر ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ابو بکر اور عمر کی محبت اور ان کی معرفت

سنت سے ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ میں اپنی امت کے لئے ابوبکر و عمر کی محبت میں اسی رحمت کی امید کرتا ہوں جس کی ان کے لئے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں امید کرتا ہوں۔

فصل = گذشتہ احادیث کے سوا صرف آپ کی فضیلت میں وارد احادیث کے بیان میں۔

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی چیز کی دو قسمیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیں اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے یہ بہتر ہے۔ تو جو اہل صلوۃ سے ہو گا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو اہل جہاد سے ہو گا اسے باب جہاد سے بلایا جائے گا۔ جو اہل صدقہ سے ہو گا اسے باب صدقہ سے بلایا جائے گا اور جو اہل صیام سے ہو گا اسے باب الریان سے بلایا جائے گا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عرض کہ جوان دروازوں سے بلایا جائے اسے اس کی کوئی ضرورت تو نہیں تو کیا ان سب سے بھی کوئی بلایا جائے گا؟ فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تو ان میں سے ہے

اور ابوداوٗد نے اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا اے ابوبکر! میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں تو داخل ہو گا۔ اور شیخین نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں میں سے اپنی صحبت اور مال کے ساتھ میری سب سے زیادہ خدمت کرنے والا ابوبکر ہے اور اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اخوت اسلام ہے۔ اور یہ حدیث حضرت ابن عباس۔ ابن زبیر۔ ابن مسعود۔ جندب بن عبداللہ۔ براء۔ کعب بن مالک۔ جابر بن

عبداللہ ۔ انس اور ابو واقد لیثی ابوالمعلی ۔ عائشہ ۔ ابو ہریرہ اور ابن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایت سے وارد ہوئی ۔ اور میں نے مختلف احادیث میں ان کے طرق کو اکٹھا کیا ہے ۔

اور بخاری نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی خدمت بیٹھا تھا کہ ابوبکر صدیق آ گئے ۔ آپ نے سلام کہا اور عرض کی کہ میرے اور عمر بن الخطاب کے درمیان کچھ تلخی سی ہو گئی ۔ پھر میں نادم ہو کر ان کے پاس حاضر ہوا اور میں نے معافی طلب کی مگر وہ مانے نہیں ۔ تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں ۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے ۔ ۔ پھر حضرت عمر کو ندامت ہوئی پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آئے ۔ انہیں وہاں نہ پایا تو سیدھے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے ۔ اور سلام عرض کیا ۔ پس حضور علیہ السلام کا رخ انور جلال سے چمکنے لگا حتی کہ ابوبکر ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ مجھ سے زیادتی ہوئی ۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم نے کہا کہ تو جھوٹا ہے اور ابوبکر نے کہا آپ سچے ہیں ۔ اور اس نے اپنی جان اور مال کے ساتھ میری ہمدردی کی ۔ تو کیا تم میری خاطر میرے ساتھی کو چھوڑنے والے ہو؟ دو مرتبہ فرمایا ۔ اس کے بعد انہیں ستایا نہیں گیا ۔

اور ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی کی مثل روایت کی ۔ اور اس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ مجھے میرے ساتھی کے بارے میں نہ ستاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تو تم نے جھوٹا کہا جب کہ ابوبکر نے سچا کہا ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے اسے صاحب کا نام نہ دیا ہوتا تو میں اسے خلیل قرار دیتا لیکن اخوت اسلام ہے ۔

اور ابن عساکر نے مقدام سے روایت کی کہ عقیل بن ابی طالب اور ابوبکر رضی اللہ عنہما میں کچھ تلخ کلامی ہو گئی ۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں کافی گفتگو

کر لیتے تھے مگر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے ان کی قرائت کی وجہ سے حرج محسوس کیا اور ان سے پہلو تہی کر کے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بارگاہ میں آکر شکوہ کیا۔ پس حضور علیہ السلام نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ تم میری خاطر میرے رفیق کو چھوڑتے نہیں ہو؟ معلوم ہے کہ تمہاری اور اسکی کیا شان ہے؟ اللہ تعالٰی کی قسم تم میں سے ہر ایک کے گھر کے دروازے پر تاریکی ہے سوائے ابو بکر کے دروازے کے کیونکہ اس کے دروازے پر نور ہے۔ اللہ تعالٰی کی قسم تم نے کہا کہ تو جھوٹا ہے جب کہ ابو بکر نے کہا کہ آپ سچے ہیں۔ تم نے مال روک لئے جب کہ اس نے میری خاطر اپنے مال کی سخاوت کی۔ تم نے مجھے رسوا کرنا چاہا جب کہ اس نے میری ہمدردی اور پیروی کی۔

اور بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ جو تکبر کے ساتھ اپنا کپڑا زمین پر کھینچتا ہوا چلے گا قیامت کے دن اللہ تعالٰی اسکی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میری چادر ایک طرف سے ڈھلک جاتی ہے مگر یہ کہ اسے سنبھالتا رہوں۔ تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ تو تکبرا ایسا نہیں کرتا

اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ آج کس نے روزہ دار ہونے کی صورت میں صبح کی؟ ابو بکر نے عرض کی میں نے۔ فرمایا کہ تم میں سے آج جنازہ کے پیچھے کون چلا؟ ابو بکر نے عرض کی حضور! میں۔ فرمایا آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ ابو بکر نے کہا میں نے۔ فرمایا آج تم میں سے کس نے بیمار کی مزاج پرسی کی؟۔ ابو بکر نے عرض کی میں نے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ کسی شخص میں یہ خصائل جمع نہیں ہوتے مگر وہ جنت میں داخل ہوتا ہے۔ اور یہ حدیث حضرت انس بن مالک اور عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کی روایت سے وارد ہوئی اور اس کے آخر میں ہے کہ تیرے لئے جنت واجب ہو گئی۔

اور عبد الرحمٰن کی روایت کا اخراج بزار نے کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز صبح ادا فرمائی پھر رخ انور اپنے اصحاب کی طرف کیا اور فرمایا کہ آج تم میں سے کس نے روزہ دار ہونے کی صورت میں صبح کی ؟ ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ! آج رات روزہ رکھنے کا دل میں خیال ہی نہیں آیا اس لئے میں نے تو روزہ نہیں رکھا لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی میرے دل میں روزہ رکھنے کا ارادہ تھا میں نے روزے کے ساتھ صبح کی ہے ۔ فرمایا تم میں سے کسی نے آج مریض کی بیمار پرسی کی ہے ؟ حضرت عمر نے عرض کی ابھی تو ہم یہیں بیٹھے ہیں بیمار پرسی کا موقعہ نہیں ملا ۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ مجھے خبر ملی تھی کہ میرے بھائی عبدالرحمن بن عوف بیمار ہیں میں راستہ بدل کر ان کے ہاں سے ہو کر آیا ہوں کہ پتہ کروں کہ انہوں نے کیسے صبح کی ۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے کسی نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ؟ حضرت عمر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ! نماز پڑھنے کے بعد ابھی کہیں نکلے ہی نہیں ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو ایک سائل دیکھا میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا دیکھا ۔ اس سے لے کر میں نے سائل کو دے دیا ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے جنت کی بشارت ہو پھر ایسا کلمہ ارشاد فرمایا جس سے عمر کو خوش کر دیا کہ عمر نے جب بھی کسی کار خیر کا ارادہ کیا تو صدیق اکبر نے ان سے پہلے ہی وہ کام سرانجام دے رکھا ہوتا ہے ۔

ابو یعلی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر اور عمر کے ہمراہ داخل ہوئے آپ نے مجھے دعا مانگتا ہوا پایا تو فرمایا مانگ تجھے عطا فرمایا جائے گا ۔ پھر فرمایا کہ جو قرآن کریم کو تروتازہ پڑھنا چاہے تو اسے ابن ام عبد (حضرت مسعود کی کنیت ہے) کی قراءت پر پڑھے ۔ میں اپنے گھر کو لوٹ آیا ۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے او مجھے بشارت دی پھر میرے پاس حضرت عمر آئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ نکل رہے ہیں جو کہ آپ سے پہلے ہی پہنچ گئے پس عمر کہنے لگے کہ آپ کار خیر میں بہت سبقت کرنے والے ہیں ۔

اور امام احمد نے سند حسن کے ساتھ حضرت ربیعہ اسلمی سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میرے اور حضرت ابوبکر کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی آپ نے مجھے ایسی بات کہی جسے میں نے برا جانا۔ پھر نادم ہو کر کہنے لگے اے ربیعہ! تو ایسی ہی بات مجھے کہہ دے تاکہ قصاص ہو جائے۔ میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ کہنے لگے کہ تم ضرور یہ بات کہو گے ورنہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں تمہارے متعلق نالش کروں گا۔ میں نے کہا یہ کام میں نہیں کروں گا۔ پس حضرت ابوبکر چلے گئے۔ اور بنو اسلم کے چند لوگ آئے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے کس بارے میں تمہارے متعلق نالش کریں گے۔ حالانکہ تمہیں انہوں نے ہی کہا جو کچھ کہا۔ میں نے کہا تم جانتے ہو یہ کون ہیں؟۔ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ ثانی اثنین ہیں۔ یہ مسلمانوں میں بزرگ ہیں۔ سب ایک طرف ہو جاؤ کہیں تمہیں میری مدد کرتا ہوا دیکھ نہ لیں پس ناراض ہو جائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے تو ان کی ناراضگی کی وجہ سے سرکار علیہ السلام ناراض ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہو جائے گا۔ اور ربیعہ ہلاک ہو جائیے گا۔ پس حضرت ابوبکر چلے گئے اور میں اکیلا ہی ان کے پیچھے چل نکلا۔ آپ سرکار علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور صورت واقعہ بیان کی۔ حضور علیہ السلام نے میری طرف سر انور اٹھایا اور فرمایا اے ربیعہ! تیرے اور صدیق اکبر کے درمیان کیا ماجرا ہوا؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ایسا ایسا معاملہ ہوا۔ تو انہوں نے مجھے کہا کہ جیسے میں نے تجھے کہا ویسے ہی وہ بات مجھے لوٹا دے یہاں تک کہ قصاص ہو جائے لیکن میں نے انکار کر دیا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک کیا اس پر یہ بات نہ لوٹانا۔ لیکن اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔

اور ترمذی نے بافادہ تحسین حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا کہ تو میرا حوض پر ساتھی ہے اور غار میں میرا ساتھی ہے۔ اور عبداللہ بن احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ

رسول کریم علیہ افضل الصلوٰت والتحیات و التسلیمات نے فرمایا کہ ابوبکر غار میں میرا ساتھی اور ہمدم ہے اسکی اسناد حسن ہے ۔ اور بیہقی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ رسول پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت میں سرخ اونٹوں کی طرح پرندے ہیں ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی وہ تو بہت لطیف اور نازک ہونگے ۔ فرمایا ان سے زیادہ نرم و نازک وہ ہوں گئے جو انہیں کھائیں گے اور تو ان میں سے ہے جو انہیں کھائیں گے اور یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے وارد ہوئی ہے

اور ابو یعلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے آسمان کی طرف معراج کرائی گئی ۔ میں جس آسمان سے بھی گذرا وہاں میں نے اپنا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا پایا اور میرے پیچھے ابوبکر صدیق ۔ اس کی اسناد ضعیف ہے ۔ لیکن یہ روایت حضرت ابن عباس ۔ ابن عمر ۔ انس اور ابو سعید رضی اللہ عنہم کی حدیث سے ضعیف سندوں کے ساتھ وارد ہوئی ہیں ۔ جو کہ ایک دوسرے کو قوت دیتی ہیں ۔

اور ابن ابی حاتم اور ابو نعیم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس یہ آیت پڑھی **یاایتھا النفس المطمئنہ** تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ! یہ بہت اچھا خطاب ہے ۔ تو رسول پاک علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا کہ تیری وفات کے وقت فرشتہ تجھ سے بھی یہی خطاب کرے گا ۔

اور ابن ابی حاتم نے حضرت عامر بن عبداللہ ابن زبیر سے روایت کی فرمایا کہ جب یہ آیت اتری **ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم** تو حضرت ابوبکر نے عرض کی یارسول اللہ ! اگر مجھے حکم دیں کہ میں اپنے آپ کو قتل کر دوں تو ضرور کر دوں ۔ فرمایا تو نے سچ کہا ۔

اور ابو القاسم بغوی نے روایت کی کہ ہمیں داؤد بن عمر نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد الجبار بن الورد نے خبر دی انہوں نے ابو ملیکہ سے روایت کی فرمایا کہ حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب حوض میں داخل ہوئے فرمایا ہر شخص اپنے ساتھی کی طرف تیر کر جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص اپنے ساتھی کی طرف تیرنے لگا۔ حتی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے پس حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف تیرتے ہوئے آئے حتی کہ معانقہ فرمایا اور فرمایا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری تک کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرا ساتھی ہے۔ وکیع نے عبد الجبار بن الورد سے اس کی متابعت کی اور اسے ابن عساکر نے روایت کیا اور عبدالجبار قابل اعتماد ہے۔ اور اس کے شیخ ابن ابی ملیکہ امام ہیں۔ مگر یہ مرسل ہے اور وہ بہت غریب ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا کہ اسے طبرانی کبیر میں اور ابن شاہین نے سنت میں ایک اور طریقے سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موصولا بیان کیا۔

اور ابن ابی الدنیا نے مکارم الاخلاق میں اور ابن عساکر نے صدقہ بن میمون القرشی کے طریق سے حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نیکی کی ۳۶۰ خصلتیں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اس میں سے ایک خصلت پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ان میں سے مجھ میں کوئی شے ہے؟ فرمایا ہاں سب جمع ہیں۔

اور ابن عساکر نے ایک اور طریق سے صدقہ القرشی سے انہوں نے کئی رجال سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا نیکی کی ۳۶۰ خصلیتں ہیں۔ ابوبکر صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ان میں سے میرے لئے کچھ ہے؟ فرمایا سب کی سب تجھ میں ہیں۔ اے ابوبکر! یہ تجھے بلا مشقت حاصل ہیں۔ اور ابن عساکر نے مجمع بن یعقوب الانصاری کے طریق سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل پر ہجوم ہوتی حتی کہ فصیل کی طرح ہو جاتی لیکن اس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ فارغ ہوتی لوگوں میں سے کوئی بھی وہاں بیٹھنے کا لالچ نہیں کرتا تھا۔

جب آپ آتے تو اس جگہ بیٹھ جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ کی طرف رخ انور پھر لیتے۔ آپ سے گفتگو فرماتے اور لوگ سنتے۔

اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کی محبت اور اس کا شکریہ میری امت پر واجب ہے۔ اس کی مثل سہل بن سعد کی حدیث سے روایت کیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ سب سے حساب ہو گا سوائے ابوبکر کے۔

فصل۔ آپ کی فضیلت میں صحابہ کرام اور اسلاف کی گفتگو

بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں۔ اور بیہقی نے شعب ایمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ اگر ابوبکر کا ایمان اہل زمین کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ان پر بھاری ہو۔ اور ابن ابی خیثمہ نے اور عبد اللہ بن امام احمد نے زوائدالزھد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ ابوبکر ایمان میں سبقت لے جانے والے، علم و فضیلت میں سب سے سربر آوردہ ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمنا کرتا ہوں کہ میں ابوبکر صدیق کے سینے میں ایک بال ہوتا۔ اسے مسدد نے اپنی مسند میں روایت کیا اور کہا کہ میری تمنا ہے کہ میں جنت میں وہاں ہوتا کہ مجھے ابوبکر نظر آئے۔ اسے ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے روایت کیا اور فرمایا کہ ابوبکر کستوری کی مہک سے بھی زیادہ خوشبو دار تھے اسے ابو نعیم نے روایت کیا

اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ کپڑا اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی شخص ایسے نامہ اعمال کے ساتھ حاضر نہیں ہوا جو اس کپڑا اوڑھنے والے کے اعمالنامے سے مجھے زیادہ پسندیدہ ہو۔

اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس نے ابوبکر کے ساتھ کار خیر میں جب بھی مسابقت کی وہ اس سے سبقت لے گئے۔ اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی سے روایت کی آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ہم نے جب بھی کار خیر کی طرف سبقت کی ابوبکر اس میں ہم سے پہل کر گئے اور اوسط میں ابو نحیحہ سے بھی روایت کی فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور میری محبت اور ابوبکر و عمر کا بغض قلب مومن میں جمع نہیں ہو سکتے۔

اور کبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ قریش میں سے تین حضرات ہیں جنکے قریش سے زیادہ روشن چہرے زیادہ حسین اخلاق اور زیادہ مضبوط دل ہیں۔ اگر تجھ سے کچھ کہیں تو جھوٹ نہیں بولیں گے اور اگر تو انہیں کچھ کہے تو وہ تیری تکذیب نہیں کریں گے حضرت ابوبکر صدیق۔ ابو عبیدہ ابن الجراح اور عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

ابن سعد نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ ابوبکر کا نام اواہ اس لئے رکھا گیا کہ آپ نرم خو اور رحم دل تھے۔ اور ابن عساکر نے ربیع بن انس سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ ہم نے انبیاء علی نبینا و علیہم السلام کے صحابہ میں نظر کی لیکن ہم نے کسی بھی نبی علیہ السلام کا کوئی صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا نہیں پایا۔ اور امام زہری سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ نے ایک گھڑی بھر کے لئے اللہ تعالیٰ میں شک نہیں کی۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اس سے قسطلانی کے مسئلہ کو تقویت ملتی ہے۔

اور ابن عساکر نے ربیع بن انس سے روایت کی کہ کتاب اول میں لکھا ہوا ہے کہ ابوبکر کی مثال بارش کی ہے جہاں ہو نفع دے۔ اور زبیر بن بکار سے مروی کہ میں نے بعض

اہل علم سے سنا کہ فرما رہے تھے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خطیب ابوبکر اور علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہما اور ابو حصین سے روایت کی فرمایا کہ انبیاء مرسلین علیہم السلام کے بعد اولاد آدم میں ابوبکر سے افضل پیدا نہیں ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ لوگوں کے ارتداد کے دن حضرت ابوبکر نے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کے قائم مقام کا کردار ادا کیا۔

فصل۔ آپ کے چار خصائص کے بیان میں

دینوری نے مجالسہ میں اور ابن عساکر نے شعبی سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چار ایسی خصلتوں کے ساتھ مخصوص فرمایا جو کہ لوگوں میں کسی کو نہ ملیں۔ آپ کا نام صدیق رکھا۔ آپ کے سوا کسی کو یہ نام نہ ملا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے غار کے ساتھی ہیں۔ ہجرت کے رفیق ہیں ۔ اور تمام مسلمانوں کی موجودگی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

اور ابن ابو داؤد نے کتاب المصاحف میں ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ۔ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دربار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام ایک وزیر کا تھا۔ سرکار علیہ السلام اپنے تمام امور میں ان سے مشورہ فرمایا کرتے اور وہ اسلام میں ۔ غار میں ۔ غزوہ بدر کے دن چھپر میں اور مزار شریف میں آپ کے دوسرے ہیں ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ پر کسی کو فوقیت نہیں دیتے تھے۔

فصل۔ آپ کی خلافت کا اشارہ دینے والی آیات و احادیث کے بیان میں اور اس مسئلہ میں ائمہ کی گفتگو

ترمذی نے جب کہ حاکم نے اس کی تحسین اور تصحیح فرمائی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد والوں کی یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔ اسے طبرانی نے حضرت ابو درداء کی حدیث سے روایت کیا جبکہ حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا اور ابو قاسم بغوی نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ فرمایا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پیچھے بارہ خلفا ہونگے۔ ابوبکر تھوڑی مدت ہی ٹھہریں گے۔ اس حدیث کے ابتدائی حصے کی صحت پر اجماع کیا گیا ہے۔ کئی ایک طرق سے وارد ہے۔ اور حدیث سابق میں صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب اپنے وصال سے کچھ پہلے خطبہ دیا اور فرمایا کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اور اسکے آخر میں ہے کہ سوائے ابوبکر کے دروازے کے سب دروازے بند کر دیئے جائیں۔ اور لفظ یہ ہیں کہ مسجد میں کھلنے والا کوئی جھروکا سوائے ابوبکر کے جھروکے کے باقی نہ رہنے دیا جائے۔ علماء نے فرمایا کہ یہ خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آپ اسی جھروکے سے ہی مسلمانوں کو نماز پڑھانے کے لئے نکلیں گے۔ اور یہ الفاظ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیثؑ سے بھی وارد ہوئے جو کہ یہ ہیں کہ مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے کے۔ اسے ابن عدی نے روایت کیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے زوائد المسند اور حضرت معاویہ بن ابو سفیان کی حدیث سے طبرانی نے اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بزار نے روایت کیا اور شیخین نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اسے پھر آنے کا حکم دیا۔ عرض کرنے لگی کہ اگر میں آؤں اور

حضور کو موجود نہ پاؤں ؟ ۔ گویا وہ وصال مراد لے رہی تھی ۔ تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا پھر ابوبکر کے پاس آجانا ۔ اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ مجھے بنو مصطلق نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ آپ کے بعد ہم صدقات کسے ادا کریں ۔ پس میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا تو فرمایا کہ ابوبکر کو دے دینا ۔ اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک خاتون حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کچھ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئی ۔ حضور نے اس سے فرمایا کہ پھر آنا ۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ : اگر میں پھر آؤں اور آپ سے نہ مل سکوں ؟ گویا وہ وصال کا اشارہ کر رہی تھی ۔ فرمایا اگر تو آئے اور مجھے نہ پا سکے تو ابوبکر کے پاس آجانا کہ میرے بعد وہی خلیفہ ہے ۔

اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی فرماتی ہیں کہ رسول پاک علیہ والسلام نے مرض وصال میں فرمایا کہ میرے پاس ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلا تاکہ میں لکھ دوں کیونکہ مجھے کھٹکا ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کہنے والا کہے کہ میں زیادہ حقدار ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ اور ایمان والے ابوبکر کے سوا کسی (کی خلافت) کو نہیں مانتے ۔ اسے امام احمد اور دیگر حضرات نے متعدد طرق سے روایت کیا ۔ اور ان میں سے بعض میں یوں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے مرض الوصال میں فرمایا کہ میرے پاس عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بلاؤ تاکہ میں دستاویز لکھدوں جس میں میرے بعد کوئی اختلاف نہ کرے پھر رغبت کے ساتھ فرمایا کہ اللہ کی پناہ کہ ایمان والے ابوبکر میں اختلاف کریں ۔

اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی آپ سے پوچھا گیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خلیفہ مقرر فرماتے تو کسے مقرر فرماتے ؟ فرمایا ابوبکر کو ۔ عرض کی گئی ابوبکر کے بعد ؟ کہنے لگیں عمر رضی اللہ عنہ کو آپ سے پوچھا گیا کہ عمر کے بعد ؟ فرمایا ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کو اور شیخین نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ۔ آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کو مرض لاحق ہوا اور

اس میں شدت آگئی تو فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑہائیں ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ ! یہ نرم دل ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہونگے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے ۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں ۔ ام المومنین نے پھر وہی بات دہرائی ۔ تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو یوسف کی صواحب ہو ۔ پس قاصد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں لوگوں کو نماز پڑھائی ۔ یہ حدیث متواتر ہے ۔ اور یہ واقعہ حضرت عائشہ ۔ ابن مسعود ۔ ابن عباس ۔ ابن عمر ۔ عبداللہ بن زمعہ ۔ ابو سعید ۔ علی بن ابی طالب ۔ اور حفصہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی احادیث میں بھی وارد ہے ۔ اور احادیث متواترہ میں ان کے طرق گذر چکے ۔ اور ان میں سے بعض طرق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اس مسئلہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں بار بار یہ بات اس لئے کہی کہ میرے دل میں یہ بات نہیں کھٹکی کہ سرکار علیہ السلام کے بعد لوگ کبھی بھی کسی شخص کو پسند کریں جو کہ آپ کی جگہ کھڑا ہو ۔ اور نہ ہی میں سمجھتی تھی کہ کوئی آپ کی جگہ کھڑا ہو مگر لوگ اس سے بدشگونی لیں گے ۔ میں نے چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ حکم ابوبکر سے پھیر دیں

اور حضرت زمعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں نماز کا حکم دیا جب کہ ابوبکر موجود نہیں تھے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے پس نماز پڑھائی ۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا نہیں ۔ نہیں ۔ نہیں ۔ اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر کے سوا انکار کرتے ہیں ۔ لوگوں کو ابوبکر نماز پڑھائیں ۔ اور ایک حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ عمر نے تکبیر کہی ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسکی تکبیر سنی ۔ آپ نے سرانور اٹھایا جس پر پٹی بندھی تھی فرمایا ابن ابی قحافہ کہاں ہے ؟ علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات پر بڑی واضح دلیل ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مطلقاً افضل الصحابہ

ہیں ۔ اور ان میں خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ۔ اور امانت کے سب سے زیادہ اہل ہیں ۔ امام اشعری فرماتے ہیں کہ اس بات کا علم ضروری حاصل ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں جبکہ مہاجرین اور انصار موجود ہیں علاوہ ازیں آپ کا یہ ارشاد بھی ہے **یوم القوم اقراہم لکتاب اللہ** قوم کی امامت وہ کرائے جو ان میں سے کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو ۔ تو اس سے دلیل ملی کہ آپ ان میں سب سے بڑے قاری یعنی قرآن پاک کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے ۔ **انتھی** ۔ اور خود صحابہ کرام نے جن میں سے حضرت عمر بھی ہیں اس سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ آپ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بیعت کی فصل میں آئے گا ۔ اور ان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں ۔

اور ابن عساکر نے آپ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا جبکہ میں موجود تھا غیرحاضر نہیں تھا ۔ اور نہ ہی بیمار تھا ۔ تو ہم نے تو انہیں اپنے دین کے لئے پسند کیا اپنی دنیا کے لئے کیونکر پسند نہیں کریں گے ؟ اور جس فیصلے پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمارے دین کے لئے راضی ہیں ہم اس پر اپنی دنیا کے لئے راضی ہیں ۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عہد مبارک میں آپ امامت کی اہلیت کے لئے مشہور تھے ۔ اور اسے امام احمد ابو ۔ ابو داؤد وغیرہم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ نے فرمایا کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا ۔ خبر پہنچنے پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ظہر کے بعد ان میں صلح کرانے کے لئے تشریف لائے اور فرمایا : اے بلال ! اگر نماز کا وقت ہو جائے اور میں ابھی نہ پہنچ سکوں تو ابوبکر سے کہنا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں ۔ تو جب نماز عصر کا وقت ہو گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا اور آپ نے نماز پڑھائی ۔

اور ابوبکر الشافعی نے غیلانیات میں اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

سے روایت کی کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ جب آپ کو تکلیف ہوئی تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا۔ فرمایا کہ میں نے آگے نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ اسے آگے فرماتا ہے۔

اور دار قطنی نے افراد میں اور خطیب اور ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ تجھے آگے کرنے کی دعا مانگی لیکن ابوبکر کو ہی آگے کرنے کا حکم ہوا

اور ابن سعد نے حسن سے روایت کی فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے آپ کو خواب میں لوگوں کی غلاظتیں پائمال کرتا دیکھتا رہتا ہوں۔ فرمایا تو لوگوں کے مقابلے میں ایک مضبوط حجت پر ہو گا۔ عرض کی میں نے اپنے سینے میں خواب میں دیکھا جیسا کہ گھوڑے کے دو بازو ہیں۔ فرمایا دو سال۔ اور ابن عساکر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں عمر کے پاس آیا جبکہ ان کے پاس چند آدمی کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے آخر میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تو پہلی کتابوں میں جنہیں تو پڑھتا ہے کیا پاتا ہے؟ اس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ان کا صدیق ہے۔

اور ابن عساکر نے محمد بن زبیر سے روایت کی۔ فرمایا کہ مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت حسن بصری رضی االلہ عنہ کی طرف بھیجا کہ میں ان سے چند ایک چیزوں کے بارے میں سوال کروں۔ میں نے کہا کہ مجھے لوگوں کے اختلافی مسئلہ میں تسلی بخش جواب سے نوازیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا؟ حضرت حسن سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا تجھ پر بہت افسوس کیا تجھے اس مسئلہ میں شک ہے! ہاں. اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ آپ اللہ کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے۔ اور اگر انہیں امیر مقرر نہ فرماتے تو اس حالت میں وصال پر اس کا شدید خوف

کرنے والے ہوتے۔

اور ابن عدی نے ابوبکر بن عیاش سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ مجھے رشید نے کہا: اے ابوبکر! لوگوں نے ابوبکر صدیق کو کیسے خلیفہ بنایا؟ میں نے کہا: اے امیرالمومنین اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا اور اس کے رسول علیہ السلام نے خاموشی اختیار فرمائی اور مسلمان خاموش رہے کہنے لگا اللہ تعالیٰ کی قسم تو نے میری ناواقفیت بڑھادی ہے میں نے کہا: اے امیرالمومنین! حضور علیہ الصلوۃ و السلام آٹھ دن صاحب فراش رہے۔ آپ کی خدمت میں بلال حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! لوگوں کو نماز کون پڑھائے؟ فرمایا ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائے۔ پس ابوبکر نے آٹھ دن نماز پڑھائی جبکہ وحی نازل ہوتی تھی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سکوت کی وجہ سے خاموش رہے اور ایمان والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکوت کی وجہ سے خاموش رہے اسے یہ بات بہت اچھی لگی کہنے لگا اللہ تجھ میں برکت فرمائے۔

آیات قرآنی سے علماء کا استدلال۔

اور علماء کی ایک جماعت نے آیات قرآن کریم سے خلافت صدیق کا استنباط کیا ہے۔ اور بیہقی نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں روایت کی **یاایھاالذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ** (اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لے آئے گا جن سے وہ محبت فرماتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں) آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم وہ قوم حضرت ابوبکر اور آپ کے ساتھی ہیں رضی اللہ عنہم۔ جب عرب مرتد ہو گئے تو حضرت ابوبکر اور آپ کے ساتھیوں نے ان کے خلاف جہاد کیا حتیٰ کہ انہیں اسلام کی طرف لوٹا دیا۔

اور یونس نے بکیر سے انہوں نے قتادہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ جب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو عرب مرتد ہو گئے اور ان کے خلاف حضرت ابوبکر کے جہاد کا ذکر کیا یہاں تک کہ کہا کہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر اور آپ کے اصحاب کے بارے میں اتری **فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ**

اور ابن ابی حاتم نے جو میرے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے بارے میں روایت کی **قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید** (ان پیچھے چھوڑ نے جانے والے بدوی عربوں کو فرما دیجئے کہ تمہیں عنقریب ایسی قوم سے جہاد کی دعوت دی جائے گی جو کہ سخت جنگجو ہے۔) آپ نے فرمایا کہ وہ بنی حنیفہ ہیں۔ ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ نے کہا کہ یہ آیت خلافت صدیق رضی اللہ عنہ پر دلیل ہے کیونکہ آپ نے ہی ان سے جنگ لڑنے کی دعوت دی۔ اور شیخ ابوالحسن الاشعری فرماتے ہیں کہ میں نے ابو العباس بن سریج کو فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کریم میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت اس آیت میں ہے۔ کیونکہ اہل علم کا اجماع ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی جس کی طرف انہیں بلایا گیا ہو سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت کے جس میں آپ نے انہیں اور باقی لوگوں کو مرتدین اور مانعین زکوۃ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بلایا۔ ابو العباس نے فرمایا کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وجوب اور آپ کی طاعت فرض ہونے پر دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی نے خبر دی ہے کہ اس سے منہ پھیرنے والے کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

ابن کثیر نے فرمایا کہ جس نے قوم کی تفسیر روم اور فارس کے ساتھ کی تو یہاں بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں جنہوں نے ان کی طرف لشکر بھیجنے کی تیاری فرمائی جبکہ ان کا معاملہ پایہ تکمیل تک حضرت عمرو عثمان رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں پہنچا۔ اور یہ دونوں حضرات حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی فرع ہیں۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا **وعد اللّٰہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الخ** (اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ فرمایا جو کہ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیئے کہ انہیں ضرور ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح کہ ان

سے پہلوں کو خلیفہ بنایا۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر پوری اترتی ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن عبدالحمید المہری سے روایت کی کہ حضرت صدیق اکبر اور عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے **وعداللّٰہ الذین آمنو امنکم وعملوا الصاعات لیستخلفنھم الخ ؟** اور خطیب نے ابوبکر بن عیاش سے روایت کی فرمایا کہ ابوبکر صدیق قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **للفقراء المھاجرین۔ اولٰئک ہم الصادقون** تو جس کا اللہ تعالیٰ نے صادق نام رکھا وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اور ان حضرات نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا: اے رسول پاک علیہ السلام کے خلیفہ ابن۔ کثیر نے کہا کہ اچھا استنباط ہے۔

اور بیہقی نے زعفرانی سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع فرمایا اور یہ اس طرح کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگ مجبور ہوئے تو انہوں نے آسمان کے نیچے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہتر کسی کو نہ پایا تو انہیں اپنی گردنوں کا وارث بنایا۔

اور اسدالسنہ نے اپنے فضائل میں معاویہ بن قرہ سے روایت کی۔ فرمایا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اس بات میں قطعاً شک نہیں کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور آپ کو خلیفہ الرسول کے نام سے ہی یاد کرتے تھے۔ اور وہ کسی غلطی یا گمراہی پر اجماع نہیں کرتے تھے۔ اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہے۔ اور جسے مسلمان برا جانیں وہ تعالیٰ کے ہاں بھی برا ہے۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی بہتر جانا کہ ابوبکر خلیفہ ہوں۔ اور حاکم نے مرۃ الطیب سے لی اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے فرمایا کہ ابو سفیان بن حرب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ امر خلافت کا حال کیا ہے کہ قریش

انتہائی قبیلہ کمزور کی طرف لوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر آپ چاہیں تو میں اس مسئلہ میں مدینہ کو گھوڑ سواروں سے بھر دوں۔ پس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو سفیان! تو ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کا دشمن رہا ہے۔ اس سے اس کا کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ بیشک ہم نے ابوبکر کو خلافت کا اہل پایا۔

فصل۔ آپ کی بیعت کے بیان میں

شیخین نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے حج سے واپسی پر لوگوں کو خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں فرمایا: کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم میں سے فلاں شخص کہتا ہے کہ اگر عمر فوت ہو گیا تو میں فلاں کی بیعت نہیں کروں گا۔ کوئی شخص یوں کہنے کا جرم نہ کرے کہ ابوبکر کی بیعت اچانک تھی۔ خبردار! یہ مسئلہ تھا تو ایسا ہی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے شر کو دور رکھا۔ اور آج تم میں سے ابوبکر جیسا کوئی نہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال کے وقت ہم سب سے بہتر تھے۔ اور بیشک علی۔ زبیر اور ان کے ساتھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بیٹھ رہے اور انصار سب کے سب سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم سے جدا بیٹھے رہے جبکہ مہاجرین ابوبکر کی طرف جمع ہو گئے۔ میں نے آپ سے کہا کہ چلئے ہم اپنے بھائیوں انصار کی طرف چلیں۔ پس ہم ان کے پاس جانے کے ارادے سے چلے۔ حتی کہ ہمیں دو صالح حضرات ملے اور انہوں نے ہمیں قوم کے پروگرام سے مطلع کیا اور ساتھ ہی کہا کہ اے گروہ مہاجرین! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ اپنے بھائیوں حضرات انصار کے پاس جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کے پاس نہ جانا اور اے گروہ مہاجرین! تم اپنا فیصلہ کرو۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم ہم ان کے پاس ضرور جائینگے۔

پس ہم سقیفہ بنی ساعدہ میں ان کے پاس پہنچے۔ دیکھا کہ وہ سب جمع ہیں۔ اور ان کے درمیان ایک صاحب کپڑا اوڑھے لیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا سعد بن عبادہ۔ میں نے پوچھا انہیں کیا ہے؟ کہنے لگے انہیں تکلیف ہے۔ جب

ہم بیٹھ گئے تو ان کے خطیب نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی ۔ اور کہا: اما بعد ۔ ہم اللہ کے انصار اور اسلام کا لشکر ہیں اور آپ اے گروہ مہاجرین! ہم میں سے ایک گروہ ہیں ۔ اور آپ میں سے ایک مختصر سی جماعت ہمارے پاس آئی ۔ اب آپ لوگ ہمیں ہماری اصل سے جدا کر رہے اور امر خلافت سے منقطع کر رہے ہیں ۔ جب خطیب خاموش ہوا تو میں نے گفتگو کرنا چاہی جبکہ میں نے اپنے طور پر اچھی سی گفتگو سوچ رکھی تھی میں نے چاہا کہ حضرت ابوبکر کے سامنے کہہ دوں ۔ اور میں آپ سے بعض باتوں کا دفاع کیا کرتا تھا ۔ جبکہ آپ مجھ سے زیادہ 'بردبار اور باوقار تھے ۔ پس حضرت ابوبکر نے فرمایا: ذرا ٹھہرو ۔ میں نے آپ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا ۔ نیز آپ مجھ سے زیادہ عالم تھے ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم آپ نے میری پسندیدہ گفتگو سے جو کہ میں نے سوچ رکھی تھی ایک بات بھی نہ چھوڑی مگر فی البدیہہ کہہ ڈالی بلکہ اس سے بھی زیاد بہتر باتیں کیں یہاں تک کہ خاموش ہو گئے ۔

چنانچہ آپ نے فرمایا: اما بعد آپ لوگوں نے جس خیر کا ذکر کیا آپ اس کے اہل ہیں جب کہ عرب خلافت کا یہ مسئلہ قریش کے اس قبیلے کے سوا کسی کے لئے نہیں پہنچانتے جو کہ نسب اور گھر کے اعتبار سے عرب میں بہترین ہیں ۔ اور میں آپ لوگوں کے لئے ان دو حضرات کو پسند کرتا ہوں ۔ ان دونوں میں سے جسے آپ چاہیں ۔ اور آپ نے میرا اور ابوعبیدہ ابن الجراح کا ہاتھ پکڑ لیا ۔ آپ کی ساری گفتگو میں سے مجھے صرف یہی بات پسند نہ آئی ۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم جس قوم میں حضرت ابوبکر ہوں اس کا میں امیر بنوں مجھے اس سے زیادہ یہ بات محبوب تھی کہ مجھے قتل کر دیا جائے اور یہ مسئلہ میرے قریب نہ آئے ۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم بنیادی حیثیت کے حامل ہیں ۔ ایک امیر ہم سے اور اے گروہ قریش! ایک امیر تم سے ہو ۔ شور بڑھ گیا ۔ آوازیں بلند ہو گئیں حتیٰ کہ مجھے اختلاف کا خطرہ ہوا ۔ پس میں نے کہا اے ابوبکر! اپنا ہاتھ پھیلائیں ۔ آپ نے ہاتھ پھیلایا میں نے آپ سے بیعت کی اور مہاجرین نے بھی ۔ پھر انصار نے بھی آپ سے بیعت کی ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم پیش آمدہ صورت حال میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے زیادہ مناسب کوئی امر نہ تھا ۔ ہمیں خطرہ لاحق تھا کہ اگر ہم بیعت

کے بغیر قوم کو چھوڑ گئے تو وہ ہمارے بعد بیعت کا معاملہ طے کر لیں گے پھر یا تو ہم ان کی بیعت کریں جو کہ حقیقت مسئلہ کے اعتبار سے ہمیں پسند نہیں یا پھر ان کے مخالفت کریں تو اس میں بہت بڑا فساد برپا ہو گا

اور نسائی۔ ابو یعلی اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایاکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا۔ اے گروہ انصار! کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امامت کرانے کا حکم دیا۔ تو تم میں سے کس کے دل کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ ابوبکر سے آگے بڑھے؟ تو انصار نے کہا: خدا کی پناہ کہ ہم ابوبکر سے آگے بڑھیں۔

اور ابن سعد۔ حاکم نے تصحیح کے ساتھ اور بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور لوگ سعد بن عبادہ کے گھر جمع ہوئے اور ان میں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے ۔ انصار کے خطباء کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ اے گروہ مہاجرین! جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی شخص کو حاکم بناتے تو اسکے ساتھ ایک ساتھ ایک شخص ہم میں سے شامل فرماتے۔ پس ہمارا فیصلہ ہے کہ یہ امر خلافت دو آدمیوں کے سپرد کیا جائے ہم میں سے اور تم میں سے۔ پس انصار کے خطباء پے در پے اسی بات پر گفتگو کرتے رہے۔ پس حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین میں سے تھے؟ تو آپ کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہو گا۔ اور ہم رسول پاک علیہ السلام کے انصار تھے تو جیسے ہم حضور کے انصار تھے آپ کے خلیفہ کے بھی ہم انصار ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگے یہ ہیں تمہارے صاحب پس ان کی بیعت کرو۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی بیعت کی پھر مہاجرین اور انصار نے آپ کی بیعت کی۔ پس حضرت ابوبکر منبر پر

کھڑے ہوئے اور قوم کے سربرآوردہ حضرات کو دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نظر نہ آئے ۔ آپ نے انہیں بلا بھیجا ۔ پس وہ آئے ۔ پس آپ نے فرمایا کہ آپ تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچا زاد اور ان کے داماد ہیں کیا آپ مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرنا چاہتے ہیں ؟ ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلیفہ ! آپ پر کوئی الزام نہیں ۔ پس آپ نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی ۔

اور ابن اسحاق نے سیرت میں فرمایا کہ مجھے زہری نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب سقیفہ میں حضرت ابوبکر کی بیعت کی گئی ۔ اور اگلا دن ہوا تو حضرت ابوبکر منبر پر بیٹھ گئے اور حضرت عمر نے آپ سے پہلے گفتگو کی ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا شیرازہ اس شخصیت پر مجتمع فرما دیا ہے جو تم سے بہتر ہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھی اور غار میں ثانی اثنین ہیں ۔ پس آگے بڑھو اور آپ کی بیعت کرو پس سقیفہ کی بیعت کے بعد لوگوں نے حضرت ابوبکر کی عام بیعت کی ۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا ۔

بیعت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ

پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا : اے لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں اور تم سے بہتر نہیں ہوں ۔ تو اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا ۔ اور اگر برا کروں تو مجھے درست کرنا ۔ سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے ۔ اور تم میں سے کمزور میرے ہاں قوت والا ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق انشاء اللہ العزیز اسے واپس لوٹا دوں ۔ اور تم میں سے طاقت ور میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ میں انشاء المولیٰ تعالیٰ اس سے حق لے لوں ۔ جو قوم جہاد چھوڑ دے اللہ تعالیٰ ضرور ان پر ذلت مسلط کر دیتا ہے ۔ اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جائے تو لازماً ان پر مصیبتیں عام ہو جاتی ہیں ۔ میری اطاعت کرو جب تک کہ میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کروں ۔ اور اگر

میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی نافرمانی کروں تو تم پر میری کوئی طاعت نہیں۔ اپنی نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔

اور موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے کبھی کسی دن میں نہ رات میں حاکم بننے کی حرص تھی اور نہ اس میں رغبت تھی۔ نہ ہی میں نے چھپ کر یا علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ سے اسکی دعا کی۔ لیکن میں فتنے سے ڈر گیا جبکہ مجھے حاکم بننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے امر عظیم کی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے جس کی مجھ میں اللہ تعالیٰ کی تقویت کے بغیر طاقت ہے نہ ہمت۔ پس حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہمیں کوئی ناراضگی نہیں سوائے اس کے کہ ہمیں مشورہ سے پیچھے رکھا گیا۔ اور بیشک ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر لوگوں میں اس کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ بیشک آپ غار کے ساتھی ہیں اور ہمیں آپ کی بزرگی اور فضیلت کا علم ہے۔ آپ کو رسول کریم۔ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنی حیات طیبہ میں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

اور ابن سعد نے ابراہیم تیمی سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا وصال ہوا تو حضرت عمر، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس آئے اور کہا کہ اپنا ہاتھ پھیلائیں کہ میں آپ کی بیعت کروں کیونکہ آپ اس امت پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے امین ہیں۔ پس حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب سے تو اسلام لایا ہے اس سے پہلے میں نے تجھ سے رائے کی کمزوری نہیں دیکھی۔ کیا تو مجھ سے بیعت کرتا ہے جبکہ تم میں حضرت صدیق اور ثانی اثنین موجود ہیں۔

نیز ابن سعد نے حضرت محمد بن ابی بکر سے روایت کی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے عمر سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ پھیلاؤ کہ ہم تمہاری بیعت کریں حضرت عمر نے کہا کہ آپ مجھ سے افضل ہیں تو حضرت ابوبکر نے فرمایا آپ زیادہ قوی ہیں۔ حضرت عمر نے کہا کہ میری

قوت آپ کی فضیلت کے ساتھ ساتھ آپ کے لئے ہے۔ پس حضرت عمر نے آپ سے بیعت کی۔

اور امام احمد نے حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی فرمایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا حضرت ابوبکر مدینہ عالیہ کے چند حضرات کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ آپ فوراً حاضر آئے۔ رخ انور سے پردہ اٹھایا اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ حیات و وصال میں کس قدر پاکیزہ ہیں۔ کعبہ کے رب کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ پس حدیث پاک ذکر کی۔ فرمایا کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما تیز چلتے ہوئے ان کے پاس یعنی انصار کے پاس آئے۔ پس حضرت ابوبکر نے گفتگو کی اور انصار کی شان میں نازل ہونے والی ہر چیز اور ان کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا آپ نے سب کچھ بیان کیا۔ اور فرمایا بخدا تمہیں علم ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا اور اے سعد! تو جانتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جبکہ تو بھی بیٹھا تھا کہ اس امر کے قریش والی ہیں تو لوگوں کے نیک ان کے نیکوں کے تابع اور ان کے فاجر ان کے فاجروں کے تابع۔ تو حضرت سعد کہنے لگے آپ نے سچ کہا۔ ہم وزراء ہیں اور آپ امراء یعنی حاکم

اور ابن عساکر نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی آپ نے کچھ لوگوں سے انقباض سا محسوس کیا۔ تو فرمایا: لوگو! تمہیں کونسی چیز مانع ہے۔ کیا میں اس کا تم سب سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلا مسلمان نہیں ہوں؟ کیا میں یہ نہیں؟ یہ نہیں؟ آپ نے کئی فضائل بیان فرمائے۔

اور امام احمد نے رافع الطائی سے روایت کی۔ فرمایا کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیعت کے متعلق بیان کیا۔ اور جو کچھ انصار نے کہا اور جو حضرت عمر نے کہا۔ فرمایا کہ انہوں نے میری بیعت کی اور میں نے اسے ان سے قبول کیا۔ اور مجھے خطرہ تھا کہ

کہیں فتنہ برپا ہو جائے جس کے بعد ارتداد شروع ہو جائے۔ اور ابن اسحاق نے اور ابن عابد نے اپنے مغازی میں روایت کی کہ رافع طائی نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ آپ کو لوگوں کا حاکم بننے پر کس چیز نے ابھارا جب کہ آپ نے مجھے دو افراد پر حاکم بننے سے منع فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس کے سوا چارہ کار نظر نہیں آیا۔ مجھے حضرت محمد علیہ السلام کی امت پر انتشار وافتراق کا خطرہ تھا۔

اور احمد نے عیسیٰ ابن ابو حازم سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے ایک ماہ بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ پس آپ نے بیعت کا واقعہ بیان کیا۔ پس لوگوں میں ندا دی گئی کہ الصلوۃ جامعۃ۔ اور اہل اسلام میں یہ پہلی نماز تھی جس کے لئے الصلوۃ جامعۃ کی ندا دی گئی۔ پس لوگ جمع ہو گئے۔ آپ منبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے لوگو! میری تمنا تھی کہ اس کام کی میرے سوا کوئی اور کفایت کرتا اور اگر تم مجھ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ السلام کی سنت کے ساتھ مواخذہ کرو اور مجھے اس کی طاقت نہیں کہ سرکار علیہ السلام شیطان سے معصوم تھے اور آپ پر آسمان سے وحی کا نزول ہوتا تھا۔

اور ابن سعد نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی اور آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ فرمایا مجھے اس کام کی ذمہ داری سونپی گئی جبکہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میری تمنا تھی کہ تم میں سے بعض اسکی کفایت کرتا۔ یاد رہے کہ اگر تم مجھے تکلیف دو کہ میں تم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولات شریفہ کی مثل عمل کروں تو میں یہ ذمہ داری نہیں نبھا سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد خاص تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے وحی اور معصومیت کے ساتھ مکرم فرمایا۔ خبردار میں تو ایک بشر ہوں تم میں سے کسی سے بہتر نہیں ہوں پس میری رعایت کرنا۔ جب تم دیکھو کہ درست چل رہا ہوں تو میری پیروی کرنا اور جب دیکھو کہ درست نہیں ہوں تو مجھے سیدھے رخ پر کر دینا اور جان لو کہ ایک شیطان میرے درپے ہے جو کہ آڑے آتا ہے جب تم

دیکھو کہ میں غضب ناک ہوں تو مجھ سے پرہیز کرنا۔ میں تمہارے شعار اور خوشیوں میں ایثار نہیں کروں گا۔

اور ابن سعد نے اور خطیب نے رواۃ مالک میں حضرت عروہ سے روایت کی فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والی بنائے گئے آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ مجھے تمہارے امر کا متولی بنایا گیا ہے جبکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں لیکن قرآن کریم نازل ہو چکا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے سنتیں ظاہر فرما دیں اور ہمیں پڑھایا پس ہمیں علم حاصل ہوا۔ تو اے لوگو! جان لو! سب سے بڑی دانائی تقویٰ اور سب سے بڑی کمزوری فسق و فجور ہے۔ اور میرے نزدیک تم سب سے زیادہ قوی کمزور آدمی ہے جب تک کہ میں اسے اس کا حق نہ دلا دوں اور میرے نزدیک تم سب سے زیادہ کمزور قوت والا ہے جب تک کہ میں اس سے حق نہ لے لوں۔ اے لوگو! میں متبع سنت ہوں۔ بدعتی نہیں ہوں اگر اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور میں عظمت والے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ امام مالک نے فرمایا کہ کوئی شخص اس شرط کے بغیر کبھی حاکم نہیں بن سکتا۔

اور مستدرک میں حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا وصال ہوا تو مکہ معظمہ میں کہرام مچ گیا۔ حضرت ابو قحافہ نے سن کر کہا کہ یہ کیا ہو گیا؟ لوگوں نے کہا: کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم واصل بحق ہو گئے۔ کہنے لگے بہت شدید واقعہ ہے آپ کے بعد امر خلافت کسے سونپا گیا؟۔ لوگوں نے کہا: آپ کے بیٹے کو۔ کہا کیا بنو عبد مناف اور بنو مغیرہ اس پر رضامند ہو گئے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ کہنے لگے مولا کریم! جسے تو اونچا کرے اسے کوئی نیچا کرنے والا نہیں اور جسے تو نیچا کرے اسے کوئی اونچا کرنے والا نہیں۔

اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی وفات تک منبر شریف پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی

نشست گاہ پر نہیں بیٹھے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی وفات تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نشست گاہ پر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی وفات تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست گاہ پر نہیں بیٹھے۔

فصل۔ آپ کی خلافت کے دوران رونما ہونے والے واقعات کے بیان میں۔

آپ کے ایام خلافت میں رونما ہونے والے بڑے بڑے واقعات یہ ہیں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرنا۔ مرتدوں اور زکوۃ کاانکار کرنے والوں اور مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کرنا۔ اور قرآن پاک جمع کرنا۔ اسماعیلی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وصال ہوا تو عرب کے بعض لوگ مرتد ہوگئے۔ انہوں نے کہا۔ ہم نماز پڑھیں گے لیکن زکوۃ نہیں دیں گے۔ میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ! کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: اے رسول پاک علیہ السلام کے خلیفہ ! لوگوں کے ساتھ الفت اور نرمی کا برتاؤ کریں۔ کیونکہ وہ بمنزلہ وحشی جانوروں کے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے تو تمہاری مدد کی امید تھی اور تو میرے پاس اپنی کمزوری لے کر آگیا۔ کیا دور جاہلیت میں بہادر اور اسلام میں بزدل ؟ میں کس چیز کے ساتھ انہیں الفت دلاؤں ؟ کیا کوئی عجیب و غریب شعر گھڑ کر یا کسی جادو کا افتراء کر کے ؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تشریف لے گئے۔ وحی منقطع ہو چکی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں ان سے جہاد کروں گا گرچہ وہ مجھ سے زکوۃ کی ایک رسی بھی روک لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے آپ کو اس مسئلہ میں لوگوں میں ایسے امور پر سب سے زیادہ بااعتماد اور مدافعت کرنے والے پایا جن کی روشنی میں میری خلافت کے وقت مجھ پر لوگوں کی بہت مشکلات سی آسان ہوگئیں

اور ابوالقاسم بغوی نے۔ ابوبکر شافعی نے اپنے فوائد میں اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو نفاق نے سر اٹھایا ۔ عرب مرتد ہونے لگے اور انصار سمٹ گئے ۔ اگر بلند و بالا پہاڑوں پر وہ کچھ نازل ہوتا جو میرے والد بزرگوار پر نازل ہوا تو انہیں کچل دیتا ۔ انہوں نے جس لفظ میں اختلاف کیا آپ اس کی تہ تک پہنچے ۔ انہوں نے کہا کہ رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کو کہاں دفن کیا جائے ؟ اس بارے میں ہمیں کسی سے کوئی معلومات حاصل نہ ہوئیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نبی علیہ السلام نے بھی وفات پائی انہیں ان کی اسی آرام گاہ کے نیچے دفن کیا گیا جہاں وفات پائی ۔ اور آپ کی وراثت میں اختلاف کیا گیا تو ہمیں اس بارے میں کسی کے پاس سے علم حاصل نہ ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم معشر انبیاء علیہم السلام کی وراثت تقسیم نہیں کی جاتی ہم جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہے اصمعی نے کہا کہ الہیض کا معنی ہڈی توڑنا اور اشراب کا معنی سر اٹھانا ۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ پہلا اختلاف تھا جو کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان واقع ہوا ۔ چنانچہ کسی نے کہا : ہم آپ کو مکہ معظمہ میں دفن کریں جو کہ آپ کی ولادت والا شہر ہے جبکہ دوسروں نے کہا بلکہ آپ کی مسجد میں دفن کریں گے ۔ بعض نے کہا کہ بقیع میں اور بعض نے کہا بلکہ مدفن انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں دفن کریں گے ۔ حتی کہ انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس علم کی خبر دی جو کہ آپ ہی کے پاس تھا ۔ ابن زنجویہ نے فرمایا کہ یہ ایسی سنت ہے کہ مہاجرین وانصار کے مابین اس کے علم میں صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی منفرد ہیں ۔ اور سب سے اس مسئلے میں اسی کی طرف رجوع کیا ۔

اور بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا : اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر ابوبکر خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ تعالٰی کی عبادت نہ کی جاتی ۔ پھر دوسری دفعہ پھر تیسری دفعہ ایسا ہی فرمایا ۔ ان سے کہا گیا کہ اے ابو ہریرہ بس کیجئے ۔ آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے

اسامہ بن زید کو سات سو کے لشکر کے ساتھ شام کی طرف روانہ فرمایا۔ جب یہ وادی ذی خشب میں فروکش ہوئے تو حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا اور مدینہ عالیہ کے ارد گرد کے عرب مرتد ہو گئے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں اکٹھے ہوئے۔ عرض کی: کہ ان روم جانے والوں کو واپس لوٹا لیں۔ کہ مدینہ عالیہ کے ارد گرد کے عرب مرتد ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم ہے جسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ اگر مدینہ عالیہ کے خالی رہ جانے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو بھی بھیڑیے پریشان کریں میں اس لشکر کو واپس نہیں لوٹا سکتا جسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ فرما چکے اور نہ ہی وہ جھنڈا کھول سکتا ہوں جسے آپ نے باندھا ہے۔ پس آپ نے اسامہ کو روانہ کر دیا۔ آپ جس قبیلے کے پاس سے بھی گذرے وہ کہتے کہ اگر اس قوم میں قوت نہ ہوتی تو ان جیسے لوگ ان کے ہاں سے باہر نہ جاتے۔ ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں یہاں تک کہ ان کا رومیوں سے آمنا سامنا ہوا۔

چنانچہ اس لشکر نے رومیوں کا مقابلہ کیا انہیں شکست دی اور قتل کیا اور سلامتی کے ساتھ واپس آئے پس وہ سب اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اور عروہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرض الوصال میں فرمانے لگے کہ اسامہ کا لشکر بھیج دو۔ چنانچہ اسامہ چلے یہاں تک کہ جرف تک پہنچ گئے تو آپ کی بیوی فاطمہ بنت قیس نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ جلدی نہ کریں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت ثقیل ہے۔ چنانچہ آپ ٹھہرے رہے حتی کہ سرکار علیہ السلام کا وصال ہو گیا۔ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ کر آئے اور عرض کی: کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے اس وقت بھیجا تھا جبکہ صورت حال یہ نہ تھی۔ اور مجھے عرب کے کفر کا خطرہ ہے اور اگر وہ کافر ہو گئے تو پہلے ہم ان سے لڑیں اور اگر کافر نہ ہوئے تو پھر میں چلا جاؤں۔ کیونکہ میرے ساتھ مجاہد اور بہترین لوگ ہیں۔ پس حضرت ابوبکر نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر مجھے پرندے نوچ لیں تو مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مقابلے میں اپنی طرف سے کوئی اور چیز شروع کر دوں۔

چنانچہ آپ نے انہیں بھیج دیا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ جیسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کی گردونواح میں شہرت ہوئی عرب کے کئی قبائل اسلام سے مرتد ہو گئے۔ اور انہوں نے زکوۃ روک لی۔ پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ تو حضرت عمر اور چند دوسرے حضرات نے آپ کو مشورہ دیا کہ فی الحال ان کے ساتھ جنگ کرنے کو ملتوی رکھا جائے لیکن آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر انہوں نے ایک رسی یا بکری کا ایک بچہ بھی روک لیا جو کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس ادا کرتے تھے! تو اس روکنے پر میں ان کے خلاف جنگ لڑوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ان لوگوں کے ساتھ کیونکر جنگ کریں گے حالانکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم ہے حتی کہ وہ کلمہ پڑھ لیں۔ تو جس نے کلمہ پڑھ لیا تو اس نے سوائے حق کے اپنا مال اور خون مجھ سے محفوظ کر لیا۔ اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس کے ساتھ ضرور جنگ لڑوں گا جس نے نماز اور زکوۃ میں تفریق کی۔ کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مگر حق کے ساتھ۔ پس حضرت عمر فرماتے ہیں کہ بات صرف یہ تھی کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر عطا فرمائی ہے۔ اور میں پہچان گیا کہ حق یہی ہے

اور عروہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کی معیت میں نکلے حتی کہ نجد کے بالمقابل قصعا تک پہنچ گئے۔ اور اعراب اپنے بچوں سمیت بھاگ گئے۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بطور مشورہ گذارش کی کہ آپ مدینہ عالیہ کی طرف اور بچوں اور خواتین کی طرف لوٹ چلیں۔ اور ایک شخص کو لشکر کا سالار مقرر فرما دیں۔ اور مسلسل آپ سے اس مسئلے میں گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے مراجعت فرمائی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سالار لشکر بنا دیا۔ اور ان سے فرمایا کہ جب یہ لوگ اسلام قبول کر لیں اور زکوۃ دے

دیں تو تم میں سے جو لوٹنا چاہے لوٹ آئے ۔ اور خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ عالیہ واپس آ گئے ۔

اور دار قطنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ۔ آپ نے فرمایا:
جب حضرت ابوبکر جہاد کے لئے نکلے اور اپنی سواری پر درست ہو بیٹھے تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کی لگام پکڑلی ۔ اور فرمایا : اے خلیفہ الرسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ کہاں جا رہے ہیں ؟ میں آپ سے وہی کچھ کہتا ہوں جو کہ احد کے دن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ سے فرمایا اپنی تلوار سنبھالیں ۔ ہمیں اپنی ذات کی وجہ سے تکلیف میں نہ ڈالیں ۔ اور مدینہ عالیہ کی طرف لوٹ جائیں ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ہمیں آپ کی وجہ سے صدمہ پہنچا تو مسلمان کبھی منظم نہیں ہو سکیں گے

اور حنظلہ بن علی اللیثی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے خالد کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ پانچ چیزوں پر لوگوں سے جہاد کریں ۔ اور ان میں سے جس نے ایک کو بھی ترک کیا اس سے اسی طرح جنگ کرنا جس طرح کہ پانچوں کو ترک کرنے والے کے خلاف جنگ کی جاتی ہے ۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں کلمہ شہادت نماز قائم کرنا ۔ زکوۃ دینا ۔ رمضان کے روزے اور بیت اللہ شریف کا حج ۔ حضرت خالد اور آپ کے ساتھی جمادی الاخرۃ میں چلے اور آپ نے بنی اسد اور غطفان کے ساتھ جنگ کی ۔ کچھ قتل ہوئے ۔ کچھ قیدی ہوئے اور باقی اسلام کی طرف لوٹ آئے ۔ اور اس واقعہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے حضرت عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہما شہید ہوئے ۔ اور اسی سال رمضان پاک میں حضرت سیدہ فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جو کہ کائنات کی خواتین کی سردار ہیں ۲۴ سال کی عمر میں وصال ہوا ۔ ذہبی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نسب آپ سے ہی ہے ۔ کیونکہ آپ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد باقی نہیں رہی ۔ یہ زبیر بن بکار کا قول ہے اور سیدہ رضی اللہ عنہا سے ایک ماہ پہلے ام ایمن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئیں ۔ اور شوال میں حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما انتقال ہو گیا ۔

پھر سال کے اواخر میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی فوجوں کے ساتھ مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے یمامہ کی طرف چلے۔ پس دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا اور کئی دنوں تک محاصرہ جاری رہا۔ پھر کذاب لعنتی قتل کر دیا گیا اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے وحشی نے قتل کیا۔ اور اس معرکہ میں بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ جن میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ سالم ابی حزیفہ۔ شجاع بن وہب۔ زید بن الخطاب عبداللہ بن سہیل۔ مالک بن عمر۔ طفیل بن عمرو الدوسی۔ یزید بن قیس۔ عامر بن بکیر۔ عبداللہ بن مخرمہ۔ سائب بن عثمان بن مظعون۔ عباد بن بشر۔ معد بن عدی۔ ثابت بن قیس بن شماس۔ ابود جانہ سماک بن حرب رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان کے علاوہ دیگر حضرات جنہیں ملا کر ستر حضرات بنتے ہیں۔

اور مسیلمہ جس دن قتل ہوا اسکی عمر ایک سو پچاس سال کی تھی۔ اور یہ بدبخت' حضور علیہ السلام کے والد حضرت عبداللہ سے پہلے پیدا ہوا۔

اور بارھویں سال میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علاء بن الحضرمی کو بحرین کی طرف روانہ کیا۔ وہ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ حلوان میں آمنا سامنا ہوا اور مسلمان فتحیاب ہوئے۔ اور عکرمہ کو عمان کی طرف بھیجا وہ بھی مرتد ہو گئے تھے۔ ان کا حلواک کے مقام پر مقابلہ ہوا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور مہاجر بن ابو امیہ کو اہل نجیر کی طرف بھیجا جو کہ مرتد ہو گئے تھے۔ اور زیاد بن لبید انصاری کو مرتدین کے ایک گروہ کی طرف بھیجا اور اسی سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابو العاص بن الربیع فوت ہو گئے۔ اور مرتدین کے خلاف جنگ کے بعد اسی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سر زمین بصرہ کی طرف روانہ فرمایا۔ آپ نے ایلہ سے جنگ لڑی۔ اسے فتح کیا۔ اور عراق میں واقع مدائن کسریٰ کو صلح اور جنگ کے ساتھ فتح فرمایا۔ اور اسی سال حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کی قیادت فرمائی ۔ پھر واپس ہوئے اور حضرت عمرو بن العاص اور فوج کو شام کی طرف بھیجا ۔ اور اجنادین کا معرکہ جمادی الاولی ۱۳ھ میں رونما ہوا ۔ مسلمانون کو فتح حاصل ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسکی خوشخبری اس وقت پہنچی جبکہ آپ کے آخری لمحات تھے ۔ اور اس میں حضرت عکرمہ اور ہشام بن العاص ایک جماعت کے ساتھ شہید ہوئے رضی اللہ عنہم اور اسی سال مرج الصغری کا معرکہ ہوا ۔ مشرکین کو شکست ہوئی ۔ اور یہاں حضرت فضل بن عباس ایک جماعت سمیت شہید ہوئے رضی اللہ عنہم ۔

جمع قرآن کا واقعہ

بخاری نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اہل یمامہ کی جنگ کے بعد مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلا بھیجا جبکہ آپ کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے ۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ مجھے عمر نے بتایا ہے کہ جنگ یمامہ میں صحابہ کرام کے قتل کی گرم بازاری ہوئی او مجھے خطرہ ہے کہ مختلف مقامات پر اگر قاری حضرات کی شہادتوں کا سلسلہ یونہی گرم رہا تو قرآن کریم کا بہت سا حصہ معاذ اللہ ان کے ساتھ ہی چلا جائے گا مگر یہ کہ اسے جمع کر لیا جائے ۔ اور میرا مشورہ ہے کہ قرآن کریم کو جمع کر لیا جائے ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں نے عمر سے کہا کہ میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا ۔ عمر نے کہا یہ کام اللہ تعالٰی کی قسم اچھا ہے ۔ پھر اس بارے میں عمر مجھ سے گفتگو کرتے رہے حتی کہ اللہ تعالٰی نے اس کے لئے میرا سینہ کھول دیا ۔ تو میرا مشورہ وہی ہے جو کہ عمر کا ہے ۔ اور آپ نوجوان ہیں صاحب دانش ہیں ۔ ہم آپ کو تہمت نہیں دیتے ۔ اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وحی لکھتے رہے ہیں پس آپ تجسس کر کے قرآن کریم کو جمع کریں

اللہ تعالٰی کی قسم اگر آپ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کی ذمہ داری سونپتے تو یہ کام مجھ پر اس قدر وزنی نہ تھا جس قدر قرآن کریم کو جمع کرنے کا حکم وزنی

تھا۔ میں نے کہا آپ دونوں حضرات ایسا کام کیونکر کر سکتے ہیں جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے نہیں کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم یہ کام بہتر ہے۔ میں آپ سے اس مسئلے میں سوال و جواب کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو اس کام کے لئے کھول دیا جس کے لئے حضرت ابوبکر کا سینہ کھولا۔

پس میں نے قرآن کریم کا تجسس شروع کر دیا۔ میں اسے کاغذ کے ٹکڑوں۔ پتھروں۔ ہڈیوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے سورۃ توبہ کی دو آیتیں **لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم○فان تولوا فقل حسبی اللّٰہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم○** صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس سے ملیں ان کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں تھیں۔ وہ صحائف جن میں قرآن پاک جمع کیا گیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے حتیٰ کہ آپ فوت ہو گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہے

اور ابویعلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ مصاحف کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اجر سب سے عظیم ہے۔ دو تختیوں کے درمیان قرآن پاک سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا۔

فصل۔ آپ کی اولیات کے بیان میں

آپ سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ سب سے پہلے قرآن کریم جمع کرنے والے ہیں۔ سب سے پہلے آپ نے اسے مصحف کا نام دیا۔ اور اسکی دلیل پہلے گذر چکی۔ اور سب سے پہلے آپ کو خلیفہ کہا گیا۔ امام احمد نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی: فرمایا کہ حضرت ابوبکر کو یا خلیفہ رسول اللہ کہا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں رسول پاک علیہ السلام کا خلیفہ ہوں اور اس پر راضی ہوں۔

آپ وہ پہلے شخص ہیں جو کہ اپنے والد کی زندگی میں خلیفہ بنے اور پہلے خلیفہ ہیں جن کے لئے ان کی رعیت نے عطیہ مقرر کیا۔ بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ قوم کو علم ہے کہ میری کمائی میرے اہل خانہ کی ضرورتوں سے کم نہ تھی۔ اب مجھے مسلمانوں کے معاملات میں مصروف کر دیا گیا ہے تو ابوبکر بیت المال سے کچھ حصہ لے گا۔ اور اس میں مسلمانوں کے لئے کمائی کرے گا۔

اور ابن سعد نے عطاء بن سائب سے روایت کی۔ فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی۔ صبح آپ اپنے بازو پر چادریں رکھے بازار کی طرف جا رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا بازار کو۔ کہنے لگے: آپ کیا کریں گے جبکہ آپ کو تو مسلمانوں کے معاملات کا والی مقرر کیا گیا ہے؟ فرمایا تو پھر میں اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: چلئے آپ کے لئے ابو عبیدہ وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں۔ آپ حضرت ابو عبیدہ کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا میں آپ کے لئے مہاجرین کے ایک آدمی کی روزی مقرر کرتا ہوں جو کہ ان میں افضل ہے نہ ان میں سب سے غریب۔ پس آپ کے لئے نصف بکری یومیہ مقرر کی اور جس سے سر اور پیٹ ڈھانپ لیں۔ اور ابن سعد نے میمون سے روایت کی: کہ جب ابوبکر خلیفہ بنائے گئے تو آپ کے لئے دو ہزار وظیفہ مقرر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ زیادہ کرو کیونکہ میرے اہل وعیال میں اور آپ حضرات نے مجھے تجارت سے بھی معروف کر دیا ہے۔ پس پانچ صد اور بڑھا دیئے گئے۔

اور طبرانی نے حضرت امام حسن بن ابی طالب سے روایت کی۔ فرمایا: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! اس اونٹنی کو دیکھو جس کا ہم دودھ پیتے ہیں۔ اور پیالہ جس میں ہم سالن ڈالتے ہیں اور وہ چادر جسے ہم اوڑھتے ہیں۔ ہم ان چیزوں سے اس وقت فائدہ لے سکتے تھے جب کہ مسلمانوں کے امور کے متولی تھے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو یہ چیزیں عمر کو واپس لوٹا دینا۔ تو جب حضرت

ابوبکر کا وصال ہو گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ چیزیں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں ۔ حضرت عمر کہنے لگے اے ابوبکر! تجھ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ۔ آپ نے بعد والوں کو مصیبت میں ڈال دیا ۔

اور ابن ابی الدنیا نے ابوبکر بن حفص سے روایت کی ۔ فرمایا : جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بیٹی! ہمیں مسلمانوں کے کام کا متولی بنایا گیا اور ہم نے اپنے لئے کوئی دینار اور درہم نہ لیا ۔ لیکن ہم نے ان کا روکھا سوکھا کھانا اپنے پیٹ میں ڈالا ۔ اور ان کے موٹے کھردرے کپڑے پہنے ۔ اور اس حبشی غلام ۔ اس اونٹنی اور اس چادر کے سوا ہمارے پاس مسلمانوں کے مال غنیمت سے زیادہ باقی بچا ہے نہ تھوڑا ۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو یہ چیزیں عمر کی طرف بھیج دینا ۔

سب سے پہلے آپ نے بیت المال بنایا ۔ اور ابن سعد نے سہل بن ابو خیثمہ وغیرہ سے روایت کی کہ حضور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وادی سنخ میں بیت المال تھا جس کا کوئی پہرے دار نہ تھا ۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اس پر کوئی پہرے دار کیوں مقرر نہیں کر دیتے ؟ فرمایا اس پر تالا ہے ۔ اور جو کچھ اس میں ہوتا عطا کر دیتے حتیٰ کہ خالی ہو جاتا ۔ جب آپ مدینہ کی طرف منتقل ہوئے تو اسے بدل کر گھر میں بیت المال بنا لیا ۔ آپ کے پاس مال آتا تو اسے ضرورت مند مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے اور تقسیم کے معاملے میں لوگوں میں برابری اختیار فرماتے ۔ آپ اونٹ ۔ گھوڑے ۔ اور اسلحہ خرید کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے دے دیتے ۔ اور آپ نے چادریں خریدیں جو کہ باہر سے لائی گئیں تھیں ۔ چنانچہ انہیں مدینہ عالم کی بیوگان میں تقسیم فرما دیا ۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور آپ کو دفن کر دیا گیا ۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امانت اور دیانت دار حضرات کو بلایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیت المال میں داخل ہوئے ۔ ان حضرات میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما بھی ہیں ۔ جب بیت المال کا دروازہ کھولا تو وہاں دینار ملا نہ درہم

جلال الدین فرماتے ہیں کہ یہ قول اوائل میں درج عسکری کے اس قول کو رد کرتا ہے کہ سب سے پہلے بیت المال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنایا۔ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا کوئی بیت المال تھا نہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا۔ اور میں نے اپنی اس کتاب میں جو کہ میں نے اوائل میں تصنیف کی اس قول کی تردید کی ہے پھر میں نے دیکھا کہ عسکری اپنی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر متنبہ ہوئے اور کہا کہ مسلمانوں کے لئے سب سے پہلے حضرت ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے بیت المال بنایا۔

اور اس میں سے ایک یہ کہ حاکم نے کہا کہ اسلام میں سب سے پہلا لقب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب ہے

فصل

حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے مجھے فرمایا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں یوں۔ یوں اور یوں عطا کروں گا یعنی چلو بھر کر۔ تو جب حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ہاں قرض یا وعدہ ہو تو ہمارے پاس آ جائے۔ چنانچہ میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال بتائی۔ آپ نے فرمایا لے لو۔ چنانچہ میں نے چلو بھرا تو پانچ صد ہوئے چنانچہ آپ نے مجھے پندراں سو عطا فرمائے۔

فصل۔ کچھ آپ کی بردباری اور تواضع کے بیان میں

ابن عساکر نے انیسہ سے روایت کی۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں خلافت سے تین سال قبل اور خلافت سے ایک سال بعد تشریف لائے۔ قبیلے کی بچیاں آپ کے پاس اپنی بکریاں لے کر حاضر ہوتیں تو آپ ان کے لئے ان کا دودھ نکال دیتے۔ [illegible] میمون بن مہران سے روایت کی۔

فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ آپ نے فرمایا ان سب کے درمیان۔

اور ابن عساکر نے ابو صالح غفاری سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ رات کے وقت مدینہ عالیہ کے نواحی محلے میں ایک نابینا سن رسیدہ بڑھیا کے گھر تشریف لائے۔ اس کا پانی بھرتے اور اسکے کام کاج کر جاتے۔ اب جو وہاں آتے تو دیکھتے کہ ان سے پہلے یہ سب کام کوئی اور کر جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی گھات میں رہے تو پتہ چلا کہ یہ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ خلیفہ ہونے کے باوجود بڑھیا کے ہاں آتے اور سب کام سرانجام دے جاتے۔ پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے میری عمر کی قسم یہ تو آپ ہی ہیں۔

اور ابو نعیم وغیرہ نے عبدالرحمٰن اصفہانی سے روایت کی۔ فرمایا: کہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جب کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر شریف پر بیٹھے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا میرے باپ کی نشست گاہ سے نیچے اتریں۔ آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے بیشک یہ تیرے باپ کی نشست گاہ ہے۔ اور آپ کو اپنی گود میں بٹھالیا اور آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم یہ میرے حکم سے نہیں۔ آپ نے کہا۔ آپ سچ کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم ہم آپ پر تہمت نہیں رکھتے

فصل: ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کے پہلے حج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا۔ پھر سال آئندہ میں حضور علیہ السلام نے خود حج فرمایا۔ جب وصال مبارک ہو گیا اور حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے حضرت عمر کو حج کا عامل مقرر فرمایا۔ پھر سال آئند میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا۔ جب آپ فوت ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا گیا تو آپ نے

عبدالرحمٰن بن عوف کو حج کا عامل مقرر فرمایا ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت کے ہر سال حج کرتے رہے حتی کہ آپ کا وصال ہو گیا پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو حج کا عامل مقرر فرمایا ۔

فصل ۔ آپ کی مرض اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے بیان میں ۔

حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ۔ فرمایا: کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب حضور علیہ السلام کے وصال کا صدمہ تھا ۔ غم سے ڈھلتے گئے حتی کہ فوت ہو گئے ۔ اور ابن سعد نے اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ ابن شہاب سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر اور حارث بن کلدہ حلوہ کھا رہے تھے جو کہ حضرت ابوبکر کو بطور ہدیہ پیش کیا گیا تھا ۔ حارث نے ابوبکر سے کہا: اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا ہاتھ کھینچ لیں اللہ تعالیٰ کی قسم اس میں زہر ہے جو کہ ایک سال میں موثر ہو گی ۔ میں اور آپ ایک ہی دن میں فوت ہونگے ۔ پس آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ۔ اور دونوں ہی بیمار رہنے لگے یہاں تک کہ سال گذارنے پر ایک ہی دن میں دونوں فوت ہو گئے ۔

اور حاکم نے شعبی سے روایت کی ۔ آپ نے فرمایا کہ اس دنیا سے ہم کیا توقع رکھیں یہاں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا ۔

اور واقدی اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ۔ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مرض کا آغاز یوں ہوا کہ آپ نے جمادی الاخریٰ کی سات تاریخ بروز پیر غسل کیا ۔ ٹھنڈا دن تھا ۔ آپ کو بخار ہو گیا اور پندراں دن مبتلا رہے ۔ نماز کے لئے باہر نہیں آسکتے تھے اور یوں ۱۳ھ ۲۲ جمادی الاخریٰ منگل کی رات کو وفات پائی ۔ جبکہ آپ کی عمر ۶۳ برس تھی ۔

اور ابن سعد اور ابن ابی الدنیا نے ابوا لصفر سے روایت کی۔ فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مرض کے ایام میں بعض حضرات مزاج پرسی کے لئے آئے اور کہنے لگے اے خلیفہ رسول علیہ السلام ! کیا آپ کے لئے کسی طبیب کو نہ بلائیں جو آپ کو دیکھے ؟ فرمایا اس نے مجھے دیکھا ہے۔ پوچھا گیا پھر اس نے کیا کہا ؟ فرمایا اس نے مجھے فرمایا ہے کہ میں جو چاہوں بلا تکلف کر گذرتا ہوں۔

اور واقدی نے کئی طرق سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر جب زیادہ بیمار ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بلایا اور فرمایا : کہ مجھے عمر بن الخطاب کے بارے میں مشورہ دیں۔ انہوں نے کہا : آپ جس کے بارے میں مجھے پوچھ رہے ہیں اسے تو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے تو اچھی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ان کے بارے میں آپ کی رائے سے وہ افضل ہیں۔ پھر آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے عمر کے بارے میں مشورہ دیں۔ انہوں کہا آپ ان کے متعلق ہم سے زیادہ باخبر ہیں۔ اے میرے اللہ ! عمر کے متعلق میرا علم یہ ہے کہ اس کا باطن اسکے ظاہر سے اچھا ہے۔ اور ہم میں اس جیسا کوئی نہیں۔ اور ان دونوں حضرات کے علاوہ آپ نے حضرت سعید بن زید۔ اسید بن حضیر اور ان کے علاوہ مہاجرین اور انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی مشورہ کیا۔ پس اسید کہنے لگے کہ۔ الہٰی ! میرے علم میں وہ آپ کے بعد بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے راضی ہوتا ہے اور اسکی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہوتا ہے۔ جو چھپاتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ظاہر کرتا ہے۔ امر خلافت پر اور اس سے زیادہ قوت والا کوئی بھی نہیں ہوگا جسے یہ امر سونپا جائے۔

اور ایسے میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر آئے۔ ان میں سے ایک نے آپ سے کہا کہ آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے جب وہ آپ سے حضرت عمر کو ہم پر خلیفہ مقرر کرنے کے متعلق پوچھے گا جبکہ آپ کو اس کی سختی کا علم ہے ؟ ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتے ہو ؟

میں عرض کروں گا: اے میرے اللہ! میں نے ان پر تیرے بندوں میں سے بہتر کو خلیفہ بنایا ۔ تمہارے پیچھے جو حضرات ہیں انہیں بھی میری اس بات کی خبر دے دو ۔ پھر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ لکھیے بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ عہد ہے جو کہ ابوبکر بن ابی قحافہ نے دنیا سے جدا ہوتے ہوئے اپنے آخری وقت میں اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے اسکے آغاز میں کیا ہے جس وقت کہ کافر ایمان لاتا ہے ۔ اور فاجر فتنے میں پڑ جاتا ہے ۔ اور جھوٹا سچ بولنے لگتا ہے کہ میں نے اپنے بعد تم پر عمر بن الخطاب کو خلیفہ مقرر کیا ۔ پس اس کا حکم سنو اور اطاعت کرو ۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ؛ اس کے رسول علیہ السلام ۔ اس کے دین ۔ اپنی جان اور تمہارے متعلق بہتری میں کوئی کمی نہیں کی ہے ۔ اگر اس نے عدل کیا تو اسکے بارے میں میرا گمان اور علم یہی ہے اور اگر اس نے حکم بدلا تو ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے کمایا ۔ اور میں نے خیر کا ہی ارادہ کیا ۔ اور میں غیب ذاتی طور پر نہیں جانتا اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس پہلو پر پلٹیں گے ۔ والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ۔ پھر آپ نے حکم دیا اور اس تحریر پر مہر لگا دی گئی ۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا پس آپ مہر سے مزین حکمنامہ لے کر باہر آئے ۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بیعت لی اور وہ اس پر راضی ہو گئے

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو تنہائی میں بلایا اور آپ کو وصیت فرمائی جو بھی فرمائی ۔ پھر آپ وہاں سے باہر چلے گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کی: اے میرے اللہ! میں نے اس سے صرف اور صرف ان کی اصلاح کا ارادہ کیا ہے مجھے ان پر فتنے کا خطرہ تھا تو میں نے ان کے بارے میں وہ عمل کیا جسے تو بہتر جانتا ہے اور میں نے پوری کوشش کے ساتھ ان کے لئے رائے قائم کی پس میں نے ان پر ان میں سے بہتر ۔ ان پر سب سے قوی اور ان کی ہدایت پر سب سے زیادہ حرص کرنے والے کو حاکم بنا دیا ہے ۔ اور میرے پاس تو تیرا حکم پہنچ چکا ۔ پس ان میں میری خلافت فرما ۔ پس وہ تیرے بندے ہیں ۔ اور ان کی پیشانیاں تیرے دست

قدرت میں ہیں ۔ ان کے لئے ان کے حاکم کو درست رکھنا اور اسے اپنے خلفائے راشدین میں سے کردے اور اس کے لئے اس کی رعیت کو درست فرما۔

اور ابن سعد اور حاکم نے روایت کی فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب فراست تین ہیں ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلا کر لانے والی حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی جب اس نے کہا کہ انہیں اجرت پر رکھ لیں ۔ اور عزیز مصر جب اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فراست استعمال کرتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو اعزاز و اکرام کے ساتھ ٹھہراؤ۔

اور ابن عساکر نے یسار بن حمزہ سے روایت کی کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو آپ نے دیوار کے شگاف میں سے لوگوں کی طرف جھانکا اور فرمایا: اے لوگو! میں نے ایک عہد باندھا ہے کیا تم اس پر راضی ہو؟ لوگوں نے کہا: اے خلیفہ رسول علیہ السلام ہم راضی ہیں ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ ہم عمر کے سوا راضی نہیں ہیں ۔ آپ نے فرمایا وہ عمر ہی ہے ۔

اور امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ آج کونسا دن ہے؟ عرض کی گئی پیر کا دن ہے ۔ فرمایا اگر میں رات میں فوت ہو جاؤں تو صبح کی انتظار نہ کرنا۔ کیونکہ مجھے دنوں اور راتوں میں سب سے زیادہ پسندید وہ ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زیادہ قریب ہے ۔

۱۔ (یہاں ماخذ کا ذکر ہے البتہ راوی کا نام مذکور نہیں ۔ البتہ تفسیر مظہری ج ۷ ص ۱۵۸ پر اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا **عن ابن مسعود قال افرس الناس ثلاثه بنت شعیب و صاحب یوسف حیث قال عسیٰ ان ینفعنا ۔ وابوبکر فی عمر حیث جعلنه خلیفته فی حیاته ۔ محمد محفوظ الحق غفرله ولوالدیه**

مالک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے لئے غابہ کے مال سے بیس وسق مخصوص کر رکھے تھے۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا: بیٹی! اللہ تعالیٰ کی قسم لوگوں میں تیرے سوا کوئی نہیں جس کا غنی ہونا مجھے زیادہ پسند ہو اور نہ ہی میرے بعد مجھ پر تیرے سوا کسی کا حاجت مند ہونا زیادہ گراں ہے۔ اور میں نے بیں وسق تیرے لئے مخصوص کر رکھے تھے۔ اگر فصل میں کاٹتا تو وہ مال تیرا تھا لیکن آج تو وہ ورثاء کے لئے ہے۔ جو کہ دو تیرے بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ تو اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق تقسیم کر لینا۔ میں نے کہا: اباجی! اللہ تعالیٰ کی قسم اگر وہ مال بہت زیادہ بھی ہوتا تب بھی میں چھوڑ دیتی۔ بہن تو صرف ایک اسماء ہے تو دوسری کون سی ہے؟ فرمایا کہ خارجہ کے پیٹ والی میرا خیال ہے کہ وہ لڑکی ہے۔ اور اسے ابن سعد نے روایت کیا اور اس کے آخر میں فرمایا کہ خارجہ کے پیٹ والی۔ میرے دل میں یوں ڈالا گیا ہے کہ وہ لڑکی ہے۔ پس اسکے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ پس ام کلثوم پیدا ہوئی۔ اور ابن سعد نے حضرت عروہ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کے پانچوں حصے کی وصیت فرمائی۔ اور فرمایا کہ میں اپنے مال سے اسی قدر لوں گا جس قدر رب کریم نے مسلمانوں کے مال غنیمت سے لیا ہے۔ اور آپ سے ہی ایک دوسری وجہ پر روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ چوتھے حصے کی بجائے پانچوں حصہ کی وصیت کرنا مجھے زیادہ پسند ہے اور تیسرے کی بجائے چوتھے حصہ کی وصیت کرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔ اور جس نے تہائی حصہ کی وصیت کی اس نے کچھ نہیں چھوڑا۔

اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ضحاک سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر اور علی رضی اللہ عنہما نے اپنے اموال سے اپنے ان رشتہ داروں کے لئے جو کہ وارث نہیں تھے اپنے اموال کے پانچویں حصہ کی وصیت فرمائی۔ اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی دینار یا درہم نہیں چھوڑا۔

اور ابن سعد وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ قریب الوصال ہوئے تو میں نے یہ شعر بطور مثال کہا

لعمری مایغنی الشراء عن الفتی

اذا حشرجت یوما وضاق بها الصدر

میری عمر کی قسم کسی کے اس کی دولت کام نہیں آتی جبکہ سینے میں سانس اٹکنے لگے۔ آپ نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا: یوں نہیں بلکہ یہ کہو اور موت کی بیہوشی حق کے ساتھ آئی اور یہی ہے وہ جس سے تو بچتا تھا۔ فرمایا میرے ان دونوں کپڑوں کو دھوڈالو۔ اور انہیں میں مجھے کفن دینا۔ کیونکہ نئے کپڑے کی فوت ہونے والے کی بجائے زندہ کو زیادہ ضرورت ہے۔

اور ابویعلی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمائی فرمایا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی جبکہ آپ کا آخری وقت تھا تو میں نے یہ شعر پڑھا کہ کس کے آنسو بقدر قناعت نہ بہیں وہ ایک دفعہ ہی سب کے سب بہہ نکلیں گے۔ فرمایا یہ نہ کہو۔ بلکہ یہ کہو وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذالک ماکنت منہ تحید پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال کس دن ہوا ؟ میں نے کہا پیر کے دن۔ فرمایا میں موت کی اپنے اور رات کے درمیان امید کرتا ہوں۔ پس آپ منگل کی رات کو وصال کر گئے۔ اور صبح سے پہلے آپ کو دفن کر دیا گیا

اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت کی فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو آپ کے سرہانے بیٹھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا کہ ہر مال مویشی والا موت کے گھاٹ اترنے والا ہے اور ہر سامان والے سے ساز وسامان چھین لیا جائے گا۔ آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گلے لگایا اور فرمایا یوں نہیں بلکہ یہ ایسے ہے جیسے رب العزت نے فرمایا وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذالک ماکنت منہ تحید اور امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آپ نے یہ شعر پڑھا جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری وقت تھا۔

ابیض یستسقی الغمام بوجھہ
تمال الیتامی عصمتہ للارامل

۔ یعنی ایسا حسین چہرہ کہ جس کے وسیلے سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے ۔ یتیموں کا سہارا اور بیوگان کی پناہ گاہ ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ یہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان ہے

اور عبداللہ بن احمد نے زوائدالزہد میں عبادۃ بن نسی سے روایت کی ۔ فرمایا : جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے ان دو کپڑوں کو دھو ڈالو اور مجھے انہیں کا کفن دینا ۔ تیرا باپ دو آدمیوں میں سے ایک ہے یا تو اسے بہترین لباس پہنا جائے گا یا اس سے بری طرح چھین لیا جائے گا ۔

(اقول و باللہ التوفیق ۔ یہ خوف خدا اور اسکے حضور انتہائی عاجزی اور انکساری کا اظہار ہے ۔ یہ ورنہ سابقہ احادیث شریفہ کے مطابق آپ کی عظمت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کے ہاں قبولیت کا اعتراف ضروریات دین میں سے ہے ۔)

اور ابن ابی الدنیا نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی فرمایا : حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ آپ کو آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس غسل دے اور عبدالرحمٰن بن عوف ان کی مدد کریں ۔

اور ابن سعد نے سعید بن المسیب سے روایت کی کہ حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے مزار انوار اور منبر شریف کے درمیان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی ۔ اور چار تکبیریں کہیں ۔

اور عروہ اور قاسم بن محمد سے روایت کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے ۔ چنانچہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے لئے قبر کھو دی گئی اور آپ کا سر حضور علیہ السلام کے کندھے کے پاس رکھا گیا اور لحد کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم کی قبرانور کے ساتھ ملایا گیا۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر شریف میں حضرت عمر۔ طلحہ۔ عثمان اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم اترے اور کئی ایک طرف سے روایت کی گئی کہ آپ کو رات کے وقت دفن کیا گیا۔ اور ابن المسیب سے روایت کی گئی کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو مکہ معظمہ میں کہرم مچ گیا۔ حضرت ابو قحافہ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ کہا گیا کہ آپ کا بیٹا فوت ہو گیا۔ فرمایا بہت بڑا صدمہ ہے۔ اس کے بعد امر خلافت کسے سپرد کیا گیا؟ کہنے لگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ کہنے لگے اس کا ساتھی ہے۔

اور امام مجاہد نے روایت کی کہ حضرت ابو قحافہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت سے وراثت اپنا حصہ حضرت ابوبکر کی اولاد کی طرف لوٹا دیا۔ اور حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد صرف چھ ماہ اور چند دن زندہ رہے اور محرم ۱۴ھ میں ستانوے سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ علماء نے فرمایا: اپنے باپ کی زندگی میں ابوبکر کے سوا کوئی خلیفہ نہیں بنا۔ اور کسی خلیفہ کا باپ ابوبکر کے سوا اس کا وارث نہیں بنا۔

فصل۔ آپ کی حدیث مسند کے بیان میں اور قلت روایت کی وجہ

نووی نے اپنی تہذیب میں فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک سو بیالیس احادیث روایت فرمائیں۔ اور آپ کی روایات کی قلت کی وجہ یہ ہے کہ احادیث کے پھیلنے اور تابعین کے انہیں سننے۔ حاصل کرنے اور ان کی حفاظت کرنے سے پہلے آپ کا وصال ہو گیا اور سقیفہ بنی ساعدہ کی حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان پہلے گزر چکا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کی شان میں نازل ہونے والی آیت اور ان کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ

و آلہ و سلم کی طرف سے کوئی حدیث نہیں چھوڑی جسے بیان نہ کیا ہو۔ اور یہ اس امر پر بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ کو کثرت سے احادیث شریفہ یاد تھیں۔ اور قرآن کریم کے متعلق آپ کا علم بہت وسیع تھا۔ آپ سے حضرت عمر۔ عثمان۔ علی۔ عبد الرحمٰن بن عوف۔ عبداللہ بن مسعود۔ حذیفہ۔ ابن عمر۔ ابن عباس۔ انس۔ زیدبن ثابت۔ براء بن عازب۔ ابو ہریرہ۔ عقبہ بن الحارث آپ کا بیٹا عبدالرحمٰن۔ زید بن ارقم۔ عبداللہ بن معقل۔ عقبہ بن عامرا لجہنی۔ عمران بن الحصین۔ ابوبرزہ الاسلمی۔ ابو سعید الحدری۔ ابو موسیٰ الاشعری۔ ابو الطفیل اللیثی۔ جابر بن عبد اللہ۔ بلال۔ آپ کی صاحبزادی عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہم نے اور تابعین میں سے حضرت عمر کے غلام اسلم۔ واسط البجلی اور بے شمار خلائق نے روایت کی۔

فصل۔ تفسیر قرآن میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشادات

اور ابوالقاسم بغوی نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی، کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں کس زمین میں سماؤں گا اور کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا جب میں کتاب اللہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے منشا کے خلاف بات کروں۔ اور بیہقی وغیرہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ سے کلالہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں اسکے متعلق اپنی رائے بیان کروں گا اگر صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اگر خطا ہو تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہو گی۔ میرے خیال میں کلالہ وہ ہے جسکی اولاد اور باپ نہ ہو۔ جب حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ میں حیا کرتا ہوں کہ اس فیصلے کو رد کروں جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا ہو۔

اور ابو نعیم نے حلیہ میں اسود بن ہلال سے روایت کی۔ فرمایا: کہ حضرت ابوبکر نے

اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ آپ لوگ ان دو آیات کے متعلق کیا کہتے ہیں ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا یعنی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے ۔ اور الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم یعنی جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہیں کی ؟ انہوں نے کہا کہ استقاموا سے مراد انہوں نے گناہ نہیں کئے ۔ اور ظلم سے مراد یہ کہ انہوں نے اپنے ایمان میں کسی خطا کی آمیزش نہیں کی ۔ فرمایا کہ تم نے ان دونوں آیات کو ان کی اصل مراد کے غیر پر محمول کیا ہے ۔ پھر فرمایا استقاموا کا معنی ہے کہ پھر وہ اسکے سوا کسی معبود کی طرف مائل نہیں ہوئے ۔ اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک کی آمیزش نہیں کی ۔

اور ابن جریر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا کے متعلق روایت کی ۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے یہ بات کہی تو جو اسی پر فوت ہوا تو وہ استقامت والوں سے ہے ۔ اور ابن جریر نے عامر بن سعد البجلی سے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے قول الذین احسنوا الحسنی و زیادۃ کے متعلق روایت کی : آپ نے فرمایا کہ زیادت سے مراد وجہ اللہ کی زیارت ہے ۔

فصل :۔ آپ پر موقوف قول یا فیصلہ یا خطبہ یا دعاء کے متعلق روایات کے بیان میں

لالکائی نے سنت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے بتائیں کیا زنا تقدیر میں لکھا ہے ؟ فرمایا ہاں ۔ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر مقدر فرماتا ہے پھر مجھے سزا دیتا ہے ؟ فرمایا : ہاں اے گندی ماں کے بیٹے ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر میرے پاس کوئی آدمی ہوتا تو میں اسے تیری ناک کاٹ دینے کا حکم دیتا (کیونکہ اس نے حکم شرعی پر جو کہ ضروریات دین میں سے ہے اعتراض کیا تھا)

اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت زبیر سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے حیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جب میں حوائج ضروریہ کے لئے بیت الخلاء میں جاتا ہوں تو اپنے پروردگار سے حیا کرتے ہوئے اپنا سر ڈھانپے رکھتا ہوں۔ اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں عمرو بن دینار سے روایت کی فرمایا: کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں بیت الخلاء میں داخل ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے اپنی پشت دیوار کے ساتھ لگالیتا ہوں۔

اور ابو داؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابو عبداللہ الصنابحی سے روایت کی کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز مغرب ادا کی آپ نے پہلی دو رکعات میں ام القرآن یعنی سورۃ فاتحہ اور قصار فصل (یعنی سورت والضحیٰ سے لے کر والناس تک) کی کوئی سورت پڑھی۔ اور تیسری میں ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وھب لنا من لدنک رحمتہ انک انت الوہاب

پڑھا اور ابن خیثمہ اور ابن عساکر نے حضرت ابن عیینہ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب کسی شخص سے تعزیت فرماتے تو فرماتے: کہ صبر کے ساتھ کوئی مصیبت نہیں۔ اور بے قراری کا کوئی فائدہ نہیں۔ موت اپنے ماقبل سے آسان اور مابعد سے سخت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لے جانا یاد کیا کرو تمہاری مصیبت گھٹ جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارا اجر بڑھادے گا

اور ابی شیبہ اور دار قطنی نے حضرت سالم بن عبید سے جو کہ صحابی ہیں روایت فرمائی۔ آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ میرے اور فجر کے درمیان کھڑے رہو حتی کہ میں سحری کھالوں۔ اور ابو داؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی آپ نے فرمایا: کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا کہ پانی پر (ضرب لگنے کی وجہ سے) تیرنے والی مچھلی کھالو۔ اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب الام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ آپ نے گوشت کی بیع حیوان کے بدلے ناپسند فرمائی۔

اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں عطاء سے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت نے فرمایا کہ داوا بمنزلہ باپ کے ہے جبکہ اس سے نچلا باپ نہ ہو اور پوتا بمنزلہ بیٹے کے ہے جب کہ بیٹا نہ ہو

اور قاسم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ کے پاس ایک شخص کو لایا گیاجو کہ اپنے باپ سے نفی کرتا تھا تو حضرت ابوبکر نے فرمایا سر پر مار کیونکہ شیطان سر میں ہے۔

اور ابو مالک نے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب میت پر نماز جنازہ پڑھ لیتے تو دعا کرتے یا اللہ! تیرے بندے کو اہل خانہ۔ مال اور قبیلے نے سپرد کر دیا۔ جبکہ گناہ عظیم ہے اور تو غفور رحیم ہے اور سعد بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عاصم بن عمر بن الخطاب کا فیصلہ ام عاصم کے لئے کر دیا اور فرمایا اس کے لئے اسکی بو۔ مہک اور مہربانی تجھ سے زیادہ بہتر ہے۔

اور بیہقی نے قیس بن حازم سے روایت کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرا باپ میرا سارا مال لے کر اسے ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ تو آپ نے اس کے باپ سے فرمایا کہ تیرے لئے اس کے مال میں سے صرف اسی قدر ہے جو تیرے لئے کافی ہو۔ اس نے کہا: اے خلیفہ رسول علیہ السلام! کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے؟ فرمایا: ہاں۔ اس سے مراد خرچہ ہے۔

اور امام احمد نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اسکے دادے سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کرتے تھے۔ اور بخاری نے ابن ابی ملیکہ سے انہوں نے اپنے دادے سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا تو اس نے اس کے اگلے دو دانت اکھاڑ دیئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں باطل قرار دیا

اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے عکرمہ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کان کے بدلے میں پندراں اونٹوں کا فیصلہ فرمایا۔ اور بہت قیمتی شے جو کہ اس کا عیب چھپا لے بال اور عمامہ ہے۔

اور بیہقی وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجے اور ان پر یزید بن ابو سفیان کو امیر بنایا۔ تو فرمایا کہ میں تجھے دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ کسی عورت کو نہ ہی کسی بچے کو اور نہ ہی کسی بڑے بوڑھے کو ہرگز قتل نہ کرنا۔ کوئی پھل دار درخت ہرگز نہ کاٹنا۔ کسی عمارت کو ہرگز خراب نہ کرنا۔ کسی بکری یا اونٹ کی کھانے کے سوا کونچیں نہ کاٹنا۔ کھجور کے درخت کو غرق نہ کرنا اور نہ ہی اسے جلانا۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور بزدل نہ ہونا

اور امام احمد۔ ابو داؤد اور انسائی نے ابو برزہ الاسلمی سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک شخص پر شدید غضبناک ہو گئے تو میں نے عرض کی اے خلیفہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! اسے قتل کر دیں فرمایا: تجھے ہلاکت ہو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد یہ کسی کا حق نہیں۔

اور سعید نے کتاب الفتوح میں اپنے مشائخ سے روایت کی کہ مہاجر بن ابو امیہ کے ہاں دو گانے بجانے والی عورتوں کا مقدمہ پیش کیا گیا جبکہ آپ یمامہ کے حاکم تھے۔ ان میں سے ایک حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرتی تھی آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور اسکے اگلے دانت اکھاڑ دیئے اور دوسری مسلمانوں کے خلاف بکواس کرتی تھی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا اور دانت اکھاڑ دیئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف لکھا کہ تم نے حضور علیہ السلام کی شان میں بدگوئی کرنے والی عورت کو جو سزا دی مجھے اسکی اطلاع ملی۔ تم نے اس بارے میں پہلے مجھ سے رابطہ کیوں نہ کیا میں تمہیں اسے قتل کرنے کا حکم دیتا۔ کیونکہ انبیا علیہم السلام کی عظمت کے مجرم کی حد عام حدود جیسی نہیں ہے۔ جو مسلمان ایسی حرکت کرے وہ مرتد ہے اور ذمی کرے تو حربی غدار ہے۔ اور جو مسلمانوں کی شان میں بکتی تھی اگر اسلام کی مدعی تھی تو اسے سزا اور تعزیر ہے نہ

کہ ہاتھ وغیرہ کاٹنا۔ کیونکہ قصاص کے سوا یہ گناہ اور نفرت کی شے ہے۔

اور مالک اور دار قطنی نے صفیہ بنت ابو عبید سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوشیزہ سے بدکاری کا ارتکاب کیا اور اعتراف کیا تو آپ نے اسے کوڑے لگوائے اور فدک کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اور ابو یعلی نے محمد بن حاطب سے روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے چوری کی دراں حالیکہ اسکے ہاتھ پاؤں کاٹے ہوئے تھے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں تیرے لئے کوئی سزا نہیں پاتا سوائے اس کے جس کا تیرے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن فیصلہ فرمایا جب تیرے قتل کا حکم دیا۔ کیونکہ آپ تجھے زیادہ جانتے تھے پس آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

اور مالک نے حضرت قاسم بن محمد سے روایت کی کہ یمن والوں میں سے ایک شخص دربار خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جس کا ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا۔ اور اس نے آپ کی خدمت میں شکایت کی کہ یمن کے حاکم نے اس پر ظلم کیا ہے۔ وہ رات کو نماز پڑھتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمایا کہ تیری رات کسی چور کی رات نہیں ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا زیور گم ہو گیا تو وہی شخص تلاش میں ان کے ساتھ گھوم رہا تھا اور کہہ رہا تھا: یا اللہ اسے پکڑ لے جس نے اس اچھے گھر والوں کی چوری کی۔ پس وہ زیور ایک زرگر کے ہاں مل گیا جس نے بتایا کہ وہ ہاتھ پاؤں کٹا آدمی یہ زیور لایا تھا۔ چنانچہ اس نے اعتراف کر لیا۔ یا اس پر گواہی قائم ہو گئی پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم اسکی اپنے لئے بد دعا اس پر اسکی چوری سے زیادہ سخت تھی۔ اور دار قطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پانچ درہم قیمت کی ڈھال میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

اور ابو نعیم نے حلیہ میں ابو صالح سے روایت کی کہ جب یمنی لوگ حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آئے اور انہوں نے قرآن کریم سنا تو رونے لگے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اسی طرح تھے پھر دل سخت ہو گئے۔ ابو نعیم نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے دل قوی اور مطمئن ہو گئے

اور بخاری نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرمایا: کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ و آلہ وسلم کے حقوق کی آپ کے اہل بیت کے بارے میں نگہبانی کرو۔ ابو عبید نے غریب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا: وہ خوش نصیب ہے جو کہ فتنے برپا ہونے سے پہلے اوائل اسلام کے زمانے میں فوت ہو گیا اور مالک اور اربعہ نے قبیصہ سے روایت کی کہ ایک دادی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس وراثت میں اپنا حصہ مانگنے کے لئے آئی تو آپ نے فرمایا کہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں حصہ درج نہیں نہ ہی میری معلومات کے مطابق رسول پاک علیہ السلام کی سنت میں تیرا حصہ ہے۔ تو واپس چلی جا یہاں تک کہ میں لوگوں سے پوچھ لوں۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری موجودگی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ عطا فرمایا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا تیرے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے وہی کچھ کہا جو مغیرہ بن شعبہ نے کہا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کا حق نافذ فرما دیا

اور مالک اور دار قطنی نے قاسم ابن محمد رضی اللہ عنہما سے روایت کی نانی اور دادی دونوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی میراث کا مطالبہ لئے حاضر ہوئیں تو آپ نے نانی کو میراث دے دی۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن سہل انصاری رضی اللہ عنہ نے جو کہ بدری صحابی ہیں اور وہ بنی حارثہ میں سے آخری ہیں آپ سے کہا کہ اے خلیفہ رسول علیہ السلام! آپ نے اسے حصہ دیدیا کہ اگر وہ مرجاتی تو وہ اسکی وارث نہ ہوئی۔ تو آپ نے اسے دونوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔

اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت رفاعہ

کی بیوی کی حدیث روایت کی جسے طلاق ہو گئی تھی اور اسکے بعد اس نے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔ وہ اس سے مقاربت نہ کر سکے۔ اور اس نے رفاعہ کی طرف لوٹنا چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ تو اس کی حلاوت چکھے اور اتنے الفاظ حدیث صحیح میں ہیں۔ اور عبد الرزاق نے اتنا اضافہ کیا کہ وہ بیٹھی رہی پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بتایا کہ اس نے اس سے مقاربت کی ہے۔ حضور علیہ السلام نے اسے اسکے پہلے شوہر کی طرف لوٹنے سے روک دیا۔ اور کہا: اے میرے اللہ! اگر اسکی طرف سے رفاعہ کی طرف لوٹنا گناہ ہے تو اس کا دوبارہ نکاح کا منصوبہ پورا نہ ہو۔ پھر وہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے دور خلافت میں حاضر ہوئی تو انہوں نے بھی اسے روک دیا۔

اور بیہقی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی کہ عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما نے انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں قاصد کے طور پر شام کی راہ سے سبزے کے پھول دے کر بھیجا۔ جب وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے اسے برا جانا تو عقبہ نے عرض کی اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہ لوگ ہمارے ساتھ یہی برتاؤ کرتے ہیں۔ فرمایا کیا تو نے ہمیں فارس اور روم پر قیاس کیا۔ مری طرف کوئی پھول نہ بھیجا جائے خط اور خبر ہی کافی ہے۔

اور بخاری نے حضرت قیس بن حازم سے روایت کی فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک خاتون کے پاس پہنچے جس کا نام زینب تھا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ گفتگو نہیں کرتی۔ تو فرمایا اسے کیا ہے بات نہیں کرتی؟ کہا گیا کہ اس نے خاموش رہ کر حج کیا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا: بات کرو یہ طریقہ جائز نہیں۔ یہ جاہلیت کا عمل ہے۔ پس اس نے گفتگو شروع کر دی۔ کہنے لگی: آپ کون ہیں؟ فرمایا: مہاجرین سے ایک ہوں۔ کہنے لگی کونسے مہاجرین سے؟ فرمایا: قریش سے۔ کہنے لگی کون سے قریش سے؟ فرمایا: تو بہت سوال کرنے والی ہے میں ابوبکر ہوں۔ کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے بعد جو یہ امر صالح ہمیں عطا فرمایا ہے اس پر ہماری بقاء کیونکر ہو گی؟ فرمایا جب تک تمہارے ائمہ ثابت

قدم رہیں گے۔ کہنے لگی ائمہ کیا ہوتے ہیں؟ فرمایا کیا تیری قوم میں رئیس اور سردار نہیں ہیں جو کہ انہیں حکم دیں تو وہ ان کا حکم مانتے ہیں؟ کہنے لگی کیوں نہیں۔ فرمایا بس یہی لوگوں پر امام ہیں۔

اور بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا: کہ میرے والد بزرگوار کا ایک غلام تھا۔ آپ نے اس پر ایک یومیہ مقرر کر رکھا تھا اور آپ اسکی کمائی سے کھا لیتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ کھا لیا۔ غلام کہنے لگا: آپ کو معلوم ہے کہ یہ کیا ہے؟۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟۔ اس نے کہا کہ میں نے دور جاہلیت میں ایک شخص کے لئے کہانت کی تھی۔ اور مجھے اچھی طرح کہانت کا علم حاصل نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ میں نے اسے دھوکا دیا۔ آج وہ مجھے ملا اور اس نے مجھے یہ چیز عطا کی۔ اور اسی سے آپ نے کچھ کھایا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ داخل کیا اور پیٹ میں جو کچھ تھا قے کر کے سب کچھ نکال باہر پھنکا۔

اور امام احمد نے زہد میں ابن سیرین سے روایت کی فرمایا: کہ میں نے ابوبکر کے سوا کسی کو نہیں دیکھا جس نے کھایا ہوا طعام عمداً کر کے نکال دیا ہو۔ اور یہ واقعہ بیان کیا۔ اور نسائی نے اسلم سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر پر جھانکا دیکھا کہ آپ نے اپنی زبان پکڑ رکھی ہے اور فرما رہے ہیں کہ: اسی نے مجھے کئی حادثوں سے دو چار کیا۔ اور ابو عبید نے غریب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے جبکہ وہ اپنے پڑوسی سے جھگڑ رہے تھے۔ تو انہیں فرمایا کہ اپنے پڑوسی سے مت جھگڑو۔ یہ یہیں رہے گا اور لوگ چلے جائینگے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبات اور ملفوظات

اور ابن عساکر نے حضرت موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی

اللہ عنہ خطبہ دیتے تو کہتے الحمد للہ رب العالمین میں اسکی حمد کرتا ہوں اسی سے مدد چاہتا ہوں ۔ میں اس سے موت کے بعد عزت مانگتا ہوں کیونکہ میری اور تمہاری اجل آگئی اشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھدان محمدا عبدہ و رسولہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ بشارت دینے والے ڈرانے والے اور سراج منیر بنا کر بھیجا تاکہ آپ اسے ڈرائیں جو کہ زندہ ہے اور کفار پر حجت ثابت ہو جائے ۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول علیہ السلام کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا ۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ اور اس کے امر سے وابستگی کا حکم دیتا ہوں جو اس نے تمہارے لئے مشروع فرمایا اور اسکی وجہ سے تمہیں بلندی بخشی ۔ کیونکہ کلمہ اخلاص کے بعد اسلام کی ہدایت کا مجموعہ اس کا حکم سننا اور اسکی طاعت کرنا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے امر کا متولی قرار دیا ۔ کیونکہ جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والوں کی اطاعت کی بیشک کامیاب ہوا اور اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اپنے آپ کو خواہش کی پیروی سے بچاؤ ۔ اس لئے کہ وہ شخص بامراد ہوا جسے خواہش ۔ طمع اور غضب سے بچا لیا گیا ۔ اور اپنے آپ کو فخر سے دور رکھو ۔ اس کا فخر کیسا جو مٹی سے پیدا کیا گیا پھر مٹی کی طرف لوٹتا ہے پھر اسے کیڑے کھا جاتے ہیں ۔ پھر وہ آج زندہ اور کل مردہ ۔ پس ہر روز عمل کرو ہر گھڑی عمل کرو ۔ اور مظلوم کی بددعا سے بچو ۔ اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو اور صبر کرو کیونکہ سارا کام ہی صبر کے ساتھ ہے ۔ اور احتیاط کرو کہ احتیاط نفع دیتی ہے ۔ اور عمل کرو کہ عمل قبول کیا جاتا ہے ۔ اور ہر اس چیز سے بچو جس کے عذاب سے تمہیں اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے ۔ اور اس میں جلدی کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی رحمت کا وعدہ فرمایا ہے ۔ سمجھو ۔ اور سمجھتے جاؤ ۔ بچو اور بچتے رہو ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے وہ سب کچھ بیان فرما دیا ہے جس نے تم سے پہلوں کو ہلاک کیا ۔ اور جس کی وجہ سے تم سے پہلے لوگ نجات پا گئے ۔

اس نے تمہارے لئے اپنی کتاب میں حلال و حرام کو بیان فرما دیا ۔ جو اعمال واجب ہیں اور جو مکروہ ہیں ۔ میں تمہاری اور اپنی بہتری میں کمی نہیں کرتا ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہی

مدد مانگی گئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی طاقت اور قوت نہیں ۔ اور جان لو کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے اعمال میں جس قدر خلوص اختیار کیا تو تم نے اپنی پروردگار ہی کی اطاعت کی ۔ اور اپنے حصے ہی کی حفاظت کی ۔ اور تم نے اپنے دین کے لئے اپنی طرف سے کوئی اچھا کام کیا ہے اسے اپنے مستقبل کے لئے نوافل بنالو ۔ تاکہ تم اپنے اسلاف کا حق پورا دے سکو اور تمہیں ضرورت اور حاجت کے وقت اجر عطا کیا جائے ۔ پھر اے اللہ کے بندو! اپنے گذشتہ بھائیوں اور ساتھیوں کے بارے میں غور و فکر کرو کہ انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا اس تک پہنچ چکے اور اس پر کھڑے ہیں اور موت کے بعد شقاوت و سعادت پا چکے ۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ۔ اور اسکے اور اسکی مخلوق میں سے کسی کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں جس کی وجہ سے اسے خیر عطا فرمائے ۔ اور وہ اس سے برائی کا رخ طاعت اور امر کی پیروی کے بغیر نہیں پھیرتا ۔ کیونکہ اس خیر میں کوئی خیر نہیں جس کے بعد آگ ہے ۔ اور اس شر میں کوئی شر نہیں جس کے بعد جنت ہے ۔ میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اور تمہارے لئے اور اپنے لئے بخشش طلب کرتا ہوں اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود شریف پڑھو ۔ والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ۔

اور ابن ابی الدنیا نے ۔ امام احمد نے زہد میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے : کہاں ہیں حسین و جمیل چہروں والے اپنی جوانی پر ناز کرنے والے ؟ کہاں ہیں وہ بادشاہ جنہوں نے شہر آباد کئے اور قلعے بنائے ؟ کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں جنگ کے میدانوں میں غلبہ دیا جاتا تھا ۔ زمانے نے جب انہیں فنا کر دیا ان کے اعضا کمزور ہو گئے اور قبور کی تاریکیوں میں چلے گئے ۔ جلدی کرو جلدی کرو ۔ بچو ۔ بچو ۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ۔ آپ نے فرمایا نیکوں کو درجہ بدرجہ قبض کر لیا جائے گا یہاں تک کہ لوگ کھجور اور جو کے چھلکے کی طرح ردی قسم کے باقی رہ جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا ۔ اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں معاویہ بن قرہ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں کہا

کرتے تھے یااللہ ! میری اچھی عمر اس کا آخری حصہ کر دے ۔ میرا اچھا عمل اس کا خاتمہ کر دے اور میرے دنوں کا اچھا دن تیری ملاقات کا دن کر دے ۔

اور امام احمد نے زہد میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ۔ فرمایا : مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں کہا کرتے : اے میرے اللہ ! میں تجھ سے وہ کچھ مانگتا ہوں جو کہ انجام کار میں میرے لئے بہتر ہو ۔ اے میرے اللہ ! تو مجھے جو سب سے آخری خیر عطا فرمائے وہ جنات نعیم میں تیری خوشنودی اور بلند درجات ہوں ۔ اور عروہ سے روایت کی ۔ فرمایا : کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : جو رو سکے وہ روئے اور جو رو نہیں سکتا وہ رونے کی شکل بنائے ۔ اور مسلم بن یسار سے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا : مسلمان کو ہر چیز میں اجر دیا جاتا ہے حتی کہ مصیبت اور تسمہ ٹوٹنے میں بھی ۔ اور اس پونجی میں جو کہ اسکے ہاتھ میں ہوتی ہے پھر وہ اسے گم پاتا ہے جس سے اسے پریشانی لاحق ہوتی ہے پھر اسے اپنی جیب سے مل جاتی ہے ۔ اور میمون بن مہران سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لمبے پروں والا پرندہ لایا گیا آپ نے اسے اوپر نیچے پھیرا پھر فرمایا کہ کوئی شکار نہیں کیا جاتا نہ ہی کوئی درخت کاٹا جاتا ہے مگر اس تسبیح کی وجہ سے جو اس نے ضائع کر دی ۔ اور بخاری نے ادب میں اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں صنابحی سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بھائی کی دعا دینی ایمانی بھائی کے حق میں قبول کی جاتی ہے ۔ اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں عبید بن عمر سے انہوں نے لبید شاعر سے روایت کی کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا خبردار اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے ۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ۔ اس نے کہا اور ہر نعمت کو ضرور زائل ہونا ہے ۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا شاعر کبھی حکمت کی بات کہہ جاتا ہے ۔

فصل۔ اللہ تعالیٰ سے شدید خوف پر دلالت کرنے والے آپ کے کلمات کے بیان میں۔

امام احمد اور حاکم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باغ میں داخل ہوئے آپ نے درخت کے سائے میں ایک پرندہ دیکھا۔ پس آپ نے لمبا سانس لیا اور فرمایا اے پرندے! تو کس قدر خوش بخت ہے پھل کھاتا ہے۔ درخت کے سایہ میں بیٹھتا ہے اور حساب سے پاک واپس پھرے گا۔ اے کاش ابوبکر تیرے جیسا ہوتا۔

اور امام احمد نے زہد میں عمران الجولی سے روایت کی۔ فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری تمنا ہے کہ میں کسی مرد مومن کے پہلو کا بال ہوتا۔ اور ابن عساکر نے اصمعی سے روایت کی فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی جاتی تو عرض کرتے: یا اللہ! تو مجھے مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور میں اپنے آپ کو ان سے زیادہ جانتا ہوں۔ یا اللہ! مجھے اس سے بہتر کر دے جو کہ وہ میرے متعلق گمان کرتے ہیں۔ اور مجھے وہ معاف فرما جس کا انہیں علم نہیں۔ اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اسکی وجہ سے مجھے مواخذہ نہ فرمانا۔ اور امام احمد نے زہد میں امام مجاہد سے روایت کی فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو خشوع کی وجہ سے یوں ہوتے جیسے درخت کی شاخ۔ فرمایا کہ مجھے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی طرح ہوتے تھے۔

اور حسن نے روایت کی فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میری تمنا ہے کہ میں یہ درخت ہوتا جسے کھا لیا جاتا کاٹ دیا جاتا۔ اور قتادہ سے روایت کی فرمایا: مجھے یہ بات پہنچی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے تمنا ہے کہ میں سبزہ ہوتا جسے مویشی کھا لیتے اور حضرت حمزہ بن حبیب سے روایت کی فرمایا: میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کی وفات کے وقت حاضر ہوا۔ وہ اپنے تکیہ کو دیکھنے لگا

۔ جب اسکی وفات ہو گئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم نے آپ کے بیٹے کو دیکھا کہ تکیہ کی طرف دیکھتا تھا۔ جب اسے تکیہ سے علیحدہ کیا گیا تو اسکے نیچے دس دینار پائے گئے۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور فرمایا اناللہ وانا الیہ راجعون اے فلاں! میں گمان نہیں کرتا کہ تیرا چمڑا ان کے مطابق وسعت رکھتا ہے۔ اور حضرت ثابت بنانی سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس شعر کی مثال دیا کرتے تو ہمیشہ محبوب کو موت کی خبر دیتا رہتا ہے یہاں تک کہ تو ہی وہ ہو جائے۔ اور آدمی کبھی ایسی تمنا کرتا ہے کہ اس کے آگے مرجائے۔

اور ابن سعد نے سیرین سے روایت کی۔ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس چیز سے جس کا علم نہ ہو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی نہیں ڈرتا تھا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد اس چیز سے جس کا علم نہ ہو عمر سے زیادہ کوئی نہیں ڈرتا تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک فیصلہ پیش ہوا آپ کو اس کے بارے میں کتاب اللہ میں کوئی اصل نہ ملی نہ ہی سنت میں کوئی قول ملا۔ تو فرمایا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں اگر درست ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر نادرست ہوا تو میری طرف سے اور میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔

فصل۔ خواب کی تعبیر کے بیان میں

سعید بن منصور نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا گویا ان کے گھر میں تین چاند اترے ہیں۔ آپ نے یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ تعبیر کرنے والے تھے۔ فرمایا اگر تیرا خواب سچا ہے تو تیرے گھر میں زمین والوں کے بہترین تین حضرات دفن کئے جائے گے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو فرمایا: اے عائشہ! تیرے چاندوں میں سے یہ سب سے بہتر ہیں۔

اور حضرت عمر بن شرحبیل بن حسنہ سے بھی روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پیچھے سیاہ بکریاں ہیں اور ان کے پیچھے اس قدر سفید بکریاں ہیں کہ اب ان میں سیاہی نظر نہیں آتی ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ! سیاہ بکریاں تو عرب ہیں اور یہ کثرت سے ہوں گے اور سیفد بکریاں عجمی ہیں جو کہ اس قدر مسلمان ہوں گے ان کی کثرت کی وجہ سے ان میں عرب نظر نہیں آئیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کے وقت فرشتے نے یہی تعبیر بیان کی ۔ اور اسی کی ابو یعلی سے روایت ہے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک کنوئیں سے پانی کھینچ رہا ہوں میرے پاس سیاہ بکریاں آئیں اور ان کے پیچھے سفید بکریاں آئیں ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور مجھے اجازت فرمائیں تو اسکی تعبیر بیان کروں ۔ پس آپ نے اسی کی مثل تعبیر بیان کی ۔

اور ابن سعد نے محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد اس امت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ تعبیر کہنے والے تھے ۔ اور ابن سعد نے ابن شہاب سے روایت کی ۔ فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خواب دیکھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان فرمایا کہ میں اور تو ایک سیڑھی کی طرف دوڑے اور میں تجھ سے اڑھائی درجے آگے نکل گیا ۔ عرض کی یارسول اللہ ! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی مغفرت اور رحمت کی طرف کھینچ لے گا اور میں آپ کے بعد اڑھائی سال زندگی بسر کروں گا ۔

اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں ابوقلابہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ میں دیکھتا ہوں کہ خواب میں خون کا پیشاب کر رہا ہوں ۔ آپ نے فرمایا: تو اپنی بیوی سے حیض کی حالت میں مقاربت کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور پھر ایسا نہ کرنا ۔

اور بیہقی نے ابو معشر کے طریق سے ان کے بعض مشائخ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: کہ میں ایک شخص کو کسی قوم پر امیر مقرر

کرتا ہوں جن میں اس سے بہتر لوگ ہوتے ہیں صرف اس لئے کہ وہ زیادہ بالغ النظر اور فنون حرب کا زیادہ ماہر ہوتا ہے۔ اور ابو نعیم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ سے عرض کی گئی: اے خلیفہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم آپ اہل بدر کو حاکم کیوں نہیں بناتے۔ فرمایا: مجھے ان کے مرتبے کا علم ہے لیکن میں انہیں دنیا کے ساتھ آلودہ کرنا پسند نہیں کرتا۔ اور امام احمد نے زہد میں اسماعیل بن محمد سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مال تقسیم کیا۔ اور لوگوں کو برابر برابر حصہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ آپ اہل بدر اور دوسرے لوگوں میں برابر تقسیم فرماتے ہیں؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا دنیا تو بقدر کفایت ہے اور بہتر کفایت وہ جس میں وسعت ہو۔ اور ان کی فضیلت تو ان کے اجر میں ہے۔ اور امام احمد نے زہد میں ابوبکر بن حفص سے روایت کی فرمایا مجھے خبر پہنچی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موسم گرما میں نفلی روزے رکھتے اور سردیوں میں چھوڑ دیتے۔ اور ابن سعد نے حیان الصائغ سے روایت کی۔ فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش نعم القادر اللّٰہ تھا۔

(فائدہ)۔ طبرانی نے حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا: ان چار کے سوا ہمیں ایسے چار حضرات کا علم نہیں کہ جنہوں نے اپنے بیٹوں سمیت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا زمانہ پایا ہو۔ حضرت ابو قحافہ۔ ان کا بیٹا ابوبکر صدیق۔ ان کا بیٹا عبدالرحمٰن۔ اور ابو عتیق بن عبدالرحمٰن جس کا نام محمد ہے۔ رضی اللہ عنہم۔ اور ابن مندہ اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی فرمایا۔ مہاجرین میں سے سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی کا باپ اسلام نہیں لایا۔

(فائدہ) ابن سعد اور بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے اصحاب میں سب سے زیادہ سن رسیدہ حضرت ابوبکر اور سہل بن عمرو بن بیضاء رضی اللہ عنہما تھے۔

(فائدہ) بیہقی نے دلائل میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی جب فتح مکہ کا سال تھا ابو قحافہ کی ایک بیٹی نکلی۔ چند گھوڑ سواروں نے اسے جا پایا۔

اسکی گردن میں چاندی کا طوق تھا۔ ایک شخص نے وہ طوق کاٹ کر اسکی گردن سے اتار لیا ۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں میری بہن کا ہار؟ کوئی نہ بولا ۔ پھر دوسری دفعہ آپ نے یہی کیا ۔ پھر کوئی نہ بولا ۔ پھر تیسری مرتبہ کہا جب بھی کوئی جواب نہ آیا ۔ تو فرمایا: اے میری بہن ۔ اپنے ہار کی بابت اللہ تعالیٰ سے اجر طلب کر اللہ تعالیٰ کی قسم آج لوگوں میں امانت قلیل ہے ۔ یہ اس کا خلاصہ ہے جو کہ حافظ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے تاریخ میں ذکر فرمایا ۔ اور جو جامع صغیر میں ذکر فرمایا تو طبرانی نے کبیر میں اور ابراہیم نے حلیہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ۔ فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چار وزراء کے ساتھ میری مدد فرمائی ۔ دو آسمان والوں سے جو کہ جبریل و میکائیل علیہما السلام ہیں اور دو زمین والوں سے جو کہ ابوبکر اور عمر ہیں رضی اللہ عنہما ہیں

اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن شاہین نے سنت میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آسمانوں میں تصرف فرمانے والا رب کریم پسند نہیں فرماتا کہ زمین میں ابوبکر صدیق غلطی کرے ۔ اور طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی علیہ السلام کے لئے خاص صحابی ہوتے ہیں جب کہ میرے خاص صحابی ابوبکر اور عمر ہیں ۔ اور امام احمد نے اپنی مسند میں ۔ ابوداؤد ۔ ابن ماجہ اور ضیاء نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ۔ فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دس حضرات جنت میں ہیں ۔ نبی جنت میں ہے ۔ ابوبکر جنت میں ہے عمر جنت میں ہے عثمان جنت میں ہے ۔ علی جنت میں ہے ۔ طلحہ جنت میں ہے زبیر بن العوام جنت میں ہے ۔ سعد بن ابی مالک جنت میں ہے ۔ عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہے اور سعید بن زید جنت میں ہے ۔ اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ عنہا سے روایت کی ۔ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں۔ ان میں سے ایک سختی کا حکم دیتا ہے جب کہ دوسرا نرمی کا حکم دیتا ہے۔ اور دونوں صحیح ہیں۔ ایک جبریل اور دوسرا میکائیل۔ اور دو نبی ہیں جن میں سے ایک نرمی کا حکم دیتا ہے جب کہ دوسرا سختی کا۔ اور دونوں درست ہیں حضرت ابراہیم اور نوح علیہما السلام۔ اور میرے دو ساتھی ہیں ان میں سے ایک نرمی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا سختی کا۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما

اور خطیب نے کبیر میں اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث روایت کی۔ اس میں سے ایک حصہ یہ ہے کہ ہر شے کا پر ہے اور اس امت کے پر حضرت ابوبکر اور عمر ہیں۔ اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت میں سے خلیل اختیار کرتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔ لیکن وہ میرا بھائی اور ساتھی ہے۔ اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ سب سے زیادہ تعاون ابوبکر نے کیا۔ اپنی جان اور مال کے ساتھ میری دلجوئی کی۔ اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی۔ اور ابن النجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابوبکر اور عمر کو میں نے مقدم نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو مقدم فرمایا۔ اور امام احمد نے اپنے زوائد میں۔ اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کسی مال نے کبھی ایسا نفع نہیں دیا جو کہ ابوبکر کے مال نے دیا۔

اور ابن قانع نے حجاج السہمی رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جسے دیکھو کہ ابوبکر اور عمر کو برائی سے یاد کرتا ہے تو وہ تو اسلام کے بارے میں بدگوئی کرنا چاہتا ہے۔ اور اسی سے ہے کہ میرے بعد والوں کی پیروی کرنا ابوبکر اور عمر کی۔ اسے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور اس میں سے ہے کہ میرے بعد میرے اصحاب میں سے ابوبکر اور عمر کی اقتداء کرنا عمار کی سیرت اختیار کرنا اور ابن مسعود کے عہد کے ساتھ وابستگی اختیار کرنا اور

اس میں سے یہ بھی ہے کہ مجھ سے ابوبکر اور عمر ایسے مرتبے پر ہیں جیسے سر میں کان اور آنکھ ۔ اور اس میں سے ہے کہ نبی کے علاوہ ابوبکر سب لوگوں سے بہتر ہے ۔ نیز فرمایا ابوبکر غار میں میرا ہمدم اور ساتھی ہے ۔ مسجد میں کھلنے والا ہر جھرو کا بند کر دو سوائے ابوبکر کے جھرو کے نیز فرمایا ابوبکر مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور ابوبکر دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے ۔ نیز فرمایا ابوبکر جنت میں ہے ۔ عمر جنت میں ہے ۔ عثمان جنت میں ہے علی جنت میں ہے طلحہ جنت میں ہے ۔ زبیر جنت میں ہے ۔ عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہے ۔ سعد ابن ابی وقاص جنت میں ہے ۔ سعید بن زید جنت میں ہے اور ابو عبیدہ عامر بن الجراح جنت میں ہے ۔

اور خطیب نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ابوبکر اور عمر ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں ۔ اور جنت میں ابوبکر یوں ہو گا جیسے آسمان میں ثریا ستارہ ۔ اور ابراہیم نے حلیہ میں حضرت سہل بن ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں ۔ ابوبکر ۔ عمر اور عثمان واصل بحق ہو جائیں تو اگر تجھ سے ہو سکے تو مرجا ۔ اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کی فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ (قرآن کریم کی سورۃ تحریم میں مذکور) صالح المومنین ابوبکر اور عمر ہیں اور طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے خاص صحابی ہوتے ہیں اور میرے خاص صحابی ابوبکر اور عمر ہیں اور ابن ماجہ اور ابن عساکر نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر ہیں جبکہ میرے دو وزیر اور ساتھی ابوبکر اور عمر ہیں ۔ اور حاکم نے ابو سعید الحکیم سے روایت کی انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ میرے دو وزیر آسمان والوں سے اور دو وزیر زمین والوں سے ہیں ۔ آسمان والوں سے میرے دو وزیر جبریل و میکائیل ہیں اور زمین والوں سے ابوبکر اور عمر ۔

اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ

و آلہ و سلم نے فرمایا سب سے پہلے جس کے لئے زمین کھلے گی وہ میں ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں ۔ پھر ابوبکر و عمر سے کھلے گی پھر اہل حرمین مدینہ و مکہ سے کھلے گی ۔ پھر میں ان دونوں کے درمیان اٹھایا جاؤں گا۔ اور نسائی ۔ ترمذی ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ ابوبکر اور عمر کی محبت ایمان اور ان کا بغض نفاق ہے اور ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابوبکر اور عمر کی محبت ایمان سے ہے جب کہ ان کا بغض کفر ہے ۔ اور انصار کی محبت ایمان سے ہے اور ان کا بغض کفر ہے ۔ اور عرب کی محبت ایمان سے ہے اور ان کا بغض کفر ہے ۔ تو جس نے میرے اصحاب کو برا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہے ۔ اور جس نے ان میں میرے جذبات کی حفاظت کی میں قیامت کے دن اسکی حفاظت کروں گا۔

اور تاریخ خمیسی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ یارسول اللہ ! جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا اور انکے سینے میں روح داخل فرمائی ۔ مجھے حکم دیا کہ جنات عدن سے ایک سیب نکال لاؤں ۔ میں نکال لایا اور حضرت آدم کے حلق میں اسکے پانچ قطرے ڈالے ۔ پہلے قطرے سے آپ کو پیدا فرمایا ۔ جبکہ دوسرے سے ابوبکر کو تیسرے سے عمر کو ۔ چوتھے سے عثمان کو اور پانچوں سے علی کو پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے یہی مراد ہے **وهو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا و صهرا وکان ربک قدیرا** ۔ پس بشر سے مراد حضرت محمد علیہ السلام ہیں اور نسب و صہر سے ابوبکر۔ عمر۔ عثمان اور علی مراد ہیں ۔ انتھی۔

اور میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ ابن سیرین نے فرمایا کہ اگر میں حلف اٹھا کر کہوں تو سچ ہے جس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی روح انور کو اور ابوبکر۔ عمر کو ایک ہی طینت سے تخلیق فرمایا ۔ پھر انہیں اس طینت کی طرف لوٹا دیا ۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اس طینت سے پیدا کئے جانے والوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں ۔ اور اسی سے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے مکہ

معظمہ پر مدینہ عالیہ کی فضیلت کی دلیل اخذ کی ہے کیونکہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق فرمائی۔ اور آپ بہترین خلائق ہیں تو آپ کی مٹی سب مٹیوں سے بہتر ہے۔ اور آپ کو قبرانور کی جگہ کی طینت سے پیدا کیا گیا پس وہ جگہ اس کے ساتھ ملنے والے تمام قطعات سے زیادہ شرف کی مستحق ہے۔

حکایت۔ فضل اللہ بن القاضی نصرالغوری کسائی نے اپنی کتاب میں حکایت بیان کی ہے کہ امیر اسماعیل حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے عداوت رکھتا تھا اور اپنی حکومت کی طاقت کی وجہ سے اس کا اظہار کرتا تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح دیکھا کہ آپ کی دونوں جانب حضرت ابوبکر و عمر ہیں جبکہ آپ کے سامنے اور اردگرد صحابہ کرام ہیں رضی اللہ عنہم۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اسماعیل! میرے اصحاب سے تو کیا چاہتا ہے؟ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز بلند اور ہیبت کی وجہ سے مرعوب ہو کر بیدار ہوا اور سات سال تک بخار میں مبتلا رہا۔ اس سے روز بروز کمزوری بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک دفعہ اس کا بھائی نصر اسکے پاس آیا اور تنہائی میں کہنے لگا کہ اے بھائی! تیری بیماری لمبی ہو گئی۔ اگر تو عورت سے محبت کرتا ہے جیسا کہ بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے تو مجھے بتا دے کہ میں اس بارے میں تیرے لئے کوئی چارہ کروں۔ اسماعیل نے کہا: مجھے ایسا کوئی عارضہ نہیں۔ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت اور آپ کی اس بلند آواز کا اثر ہے جس میں آپ نے مجھے فرمایا: تو میرے اصحاب سے کیا چاہتا ہے؟ میں گھبرا کر اٹھا جب کہ مجھے بخار چڑھا ہوا تھا۔

اسکے بھائی نصر نے کہا: اے بھائی! تو نے مشکل حل کر دی۔ یہ تو آسان کام ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور سچی توبہ کرو۔ اور اپنے دل سے صحابہ کرام کا بغض نکال دو اور اسکی جگہ ان کی محبت جاگزین کرو۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ تجھے شفا دے گا۔ اسماعیل نے اسی وقت توبہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں معذرت کی۔ صحابہ کرام سے محبت کرنے لگا۔ چند

ہفتے نہیں گذرے کہ اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی ۔ اور اسی کا مصداق وہ حدیث پاک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن سب کو حساب کے لئے پیش ہونا پڑے گا؟ فرمایا ہاں سوائے ابوبکر صدیق کے ۔ کیونکہ اسکے لئے کہا جائے گا کہ اگر تو چاہے تو یہاں بیٹھ جا اور لوگوں کی شفاعت کر اور اگر چاہے تو جنت میں داخل ہو جا۔

اور حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں جاگزیں ہو جائیں گے تو جھنمیوں کو ایسی بدبو آئے گی کہ اسکی وجہ سے ان پر ستر گنا عذاب بڑھ جائے گا۔ وہ پوچھیں میں گے یا اللہ ! یہ بدبو کیا ہے ؟ تو داروغہ ء جہنم کہے گا کہ یہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھنے والوں کی بدبو ہے۔

حکایت ۔ وہب بن منبھہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے قیصر کے وزیر کو مسلمان دیکھا جبکہ وہ نصرانی تھا۔ اسکی طرف نصاریٰ انگلیوں سے اشارے کرتے تھے ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے اسلام کی طرف کس چیز نے بلایا ؟ کہنے لگا۔ میں سمندر کا سفر کر رہا تھا کہ ہماری کشتی ٹوٹ گئی ۔ میں ایک تختی پر بیٹھا رہ گیا جس کے ذریعے میں ایسے جزیرے میں جا پہنچا جس میں بڑے بڑے درخت تھے جن کا ایک پتہ آدمی کو ڈھانپ لے ۔ انہیں بیر کی مانند پھل لگا ہوا تھا۔ کھجور سے زیادہ میٹھا جس میں گٹھلی نہیں تھی ۔ میں نے وہ پھل کھایا اور پانی پیا۔ دل میں سوچا کہ یہیں رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مشکل حل فرمائے ۔ جب رات تاریک ہوئی میں نے شدید گر جدار بجلی کی سی آواز سنی کہ کہنے والا کہہ رہا ہے **لاالہ الا اللّٰہ العزیز الغفار محمد رسول اللّٰہ النبی المختار ابوبکر صاحب الغار عمرالفاروق حسن الجوار ۔ عثمان بن عفان بری من النار** (آگ سے بری) **علی بن ابی طالب قاصم الکفار** (کفار کی کمر توڑنے والے) محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کے اصحاب ارباب فضیلت و خیر۔ جب سورج طلوع ہوا تو دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی ہے کہ اس جیسا حسین قد اور چہرہ میں نے کبھی نہیں دیکھا ۔ اس کا سر لڑکی جیسا ۔

گردن شتر مرغ جیسی اور پنڈلیاں بیل جیسی ہیں ۔ اس نے مجھے کہا کہ تیرا دین کیا ہے ؟ میں نے کہا نصرانیت ۔ اس نے کہا مسلمان ہو جا سلامتی سے رہے گا۔ میں اسلام لے آیا ۔ پھر اس نے کہا کہ کیا تو واپس اپنے شہر کو لوٹنا چاہتا ہے ؟ میں نے کہا ہاں ۔ اس نے کہا کہ ابھی یہاں سے سواری گذرے گی ہم اسے تیرے لئے ٹھہرا لیں گے ۔ اسی ثنا میں ہمارے قریب سے ایک سواری گذری جو کہ بادبانی کشتی تھی ۔ وہ رک گئی ۔ اور کشتی والوں کو صورت حال کا علم نہیں ۔ میں نے ان کی طرف اشارہ کیا انہوں نے مجھے سوار کر لیا ۔ میں نے انہیں اپنا سارا واقعہ بیان کیا تو وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے ۔ وہب فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کہا کہ تو نے ایک عجیب واقعہ دیکھا۔

حکایت ۔ حضرت ضبہ بن محصن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بصرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے حاکم تھے ۔ جب ہمیں خطبہ دیتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا مانگنا شروع کر دیتے ۔ فرماتے ہیں کہ ان کی اس عادت سے مجھے غصہ آیا ۔ اور میں نے کہا کہ حضرت عمر کے صاحب (ابوبکر صدیق) کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے کہ اسے ان پر فضیلت دیتے ہیں ۔ اور کئی جمعوں سے آپ ایسا ہی کر رہے ہیں ۔ حضرت ابو سیٰ اشعری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ کہتے ہوئے میری شکایت لکھ بھیجی کہ ضبہ بن محصن مجھ پر میرے خطبے کے بارے میں اعتراض کرتا ہے ۔ آپ نے لکھ بھیجا کہ اسے میرے پاس بھیج دو ۔ چنانچہ ابو موسیٰ نے مجھے ان کی طرف بھیج دیا ۔ میں وہاں حاضر ہوا آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا ۔ حضرت عمر باہر آئے اور پوچھا تو کون ہے ؟ میں نے کہا : ضبہ بن محصن ۔ کہنے لگے تیرے لئے مرحبا اور اہلا وسہلا نہیں ۔ میں نے کہا کہ مرحب یعنی وسعت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ۔ رہے اہل تو یہاں میرا اہل ہے نہ مال ۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ کسی جرم کے بغیر آپ نے مجھے بصرہ سے یہاں طلب کرنے کا جواز کیسے پیدا کیا ؟ آپ نے فرمایا میرے عامل اور تیرے درمیان کیا ماجرا ہوا ؟ ضبہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا : اے امیر المومنین ! اب میں آپ کو تفصیل بتاتا

ہوں۔ وہ جب بھی ہمیں خطبہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے بعد آپ کے لئے دعا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مجھے اس بات کا غصہ لگا میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ کا ان کے صاحب کے متعلق کیا عقیدہ ہے جس پر آپ انہیں فضیلت دیتے ہیں اور انہوں نے کئی جمعوں میں ایسا ہی کیا۔ پھر آپ کے پاس میری شکایت لکھ بھیجی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زارو قطار رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم تجھے حق کی توفیق و ہدایت زیادہ حاصل ہے کیا تو مجھے میرا گناہ معاف کر دے گا ؟ اللہ تعالیٰ تیرے گناہ معاف فرمائے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین ! اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے۔ ضبہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر زارو قطار روتے ہوئے فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ کی قسم ابوبکر کی ایک رات اور ابوبکر کا ایک دن عمر اور آل عمر سے کہیں بہتر ہے۔ کیا میں تیرے سامنے ان کی رات اور دن کا تذکرہ کروں ؟۔ میں نے عرض کی: جی ہاں اے امیر المومنین۔ فرمایا: رات تو یہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مشرکین سے بچ کر مکہ **معظمہ** سے چلے جانے کا ارادہ فرمایا تو رات کو نکلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے چلے پھر کبھی آگے چلنا شروع کر دیتے کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا: ابوبکر! یہ کیا؟ ایسا کرنے کی کیا وجہ ؟ عرض کی: یارسول اللہ ! مجھے آگے کسی کے کمین گاہ میں بیٹھنے کا خیال آ جاتا ہے تو آگے نکل جاتا ہوں۔ پھر خیال آتا ہے کہ کوئی پیچھے سے نہ آ جائے تو پیچھے نکل جاتا ہوں۔ کبھی دائیں کبھی بائیں۔ مجھے آپ کی سلامتی کی فکر ہے۔ عمر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رات بھر انگلیوں کے بل چلتے رہے حتی کہ زخمی ہو گئیں۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ پاؤں مبارک زخمی ہو گئے ہیں تو سرکار علیہ والسلام کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ اور تیز چلتے ہوئے آپ کو غار کے دہانے پر لے آئے۔ یہاں آپ کو اتار دیا۔ اور عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اس میں آپ نہ جائیں پہلے مجھے جانے دیں۔ اس میں گر کوئی موذی شے ہو تو وہ ایذاء مجھے پہنچے۔

حضرت عمر نے فرمایا کہ آپ غار میں داخل ہوئے اور اس میں کچھ نہ پایا۔ پس آپ کو اٹھا کر غار میں لے گئے۔ اور غار میں شگاف تھا جس میں سانپ اور اژدہا تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس میں اپنا پاؤں اس خطرے کے پیش نظر ٹھونس دیا کہ اس سے کوئی موذی شے نکل کر سرکار علیہ السلام کو تکلیف نہ دے اور سانپ کے ڈسنے کی تکلیف سے آنسو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رخساروں پر ڈھلکنے لگے جبکہ حضور علیہ السلام فرمایا رہے تھے کہ اے ابوبکر! غم نہ کر بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا سکینہ یعنی اطمینان حضرت ابوبکر صدیق رضی عنہ پر نازل فرمایا۔ یہ تو ہے آپ کی رات۔

رہا آپ کا دن تو جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وصال ہوا اور عرب مرتد ہو گئے۔ ان کے بعض نے کہا کہ ہم نماز پڑھیں گے اور زکوۃ نہیں دیں گے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر آیا اور اپنے طور پر خیر خواہی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ میں نے آپ سے کہا: اے خلیفہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام! لوگوں کو الفت دلائیں اور نرمی کریں۔ آپ نے فرمایا کیا دور جاہلیت میں سخت گیر اور اسلام میں کمزور اور بزدل ہو؟ میں کس بات میں ان سے الفت کا برتاؤ کروں؟ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم واصل بحق ہو گئے وحی ختم ہو چکی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر انہوں نے مجھ سے ایک رسی بھی روک کر جو کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے میں اس کے عوض ضرور ضرور ان سے جنگ لڑوں گا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کے ساتھ مل کر جنگ لڑی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم آپ نفس الامر کی طرف ہم سے زیادہ ہدایت یافتہ تھے۔ تو یہ ہے آپ کا دن۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ پھر آپ نے اپنے عامل حضرت ابو موسیٰ کی طرف ملامت آمیز خط لکھا۔ انتہی

اور میں نے جو بعض کتابوں میں دیکھا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عازب سے تیرہ درہم میں پالان خریدا اور آپ نے عازب سے فرمایا کہ براء کو حکم دیں کہ پالان اٹھا کر میرے ساتھ چلے۔

عازب کہنے لگے کہ پہلے آپ مجھے بتائیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی سر گزشت کیا ہے جبکہ آپ مکہ معظمہ سے نکلے اور مشرکین نے آپ کا پیچھا کیا۔؟ فرمایا: ہم مکہ معظمہ سے یعنی غار ثور سے نکلے اور رات دن چلتے رہے حتی کہ دوپہر ہو گئی اور میں نے ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی سایہ ملے جس کے نیچے ذرا ستا لیں۔ میں نے ایک چٹان دیکھی وہاں پہنچا تو کچھ سایہ نظر آیا۔ میں نے حضور علیہ السلام کے لئے کمبل بچھایا پھر عرض کی: یا رسول اللہ! آپ لیٹ جائیں۔ چنانچہ آپ لیٹ گئے۔ پھر میں ماحول کا جائزہ لینے کے لئے باہر نکلا آیا کہ دیکھوں کوئی تعاقب میں آتا ہوا نظر آئے۔ اچانک ایک چرواہے پر نظر پڑی جو کہ چٹان کی طرف بکریاں لے جا رہا تھا اس کا مقصد بھی وہی تھا جو میرا تھا یعنی کہیں سایہ ملے میں نے اس سے پوچھا تو کس کا ہے؟ غلام نے کہا کہ فلاں کا۔ اس نے قریش کے ایک شخص کا نام لیا جسے میں پہنچاتا تھا۔ میں نے کہا کہ تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں ہے۔ میں نے کہا کہ میرے لئے دودھ نکالو گے؟ کہنے لگا: جی ہاں۔ میں نے اسے حکم دیا اس نے ایک بکری کی ٹانگیں باندھیں پھر میں نے اسے اس کے تھنوں سے غبار جھاڑنے کا حکم دیا۔ پھر اسے کہا کہ اپنی ہتھیلیاں جھاڑ لو۔ چنانچہ اس نے ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر ہاتھ جھاڑے اور میرے لئے تھوڑا سا دودھ نکالا۔ اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک چرمی لوٹے کے منہ پر کپڑا باندھ رکھا تھا۔ میں نے دودھ پر وہ پانی ڈالا یہاں تک کہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا۔ میں واپس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اتنے میں آپ بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! نوش فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے وہ مشروب نوش فرمایا۔ حتی کہ میں خوش ہو گیا۔ اور میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کوچ کا وقت ہو چکا ہے۔ فرمایا ہاں۔

پس ہم نے کوچ کیا جبکہ قوم ہمارا تعاقب کر رہی تھی۔ لیکن سراقہ بن مالک بن جعشم کے سوا ہم تک کوئی نہ پہنچا وہ ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے رو کر عرض کی: یارسول اللہ! یہ تعاقب کرنے والا ہم تک پہنچ گیا فرمایا: ابوبکر! غم نہ کر بیشک اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے۔ جب سراقہ قریب آیا اور ہمارے اور اسکے درمیاں دو تین نیزوں کا

فاصلہ رہ گیا تو میں نے رو کر عرض کی: یارسول اللہ! طلب ہم تک پہنچ گئی ۔ فرمایا: کیوں روتے ہو؟ عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم میں اپنی جان کے خطرے سے نہیں روتا بلکہ مجھے آپ کے متعلق تشویش ہے ۔ آپ نے اس سے خلاف دعا کی ۔ عرض کی: یااللہ: ہمارے لئے اس سے کفایت فرما جس کے ساتھ تو چاہے ۔ اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا ۔ وہ اس سے کود گیا ۔ اور کہنے لگا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ آپ کی وجہ سے ایسا ہوا ۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں مجھے اس مصیبت سے خلاصی عطا فرمائے اللہ تعالیٰ کی قسم میں تعاقب میں میرے پیچھے آنے والے کو آپ کے متعلق اندھیرے میں رکھوں گا ۔ یہ میرا ترکش ہے اس میں سے ایک تیر لے لیں ۔ آپ کا گذر فلاں وادی میں میرے اونٹوں اور بکریوں پر سے ہو گا ۔ آپ ان میں سے اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارے اونٹوں اور بکریوں کی کوئی ضرورت نہیں ۔ آپ نے اسکے لئے دعا فرمائی اور وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا ۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام چلتے رہے اور میں آپ کے ساتھ تھا حتیٰ کہ ہم مدینہ عالیہ رات کے وقت پہنچے ۔ ہم نے قرعہ اندازی کی کہ کن کے ہاں اتریں ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں آج کی رات حضرت عبدالمطلب کے ننھال بنی نجار کے ہاں نزول کروں گا ۔ میں اس سے انہیں عزت بخشوں گا ۔ پس ہم مدینہ عالیہ آئے ۔ اور راستے میں گھروں کی چھتوں پر بچے اور خدام کھڑے کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ۔ حضور علیہ السلام نے اللہ اکبر کہا ۔ جو صبح ہوئی تو حضور چلے حتیٰ کہ وہاں اترے جہاں آپ کو حکم تھا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ۱۶ یا ۱۷ ماہ نماز پڑھتے رہے جبکہ آپ چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کریں یہودی بے وقوفوں نے کہا کہ انہیں ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر کہ یہ پہلے تھے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مشرق اور مغرب ہے ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک شخص نے

نماز پڑھی تھی وہ نماز ادا کرنے کے بعد نکلا اور اس کا گذر انصار کی ایک جماعت پر ہوا جو کہ بیت المقدس کی طرف نماز عصر میں رکوع میں تھے ۔ اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے جبکہ آپ نے رخ انور کعبہ کی طرف پھیر لیا ہے

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے جس کا ہم پر گذر ہوا حضرت مصعب بن عمیر ہیں جو کہ بنو عبدالدار بن قصی میں سے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہاں ہیں ؟ کہنے لگے یہ آپ اور آپ کے اصحاب پیچھے تشریف لا رہے ہیں ۔ پھر حضرت عمار بن یاسر۔ سعد بن ابی وقاص عبداللہ بن مسعود اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم آئے ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیس سواروں کی معیت میں تشریف لائے ۔ پس حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمارے ہاں قدوم میمنت لزوم نہ فرمایا یہاں تک کہ میں نے مفصلات میں سے چند سورتیں پڑھ لیں ۔ پھر ہم قافلے کی ملاقات کے لئے نکلے ۔ تو ہم نے دیکھا کہ قافلہ اتر چکا ہے ۔ اور یہ حدیث صحیح ہے ۔ ابن قطیعی سے بخاری تک ان کی سند کے ساتھ روایت کی گئی ۔ پس آپ سابقین میں اول ۔ اول الخلفاء ۔ رسول پاک علیہ السلام کے ساتھی ۔ آپ کے بعد ساری مخلوق سے بہتر ۔ لوگوں میں مقدم کئے جانے کے زیادہ لائق اور امانت کے زیادہ مستحق ہیں سقیفہ بنی ساعدہ کے دن اہل اسلام نے آپ کی خلافت پر اجماع فرمایا ۔ اور آپ کی حاکیت میں ہی مصلحت امت دیکھی ۔ جب آپ کا حسن دیانت اور جمال عبادت دیکھ لیا تو سب آپ کی طاعت میں داخل ہو گئے ۔ آپ کی وجہ سے اسلام کی شیرازہ بندی ہوئی ۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں استقامت کا حق ادا کر دیا ۔ آپ امت کے رفیق ۔ رعایا پر شفیق بزرگ صفات اعلیٰ اخلاق اور بلند درجات سے موصوف تھے ۔ آپ منقولہ اور غیر منقولہ جائداد سے دست بردار ہو گئے اور آپ نے خرچ کرنے ۔ ایثار ۔ زہد اور فقر کی زندگی کو ترجیح دی ۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت میں اپنا سب کچھ اعلانیہ اور خفیہ خرچ کر دیا غار میں آپ کے رفیق گھر میں آپ کے

ہمدم مہاجرین اور انصار کے سردار۔ بہتے آنسوؤں والے۔ اللہ تعالیٰ کی صنعت میں غور و فکر کرنے والے اور دنیا سے کٹ کر عاقبت کے ساتھ وابستگی اختیار کرنے والے تھے

حضرت زید بن ارقم نے فرمایا: کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پانی طلب کیا تو آپ کو ایک برتن پیش کیا گیا جس میں پانی اور شہد تھا جب آپ نے اسے منہ کے قریب کیا تو اس قدر روئے کہ پاس بیٹھنے والوں کو بھی رلا دیا۔ پھر آپ خاموش ہو گئے اور ساتھی بھی خاموش ہو گئے۔ پھر رونے لگے۔ پھر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرے۔ طبعیت میں افاقہ ہوا تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ پر یہ گریہ کیوں طاری ہو گیا؟ فرمایا: میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کسی شے کو اپنے سے پرے ہٹانے لگے اور فرمانے لگے مجھ سے دور ہو جا۔ مجھ سے دور ہو جا۔ جبکہ میں نے آپ کی خدمت میں کسی کو نہ دیکھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں دیکھتا ہوں کہ آپ کسی شے کو دور ہٹا رہے ہیں جبکہ میں آپ کے پاس کسی کو نہیں دیکھتا؟ فرمایا: یہ دنیا ہے جو کہ اپنے مشمولات سمیت میرے سامنے آگئی۔ تو میں اسے فرمایا: دور ہو جا پس وہ پرے ہو گئی اور کہنے لگی اللہ تعالیٰ کی قسم اگر آپ مجھ سے بچ گئے ہیں آپ کے بعد والے مجھ سے بچ نہیں سکیں گے۔ پس مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں وہ دنیا مجھے مل گئی ہو۔ اس وجہ سے مجھ پر گریہ طاری ہوا۔

آپ کا ایک غلام تھا جو کہ بد خلق تھا۔ ایک رات وہ آپ کے پاس کھانا لے کر آیا۔ آپ نے اس سے ایک لقمہ اٹھالیا۔ کہنے لگا: اے ابوبکر! کیا وجہ آج آپ نے مجھے پوچھا نہیں جبکہ ہر رات آپ مجھ سے پوچھ لیتے تھے۔ فرمایا کہ بھوک کی وجہ سے ایسا ہوا۔ اب بتاؤ یہ کہاں سے لائے ہو؟ کہنے لگا کہ دور جاہلیت میں میرا گذر ایک قوم سے ہوا۔ میں نے ان کے لئے ٹونا ٹوٹکا کیا۔ انہوں نے مجھ سے کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ آج میرا وہاں سے گذر ہوا تو ان کے ہاں شادی تھی انہوں نے مجھے یہ کھانا دیا جو آپ کے پاس لے آیا ہوں۔ فرمایا: تجھ پر افسوس تو نے مجھے ہلاک کر دیا۔ آپ نے اپنے حلق میں ہاتھ داخل کیا اور قے کرنے لگے مگر لقمہ نہیں نکلا۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ صرف پانی سے نکلے گا۔ آپ نے

پانی منگوایا۔ اور پینے لگے اور قے کرنے لگے یہاں تک کہ اسے نکال باہر پھینکا۔ آپ سے کہا گیا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے یہ سب تکلیف اس حقیر سے لقمے کی خاطر اٹھائی؟ فرمایا: اگر یہ میری جان لے کر نکلتا تو بھی میں اسے نکالتا۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس جسم کی نشو و نما حرام سے ہوئی تو اس کے زیادہ لائق آگ ہے۔ تو مجھے ڈر تھا کہ کہیں میرا جسم اس لقمہ سے نشو و نما پائے۔ اور حضرت جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین سے اسی کے معنوں جیسی ملتی جلتی روایت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت

اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: اے عمر! اللہ سے ڈر اور تجھے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دن میں بعض ایسے کام ہیں جنہیں رات کو قبول نہیں فرماتا اور رات میں بعض کام ہیں جنہیں دن میں قبول نہیں فرماتا۔ اور وہ فرائض کی دائیگی کے بغیر نوافل قبول نہیں فرماتا۔ اور قیامت کے دن جن کے وزن ثقیل ہوں گے تو صرف اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں حق کی اتباع کی اور اس کا بوجھ اٹھایا۔ اور قیامت کے دن جس میزان میں حق رکھا گیا اس کا حق ہے کہ ثقیل ہو۔ اور قیامت کے دن جن کے وزن ہلکے ہونگے تو صرف اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں باطل کی پیروی کی اور اسے ہلکا پایا۔ اور جس میزان میں باطل رکھا گیا اس کا حق ہے کہ کل کو ہلکا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا ذکر فرمایا تو ان کے اچھے اعمال کے ساتھ فرمایا اور ان کی خطاؤں سے درگذر فرمایا۔ تو جب تو انہیں یاد کرے تو کہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ ان سے نہ مل سکوں۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کا تذکرہ فرمایا تو ان کے برے اعمال کے ساتھ فرمایا۔ تو جب تو انہیں یاد کرے تو کہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ان کے ساتھ ہو جاؤں۔ پس بندہ راغب و راضی رہے

اللہ تعالیٰ پر تمنا نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اگر تو نے میری وصیت کی حفاظت کی تو کوئی غائب چیز تجھے موت سے زیادہ محبوب نہ ہو گی۔ اور وہ تجھے آنے والی ہے۔

اور اگر تو نے میری وصیت ضائع کر دی تو کوئی غائب چیز تیرے نزدیک موت سے زیادہ بری نہ ہوگی اور تو اسکی گرفت سے نکل نہیں سکتا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عظیم خطبہ

حضرت اسید بن صفوان جنہوں نے حضور علیہ السلام کا زمانہ پایا سے مروی ہے کہ جب خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ مدینہ عالیہ میں کہرام برپا ہو گیا۔ لوگ اس طرح رو رہے تھے جس طرح کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے دن روتے تھے۔ آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے دوڑتے درد ناک انداز میں کہتے ہوئے آئے کہ نبوت کی خلافت ختم ہو گئی۔ حتی کہ آپ اس گھر کے دروازے پر پہنچے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوبکر: اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخلص دوست۔ مونس۔ معتمد۔ رازدار اور صاحب مشورہ تھے۔ آپ اسلام لانے میں ساری قوم سے اول۔ ایمان میں بہت مخلص۔ یقین میں نہایت پختہ۔ اللہ تعالٰی کا سب سے زیادہ خوف رکھنے والے۔ اللہ تعالٰی کے دین میں سب سے زیادہ مشقت اٹھانے والے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سب سے زیادہ محتاط۔ اسلام میں سب سے پہلے محدث۔ صحابہ پر سب سے زیادہ بابرکت اور صحبت میں سب سے زیادہ اچھے سب سے زیادہ مناقب والے نیکیوں کی سبقت میں سب سے افضل بلند مرتبہ۔ وسیلہ میں سب سے زیادہ قریب۔ سیرت۔ عادت۔ رحمت۔ فضیلت اور خلق کے اعتبار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے بزرگ مقام والے۔ سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں انتہائی مکرم اور آپ کے ہاں معتمد خصوصی تھے

پس اللہ تعالٰی آپ کو اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے

جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضور علیہ السلام کے ہاں آپ بمنزلہ کان اور آنکھ کے تھے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے آپ کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل فرمودہ کتاب میں آپ کو صدیق فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ سچ لے کر آئے اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ متقی ہیں۔ الذی جاء بالصدق یعنی سچائی لانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تصدیق کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وقت معاونت کی جب لوگوں نے بخل کیا۔ اور آپ تکالیف میں ان کے ساتھ اس وقت ثابت قدم رہے جب لوگ بیٹھ رہے۔ آپ نے کٹھن حالات میں بہترین طریقے سے حضور علیہ السلام کا ساتھ دیا جبکہ آپ دو کے دوسرے تھے۔ غار میں حضور کے ساتھی جن پر سکون نازل فرمایا گیا اور ہجرت میں ان کے رفیق تھے آپ نے اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہایت خوب جانشینی کا شرف پایا۔ آپ نے امر خلافت جس پامردی سے نبھایا کسی نبی کا جانشین نہیں نبھا سکا۔ آپ اس وقت قایم رہے جب آپ کے ساتھی سست پڑ گئے اور آپ نے اس وقت بہادری کا مظاہرہ کیا جب اوروں سے کوتاہی ہوئی۔ اور آپ قوی رہے جب کہ دوسرے کمزور پڑ گئے۔ اور آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہوں کو لازم کیا جبکہ دوسروں سے بے توجہی ہوئی۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برحق خلیفہ تھے۔ آپ نے منافقوں کی ذلت۔ کفار کی سرکوبی۔ حاسدین کی کراہت فاسقوں کے کینے اور باغیوں کے غیظ و غضب کے ساتھ جھگڑا کیا۔ آپ امر حق پر قائم رہے جب وہ بزدل ہو گئے۔ آپ نے حق فرمایا جب انہوں نے سرکشی کی۔ آپ کی آواز سب سے مدہم تھی جبکہ آپ کی بات بہت موثر۔ رائے بڑی محتاط۔ شخصیت انتہائی بے نیاز۔ معاملات کو اچھی طرح پہنچانے والے اعمال میں پیکر شرافت تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم آپ دین کے پیشوا اور منتظم ہیں۔ پہلے اس وقت جب لوگ اس سے بھاگنے لگے اور آخر میں اس وقت جب لوگ اسکی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ایمان والوں کے لئے مہربان باپ تھے جبکہ وہ آپ کے عیال بن گئے تو آپ نے ان کے وہ بوجھ

برداشت کئے جنہیں اٹھانے سے وہ کمزور پڑ گئے ۔ انہوں نے جسے بے مقصد چھوڑ دیا آپ نے اسکی نگہداشت فرمائی ۔ جسے انہوں نے ضائع کر دیا آپ نے اسکی حفاظت فرمائی کہ آپ کو ان کی جہالت کا علم تھا

آپ اس وقت ثابت قدم رہے جب وہ کمزور پڑ گئے ۔ آپ نے صبر فرمایا جب وہ گھبرا گئے ۔ آپ کی رائے کے ساتھ وہ اپنی کامیابی کی طرف لوٹے تو انہیں کامیابی اور عزت ملی جس کا انہیں گمان تک نہ تھا۔ آپ کفار کے لئے عذاب و قہراور ایمان والوں کے لئے رحمت اور خوشحالی تھے آپ کی حجت غلط نہ ہوئی اور آپ کی بصیرت کمزور نہ ہوئی ۔ آپ کی ذات کبھی بزدل نہ ہوئی ۔ آپ کا دل مرعوب نہ ہوا ۔ اللہ کی قسم آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہاڑ کی طرح تھے جسے ہوا کے طوفان ہلا نہ سکے اور زبردست حوادث زائل نہ کر سکے ۔ اور بلاشبہ اسی طرح تھے جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنی صحبت میں اور مال و منال میں سب سے زیادہ خدمت گزار ہے ۔ اور جیسا کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ تو جسم کا کمزور اللہ تعالیٰ کے حکم میں قوت والا ۔ اپنی ذات میں متواضع ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظمت والا ۔ پرہیز گاروں کی نظر میں جلیل القدر ۔ ان میں عظیم المرتبت ۔ کمزور تیرے نزدیک قوت والا عزت والا ہے یہاں تک کہ تو اسکے لئے اس کا حق دلا دے اور قوت و عزت والا تیرے نزدیک کمزور ذلیل ہے یہاں تک تو اس سے حق لے لے ۔ اس مسئلہ میں نزدیک اور دور تیرے ہاں برابر ہیں ۔ سب سے زیادہ تیرے قریب وہ ہے جو کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ طاعت گذار ہے ۔ تیرا قول حکمت ہے ۔ تیرا حکم بردباری اور احتیاط ہے تیری رائے علم اور پختہ ارادہ ہے تیری وجہ سے آتشیں بجھ گئیں ۔ حق نے اعتدال پایا ایمان قوی اور اسلام پختہ ہوا ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم غالب ہوا اگرچہ کافروں کو برا لگے ۔ آپ نے خلائق کو محو گریہ کر دیا ۔ آسمان میں آپ کا صدمہ بہت بڑا ہے آپ کی مصیبت نے مخلوق کی کمر توڑ دی ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اسکے فیصلہ پر راضی ہیں ۔ اور ہم نے اسکے لئے اس کا حکم مان لیا اللہ تعالیٰ کی قسم رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی وفات جیسا صدمہ اہل اسلام کو کبھی نہیں ہو گا ۔ آپ دین کی عزت ۔ حفاظت ۔ جماعت اور پناہ گاہ تھے اور ایمان والوں کے مددگار ۔ اور

کافروں پر سخت تھے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت کی گفتگو کے دوران پوری قوم خاموش ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر روئے کہ آوازیں بلند ہو گئیں۔ اور سب نے بیک آواز کہا اے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچازاد! آپ نے سچ فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خطبہ

اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا تو آپ کے مزار کے پاس کھڑے ہو کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے کہا: اے میرے باپ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا چہرہ پر رونق رکھے۔ آپ کے لئے آپ کی کوششیں قبول فرمائے۔ آپ دنیا سے رو گردانی کر کے اسے ذلیل کرنے والے تھے۔ اور آخرت کی طرف توجہ کر کے اسے عزت بخشنے والے تھے اور گرچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد سب سے شدید حادثہ آپ کا صدمہ ہے اور آپ کے بعد سب سے بڑی مصیبت آپ کا تشریف لے جانا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی کتاب آپ کے حسن تعزیت کی بات کرتی ہے۔ اور آپ کے لئے استغفار کے ساتھ آپ کو اچھا عوض عطا کرتی ہے۔ آپ پر سلام ہو جو کہ آپ کی آرامگاہ سے کبھی جدا نہ ہو والسلام

اور میں نے جو کتاب المستطوف میں دیکھا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دفن کے بعد مٹی ہاتھ سے جھاڑتے ہوئے یہ اشعار کہے جن کا ترجمہ ہے وہ چلے گئے جن سے میں محبت کرتا تو اے دنیا! تجھ پر سلام۔ میرے لئے عیش کا ذکر مت کر کہ

ان کے بعد عیش حرام ہے۔ میں دودھ پینے والا بچہ ہوں جس کا دودھ چھڑا دیا گیا اور بچے کو دودھ چھڑانے سے تکلیف ہوتی ہے اور میں نے سلطان العلماء عز بن عبدالسلام کی یہ تحریر دیکھی۔ کہ اپنے دائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیاں بمنزلہ محمد رسول اللہ والذین معہ قرار دے لے۔ اور آپ کے ساتھی ابوبکر۔ عمر۔ عثمان اور علی ہیں رضی اللہ عنہم۔ کیونکہ حضرت آدم

علیہ و علیٰ سیدنا و نبیا محمد و علیٰ جمع النبیین والمرسلین الصلوۃ والسلام کی پیشانی میں جب اللہ تعالیٰ نے نور حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ واسلم پیدا فرمایا تو ملا ئکہ آپ کے سامنے کھڑے ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور پر سلام پڑھتے جبکہ آدم علیہ السلام نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ آپ نے عرض کی اے میرے پروردگار میں چاہتا ہوں کہ نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھوں لہٰذا اسے میرے اعضاء میں اس سے کسی عضو میں منتقل کردے تا کہ میں اسے دیکھ سکوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت میں منتقل فرمایا دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے نور محمد علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کی شہادت کی انگلی میں چمک رہا ہے۔ تو اسے بلند کیا اور کہا **اشہد ان لا الہ الا اللّٰہ و ان محمدا رسول اللّٰہ**۔ اسی لئے اس انگلی کو مسبحہ کہتے ہیں

عرض کی اے میرے رب کریم! کیا میری پشت میں اس نور کا کچھ باقی رہ گیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ آپ کے اصحاب ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ اور علی کا نور باقی ہے۔ تو حضرت عمر کا نور آپ کے انگوٹھے میں۔ ابوبکر کا نور درمیانی انگلی میں۔ عثمان کا نور اسکے ساتھ والی انگلی میں جبکہ علی کا نور چھنگلی انگلی میں رکھ دیا۔ اور یہ انوار آپ کے ہاتھ میں اس لئے متجلی کئے گئے تاکہ انہیں دیکھ کر ان پانچوں کی محبت میں پختگی حاصل کریں۔ ہم ان چاروں میں سے کسی ایک کے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان فرق نہیں ڈالتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں کو ایک ساتھ جمع فرمادیا اور فرمایا محمد رسول اللہ والذین معہ۔ **انتھی**

اور میں نے تفسیر در منثور سے **اذاجاء نصراللّٰہ** کی تفسیر میں جو نقل کیا ہے یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ارشاد فرمائیں کہ جب ہمیں کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس میں صراحتا قرآن کریم نازل نہیں ہوا اور نہ ہی اس بارے میں آپ کی طرف سے سنت جاری ہوئی تو کیا کریں؟ فرمایا: اے عبادت گذار مسلمانوں کے درمیان مشورہ کے ساتھ حل کرنا۔ کسی خاص رائے کے ساتھ فیصلہ نہ کرنا۔ اگر میں کسی کو خلیفہ بنانے والا ہوتا تو تجھ سے زیادہ حقدار نہ ہوتا کیونکہ تو اظہار اسلام میں پہلے ہے۔ رسول علیہ السلام کا قریبی اور داماد ہے۔ اور تیرے ہاں ایمان والی خواتین کی سردار ہے۔ اور کہا گیا یہ اس تکلیف

کی بنا پر ہے جو کہ میری اور نزول قرآن کی وجہ سے ابوطالب نے برداشت کی۔ اور میں ان کی اولاد میں اس کی رعایت کو پسند کرتا ہوں

اور ابن مردویہ نے۔ ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں۔ خطیب نے تالی التلخیص میں اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب **اذاجاء نصراللہ والفتح** الخ نازل ہوئی تو حضرت عباس ' حضرت علی کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس چلو اگر آپ کے بعد یہ امر ہمارے لئے ہو تو اس میں قریش ہمارے ساتھ عداوت نہ کریں۔ اور اگر ہمارے علاوہ دوسروں کے لئے ہو تو آپ سے عرض کریں کہ ہمارے لئے اسکی وصیت فرما دیں۔ آپ نے نہ کر دی۔ عباس فرماتے ہیں کہ میں خود حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ سب کچھ ذکر کر دیا۔ آپ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالٰی نے اپنے دین اور وحی پر ابوبکر کو خلیفہ بنایا ہے۔ اور وہ وصیت قبول کرنے والا ہے۔ پس اس کا حکم سننا اور اطاعت کرنا ہدایت اور درستی پر ہو گئے۔ اور اسکی اقتداء کرنا مقصد پا لو گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پس عرب کے فتنہ ارتداد میں جب آپ کے ساتھیوں نے مخالفت کی تو حضرت عباس کے سوا حضرت ابوبکر صدیق کی رائے کے ساتھ کسی نے موافقت نہ کی اور نہ ہی اس امر میں آپ کی پشت مضبوط کی اور نہ ہی آپ کی معاونت کی۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کی قسم تمام اہل زمین کی رائے ان دونوں کی رائے کے برابر نہ تھی

اور جلال الدین سیوطی نے اپنی تاریخ میں حضرت علی بن عبداللہ الہاشمی الرقی کی طرف اپنی سند کے ساتھ ابن العدیم سے روایت کی۔ فرمایا: میں ملک ہند میں داخل ہوا۔ میں نے اسکی بعض بستیوں میں بڑے پتوں والا خوشبو دار سیاہ گلاب دیکھا جس پر سفید خط کے ساتھ لکھا ہوا تھا **لاالٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ابوبکر الصدیق۔ عمر الفاروق**۔ مجھے اس میں شک گذرا اور میں نے خیال کیا کہ یہ خود لکھا گیا ہے۔ میں نے اس پھول کا رخ کیا جو ابھی کھلا نہیں تھا میں نے اسے کھولا تو اس میں اسی طرح لکھا ہوا تھا۔ اور اس شہر میں ایسے بے شمار پھول تھے۔ جبکہ اس بستی والے پتھروں کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ عزوجل کو پہچانتے ہی نہ تھے

انتھی۔

اور کتاب روایات الصحابہ میں فرمایا کہ ہمیں ابو عبداللہ محمد بن علی بن نصر الثعلبی نے بے شمار راویوں سے بیان کیا انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب ہم غار میں تھے میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے پاؤں کی طرف دیکھے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تیرا ان دو کے متعلق کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے؟ یہ حدیث حسن صحیح متفق علیہ ہے ابو عبداللہ ہمام بن یحییٰ بن دینار العدوی کی حدیث سے انہوں نے ابو محمد ثابت بن اسلم البنانی سے انہوں نے ابو حمزہ سے انہوں نے خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس بن مالک انصاری سے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے۔ اسے بخاری نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں روایت کیا۔ اور مسلم نے بھی اسے فضائل میں روایت کیا۔ اور یہ حدیث اصول دین میں توکل علی اللہ اور اس پر اعتماد کرنے اور تمام معاملات اسی کے سپرد کرنے کے بارے میں مضبوط دستور ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی کفایت۔ عنایت اور حفاظت نہ ہوتی تو تعاقب کرنے والا دشمن اس سے کس قدر قریب ہے جو کہ بالکل اس کے پاؤں کے نیچے غار میں اسکے سامنے ہے۔ اور اس سے یوں کہنا بھی جائز قرار پاتا ہے کہ اگر یوں ہو تو معاملہ یوں ہو جائے گا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو پر اعتراض نہیں فرمایا جبکہ آپ ان کی حالت جانتے ہیں۔ صرف یہ تنبیہہ فرمائی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کا تیسرا ہے اور ان دونوں کے ساتھ ہے اور اسی نے ان سے دشمنوں کو دور رکھا اور ان تک نہیں پہنچنے دیا۔ اور ظاہر یہی ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات دونوں پر اللہ تعالیٰ کے انعام واحسان کے شکریہ کے طور پر کی جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مذکورہ امر اور وجہ شکر کو ثابت رکھا۔ اور جتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جمع فرمایا اور وہ ان کے ساتھ ہے۔ اور یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسی طرح ہے جس طرح کہ اپنے نبی علیہ

الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہے جیسا کہ اسکی طرف اشارہ فرمایا۔ انتھی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خواب

اور میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ دور جاہلیت میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تاجر تھے آپ کے اسلام کا سبب یہ ہوا کہ سرزمین شام میں ایک دن آپ نے اپنی خواب میں دیکھا کہ سورج اور چاند آپ کی گود میں اتر آئے۔ پھر آپ نے ان دونوں کو ہاتھ میں لیا اور اپنے سینے کے ساتھ لگایا اور ان پر اپنی چادر ڈال دی۔ بیدار ہو کر نصاریٰ کے ایک راہب کی طرف چلے کہ اس سے خواب کے متعلق پوچھیں۔ راہب کے پاس آ کر آپ نے اس سے خواب کی بابت سوال کیا اور اس سے تعبیر چاہی۔ راہب نے پوچھا: آپ کہاں سے ہیں؟ فرمایا: مکہ سے۔ کہنے لگا کس قبیلے سے؟ فرمایا: بنی تیم سے۔ پوچھا کیا کام کرتے ہیں؟ فرمایا: تجارت۔ کہنے لگا آپ کے دور میں ایک شخص کا ظہور ہو گا جسے محمد الامین کہا جائے گا اور وہ نبی ہاشم کے قبیلے سے ہو گا۔ اور وہ آخر الزمان نبی ہو گا۔ گر وہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ آسمانوں۔ زمینوں اور ان میں جو کچھ بھی ہے پیدا نہ فرمایا۔ نہ ہی آدم اور دیگر انبیاء و مرسلین کو پیدا کرتا۔ اور وہ سید الانبیاء اور ختم المرسلین ہو گا۔ آپ اس کے دین میں داخل ہوں گے۔ اس کے وزیر اور اسکے بعد اس کے خلیفہ ہوں گے۔ یہ ہے خواب کی تعبیر۔ اور میں نے اس کی نعت اور صفت انجیل اور زبور میں بھی پائی۔ اور میں اسلام لایا اور ایمان قبول کیا اور میں نے نصاریٰ کے خوف سے اپنا اسلام چھپا رکھا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی صفت سنی تو آپ کے دل میں رقت پیدا ہوئی۔ سرکار علیہ السلام کی زیارت کا شوق بڑھ گیا۔ مکہ معظمہ آئے تو آپ کو پایا۔ آپ سے بہت محبت کرتے تھے کہ ایک ساعت بھی دیکھے بغیر نہیں گذرتی۔ جب معاملہ ذرا طویل ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ایک دن ان سے فرمایا: اے ابو بکر! تو ہر روز میرے پاس آتا ہے۔ میرے ساتھ بیٹھتا ہے اور اسلام نہیں لاتا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نبی ہیں تو معجزہ ضروری ہے۔

سرکار علیہ السلام نے فرمایا: کیا تجھے وہ معجزہ کافی نہیں جو تو نے شام میں دیکھا اور راہب نے تیرے لئے اسکی تعبیر بیان کی اور تجھے اپنے اسلام کی خبر دی؟ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا تو فورا کہہ اٹھے **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ** اسلام لائے اور خوب اسلام لائے۔ انتھی۔

اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالٰی کے قول **ونزعنا ما فی صدور ھم من غل** الخ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہو گا بیس در بیس میل لمبا سرخ یا قوت کا تخت لایا جائے گا جس میں کوئی شگاف اور پیوند نہیں ہو گا۔ اللہ تعالٰی کی قدرت کے ساتھ معلق ہو گا اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھیں گے۔ پھر پہلے تخت کی صفت کے مطابق زرد یا قوت کا تخت لایا جائے گا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھیں گے۔ پھر پہلے تخت جیسا ہی سبز یا قوت کا تخت لایا جائے گا اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیٹھیں گے۔ پھر اسی طرح کا سفید یا قوت کا تخت لایا جائے گا اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیٹھیں گے۔ پھر اللہ تعالٰی تختوں کو حکم فرمائے گا کہ ان حضرات کو لے کر پرواز کریں۔ پس یہ تخت عرش کے سائے کے نیچے پرواز کریں گے۔ پھر ان پر تازہ موتی کا ایسا خیمہ کھڑا کیا جائے گا کہ اگر ساتوں آسمان۔ ساتوں زمینیں اور اللہ تعالٰی کی ساری مخلوق جمع کرلی جائے تو اس خیمے کے ایک گوشے میں سما جائے۔ پھر ان کی طرف چار پیالے پیش کئے جائیں گے ایک پیالہ ابو بکر کے لئے۔ دوسرا عمر کے لئے۔ تیسرا عثمان کے لئے اور چوتھا علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے۔ یہ حضرات ان پیالوں سے پیئں گے اور یہ مراد ہے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد سے **ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین** یعنی ہم ان کے سینوں سے کینہ وغیرہ نکال دیں گے بھائی بھائی ہوں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

پھر اللہ تعالٰی جہنم کو حکم فرمائے گا کہ اپنی موجوں کے ساتھ ظاہر ہو اور رافضی اور کافر کو منہ کے بل اس میں پھینکا جائے۔ پس اللہ تعالٰی ان کی آنکھوں سے پردے اٹھاوے گا اور وہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مقامات دیکھیں گے اور کہیں گے یہ وہ لوگ

ہیں جن کی وجہ سے لوگ سعادت مند ہو گئے جبکہ ہم بدبخت ہو گئے پھر وہ جہنم کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اور اسی سے وہ روایت ہے جو کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ملاقات جبریل امین سے ہوئی۔ تو آپ نے جبریل سے فرمایا: کیا میری امت پر حساب ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں ان پر حساب ہے سوائے ابوبکر کے کہ اس پر کوئی حساب نہیں۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو اسے کہا جائے گا: اے ابوبکر! جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تو وہ کہے گا کہ میں جنت میں داخل نہیں ہوں گا حتی کہ اپنے ساتھ ان کو بھی داخل کرلوں جو دنیا میں مجھ سے محبت کرتے تھے۔ اور شاید شیخ عبدالرحیم البرعی رحمتہ اللہ علیہ نے اسی سے دلیل لیتے ہوئے یہ بات کہی ہے کہ جو شخص حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت میں وارفتہ ہو وہ کیونکر عذاب دیا جائے گا؟

شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گستاخ کا حال

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تک متصل اسناد کے ساتھ مروی۔ آپ نے فرمایا: کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس اس حال میں حاضر ہوا کہ اس کی دونوں پنڈلیوں سے خون بہہ رہا تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا؟۔ عرض کی: یارسول اللہ! فلاں منافق کی کتیا کے پاس سے میرا گذر ہوا اس نے مجھے کاٹ کھایا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ تھوڑا سا وقت گذرا کہ ایک اور شخص حاضر بارگاہ ہوا پہلے کی طرح اس کی پنڈلیوں سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا؟ عرض کی: یارسول اللہ! فلاں منافق کی کتیا نے راہ چلتے کاٹ لیا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کھڑے ہو گئے اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آؤ اس کتیا کو قتل کر دیں چنانچہ سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہر ایک نے اپنی تلوار اٹھائی۔ جب وہاں پہنچے اور اسے تلواریں مارنے کا ارادہ کیا تو کتیا حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے سامنے لیٹ گئی اور اس نے صاف فصیح زبان میں عرض کی: یارسول اللہ ! مجھے قتل نہ کریں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتی ہوں ۔ فرمایا: تو نے ان دو شخصوں کو کیوں کاٹا؟ کہنے لگی: یارسول اللہ میں جنات میں سے ہوں مجھے حکم ہے کہ جو شخص ابوبکر اور عمر کی شان میں بکواس کرے اسے کاٹ کھاؤں ۔ پس نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ان دونوں سے فرمایا: تم نے سنا نہیں یہ کتیا کیا کہتی ہے ؟ کہنے لگے ہاں یارسول اللہ ! ہم اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے ہیں

شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گستاخ سے شیطان کا پناہ مانگنا

اور اسی اسناد کے ساتھ عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ۔ فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے پاس بیٹھا تھا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تیسرا ہمارے پاس نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا اے علی ؟ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے بتاؤں کہ قیامت کے دن ادھیڑ عمر جنتیوں کا سردار اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان سے عظیم المرتبت کون ہے ؟ میں نے عرض کی: جی ہاں یارسول اللہ ! مجھے آپ کی حیات طیبہ کی قسم ۔ فرمایا: یہ دو حضرات جو آ رہے ہیں ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں متوجہ ہوا تو دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں ۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسول پاک علیہ السلام مسکرائے پھر رخ انور پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے یہاں تک کہ وہ دونوں مسجد میں داخل ہو گئے ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ! جب ہم دونوں دار ابی حنیفہ کے قریب آئے تو آپ نے ہماری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا ۔ پھر رخ انور پر کچھ ناگواری سی محسوس ہوئی ۔ یارسول اللہ ! یہ کس لئے ہوا ۔ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم دونوں دار ابی حنیفہ کی طرف پھرے تو شیطان تمہارے سامنے آ گیا اور اس نے تمہیں دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے ۔ میں اسے سن رہا تھا اور دیکھ رہا تھا جبکہ تم اسے سن رہے تھے نہ دیکھ رہے تھے ۔ اس نے دعا مانگی اور کہا: اے میرے اللہ ! میں تجھ سے ان دونوں کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں

کہ مجھے ان دونوں سے بغض رکھنے والوں کے عذاب میں مبتلا نہ کرنا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کون ہے جو ہم سے بغض رکھتا ہے حالانکہ ہم آپ پر ایمان لائے۔ آپ کی معاونت کا شرف حاصل کیا اور رب العالمین کی طرف سے آپ جو کچھ بھی لے کر آئے ہم نے اس کا اقرار کیا؟ فرمایا ہاں ابوبکر! ایک قوم ہے جو کہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے انہیں رافضی کہا جائے گا۔ حق سے کٹ جائیں گے اور قرآن شریف کی غلط تاویلات کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔ **یحرفون الکلم عن مواضعه**۔ اللہ کے کلمات کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں۔

عرض کی: یارسول اللہ! جو شخص ہم سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ کے ہاں اسکی کیا سزا ہے؟ فرمایا: اے ابوبکر! تجھے یہی کافی ہے کہ ابلیس ملعون اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے کہ اسے تم سے بغض رکھنے والوں کے عذاب میں مبتلا فرمائے۔ عرض کی: یارسول اللہ! یہ تو اس کی سزا ہے جس نے بغض کیا۔ تو ہم سے محبت کرنے والے کا صلہ کیا ہے؟ فرمایا تم دونوں اپنے اعمال سے اسے ہدیہ عطا کرو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کو۔ اللہ تعالیٰ کو اسکے فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے انہیں اپنا چوتھائی اجر ہبہ کیا۔ یعنی ایمان لانے کے وقت سے لے کر وفات تک کے اعمال کا اجر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے اسی کی مثل اجر ہبہ کیا۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا تم دونوں لکھ دو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شیشہ پکڑا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کا بندہ عتیق بن ابو قحافہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ۔ اس کے رسول علیہ السلام اور حاضر مسلمانوں کو گواہ بنایا کہ میں نے ایمان لانے کے دن سے وفات کے دن تک اپنے عمل کا چوتھائی دنیا میں مجھ سے محبت کرنے والوں کے لئے ہبہ کیا اور میں نے لکھ دیا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اسی طرح حضرت عمر نے لکھا۔ جب لکھنے سے فارغ ہوئے تو جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! رب

کریم آپ پر سلام فرماتا ہے اور آپ کو خصوصی تحفہ اور عزت عطا فرماتا ہے ۔ اور اس نے فرمایا ہے کے آپ کے دونوں صحابیوں نے جو لکھا ہے دے دیں ۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ ہے وہ ۔ پس جبریل علیہ السلام اسے لے کر آسمان کی طرف عروج کر گئے ۔ پھر رسول پاک علیہ السلام کی طرف لوٹے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا : اے جبریل ! جو تحریر مجھ سے لی تھی وہ کہاں ہے ؟ عرض کی : وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے گواہی فرمائی اور حاملین عرش ۔ مجھے میکائیل اور اسرافیل کو گواہ بنایا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ میرے پاس رہے یہاں تک کہ ابوبکر اور عمر قیامت کے دن اپنا قول قرار پورا کریں ۔

دمیری کی حیوۃ الحیوان کا اقتباس

اور میں نے حیاۃ الحیوان سے جو کچھ نقل کیا ہے یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی کہ اصحاب کہف دکھائے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ انہیں دار دنیا میں نہیں دیکھیں گے ۔ البتہ آپ اپنے افضل صحابہ کرام میں چار حضرات کو ان کی طرف بھیج دیں تاکہ وہ انہیں آپ کا پیغام پہنچادیں اور انہیں آپ پر ایمان لانے کی دعوت دیں ۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ کیسے بھیجوں ؟ عرض کی آپ اپنی چادر بچھائیں اور اس کے گوشوں میں سے ہر ایک گوشے پر ایک کو بٹھادیں ۔ پہلے پر حضرت ابوبکر کو ۔ دوسرے پر حضرت عمر کو ۔ تیسرے پر علی کو اور چوتھے پر حضرت ابوذر غفاری کو رضی اللہ عنہم ۔ پھر اس ہوا کو حکم دیں جو کہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے تابع فرمان کی گئی تھی ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے ۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ..نے ایسا ہی کیا ہوا انہیں اٹھا کر غار کے دہانے پر لے گئی ۔ جب یہ حضرات دروازے کے قریب ہوئے تو اس سے ایک پتھر اکھاڑا ۔ کتا انہیں دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور بھونکنے لگا اور حملہ آور ہوا ۔ لیکن جیسے ہی انہیں دیکھا سر کو حرکت دی دم ہلائی اور سر کے ساتھ گویا اشارہ کرنے لگا کہ غار میں داخل ہو

جائیں ۔ پس یہ حضرات غار میں داخل ہو گئے اور فرمایا السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کی ارواح لوٹا دیں پس وہ سب کے سب کھڑے ہو گئے اور جواب دیا وعلیکم السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام جب تک کہ آسمان اور زمین قائم ہیں ۔ اور تبلیغ کی وجہ سے تم پر بھی سلام ۔ پھر سب کے سب گفتگو کرتے ہوئے بیٹھے رہے ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے آپ کا دین اسلام قبول کیا ۔ اور کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے سلام پہنچا دیں ۔ پھر اپنی خوابگاہوں میں لیٹ گئے اور آخر زمانے تک کے لئے اپنی استراحت میں چلے گئے ۔ امام مہدی اپنے ظہور کے وقت انہیں سلام فرمائینگے تو اللہ تعالیٰ انہیں زندہ فرمائے گا پھر یہ اپنی استراحت کی طرف لوٹ جائینگے ۔ پھر قیامت تک نہیں اٹھیں گے ۔

امام ابی ربیع سلیمان کی کتاب الشفاء کا اقتباس

اور میں نے ابو ربیع سلیمان بن سبع کی کتاب الشفاء میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے بعد یاجوج ماجوج کے بعد چالیس سال کی عمر پائیں گے تو اصحاب کہف آپ کے حواری ہونگے اور آپ کی معیت میں حج کریں گے کیونکہ انہوں نے حج نہیں کیا ۔ انتھی ۔ پھر ہم ثعلبی کے سیاق کی طرف لوٹتے ہیں فرمایا : پھر یہ حضرات اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے ۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو حضور نے فرمایا کہ تم نے انہیں کیسا پایا ؟ اور انہوں نے کیا جواب دیا ؟ ۔ عرض کی : یارسول اللہ ! ہم ان کے پاس پہنچے اور انہیں سلام کہا تو وہ سب کے سب کھڑے ہو گئے اور ہمارے سلام کا جواب دیا ۔ ہم نے انہیں آپ کا پیغام پہنچایا ۔ تو انہوں نے قبول کیا اور وہ متوجہ ہوئے اور سب نے گواہی دی کہ آپ اللہ تعالیٰ کر برحق رسول ہیں ۔ اور انہوں نے اس اعزاز پر کہ آپ کا ظہور ہوا اور آپ کے قاصد ان تک پہنچے اللہ تعالیٰ کی حمد کی ۔ اور وہ حضور پر سلام عرض کر رہے تھے ۔ پس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی یا اللہ ! میرے اور میرے اصہار واحباب کے درمیان جدائی نہ ڈالنا اور اس کی مغفرت فرما جس

نے مجھ سے میرے اہل بیت سے اور اصحاب سے محبت کی ۔ انتہی

امام جلال الدین السیوطی کی تفسیر کا اقتباس

اور میں نے علامہ عبدالرحمٰن جلال الدین السیوطی رحمتہ علیہ کی سورۃ البقرہ کی تفسیر میں زیر آیت **واذا لقوا الذین آمنوا قالو آمنا** دیکھا کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ۔ سبب یہ ہے کہ ایک دن یہ لوگ باہر نکلے کہ سامنے سے چند اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تشریف لے آئے ۔ عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا ذرا دیکھنا میں (معاذاللہ) ان بے وقوفوں کو تم سے کس طرح دور کرتا ہوں چنانچہ اس نے آگے بڑھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا میں صدیق کو مرحبا کہتا ہوں جو کہ بنی تیم کا سردار ۔ شیخ الاسلام ۔ غار میں حضور علیہ السلام کا ثانی اپنی جان اور مال رسول علیہ السلام پر نثار کرنے والا ہے ۔

دیکھو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خوبیاں کس قدر مشہور ہیں حتی کہ شدت منافقت کے باوجود منافقین ان کا انکار نہیں کر سکتے تھے اور تکلیف صرف ان کے مذاق اڑانے کی تھی پس رافضی تباہ و برباد ہوں کس قدر جاہل اور احمق ہیں

امام احمد المقریزی کی کتاب تجرید التوحید کا اقتباس

اور جو مطلق تعبد والا ہو اسے کسی معین طریق عبادت میں کوئی غرض نہیں ہوتی جو اسے کسی دوسرے طریق پر ترجیح دے ۔ اس کی غرض تو صرف اللہ تعالٰی کی رضا حاصل کرنا ہے ۔ اگر تو علماء کو دیکھے تو اسے تو ان کے ساتھ دیکھے اور اسی طرح ذکر کرنے والوں ۔ خیرات کرنے والوں ارباب جمعیت اور دل کو اللہ سبحانہ و تعالٰی کے حضور روکنے والوں کے ساتھ ۔ تو یہ فرد جامع ہوتا ہے جو کہ ہر راستے میں اللہ تعالٰی کی طرف سیر کرتا ہے اور ہر گروہ کی معیت میں اسی کے حضور حاضر ہوتا ہے ۔ اور یہاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ان کے ہوتے ہوئے حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا ذہن میں حاضر کر کہ کیا تم میں

سے کسی نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ؟ حضرت ابوبکر نے عرض کی : میں نے کھلایا ۔ فرمایا کیا آج تم میں سے کسی نے روزے کے ساتھ صبح کی ؟ حضرت ابوبکر نے عرض کی : میں نے ۔ فرمایا تم میں سے آج کسی نے مریض کی عیادت کی ؟ حضرت ابوبکر نے عرض کی : میں نے فرمایا آج تم سے کوئی جنازے کے ساتھ چلا ۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی : میں چلا ۔ الخ ۔

یہ حدیث عبدالغنی بن ابی عقیل کے طریق سے یوں روایت کی گئی ہمیں نعیم بن سالم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ فرمایا : رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے فرمایا : آج کس نے روزہ رکھا ؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی : میں نے ۔ فرمایا آج کس نے صدقہ کیا ؟ حضرت ابوبکر نے عرض کی : میں نے فرمایا آج جنازے میں کون حاضر ہوا ؟ حضرت ابوبکر نے عرض کی : میں ۔ فرمایا : تیرے لئے واجب ہو گئی ۔ تیرے لئے واجب ہو گئی یعنی جنت ۔ اور نعیم بن سالم کے بارے میں گرچہ کلام کی گئی ہے لیکن ابن وردان نے اسکی پیروی کی ہے ۔ اور اسکی اس حدیث سے اصل صحیح ملتی ہے جس سے مالک نے محمد بن شہاب سے انہوں نے حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف سے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا : جس نے دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیں اسے جنت میں ندا دی جائے گی اے اللہ کے بندے ! یہ بہتر ہے ۔ جو نماز والوں سے ہو گا اسے باب الصلوٰۃ سے ندا دی جائے گی ۔ اور جو جہاد والوں سے ہو گا اسے باب الجہاد سے پکارا جائے گا۔ اور جو اہل صدقہ سے ہو گا اسے باب صدقہ سے آواز دی جائے گی ۔ اور جو روزہ داروں سے ہو گا اسے باب الریان سے ندا دی جائے گی ۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی : یارسول اللہ ! کہ ان تمام دروازوں سے بلائے جانے والے کو ضرورت تو نہیں (کیونکہ مقصد جنت میں داخل ہونا ہے او وہ ایک دروازہ سے بلائے جانے پر بھی پورا ہو جائے گا) کیا کوئی ایسا بھی ہے جسے ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا ؟ فرمایا : ہاں ۔ اور مجھے امید ہے کہ تو انہیں میں سے ہے اسی طرح اسے امام مالک

سے موصول مسند کے طور پر روایت کیا کہا یحییٰ بن یحییٰ۔ معن بن عیسیٰ اور عبداللہ بن مبارک سے اور اسے یحییٰ بن بکیر۔ عبداللہ بن یوسف نے امام مالک سے انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے حمید سے مرسلا روایت کیا۔ جب کہ یہ قعنبی کے نزدیک مسند ہے نہ مرسل۔ اور حدیث پاک کے الفاظ **من انفق زوجین** کا معنی جس نے ایک قسم کی دو چیزیں خرچ کیں جیسے دو درہم یا دو دینار۔ یا دو گھوڑے یا دو قمیصیں اور جس نے دو رکعت نفل پڑھے یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو قدم چلایا دو دن کے روزے رکھے وغیرہ۔ مراد تکرار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور کم سے کم تکرار اور قلیل سے قلیل اسکے وجود کا مقصد نیکی کے اس عمل پر ہمیشگی کرنا ہے کیونکہ دو جمع کا کم سے کم عدد ہے پس یہ ایسے ہی ہے جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں وارد ہوا کہ وہ بارش کی طرح ہیں جہاں بارش ہو نفع دے آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور خلق کے بغیر مصاحبت کا شرف پایا۔ اور مخلوق کا ساتھ نفس کے بغیر دیا انتہی۔

امام کسائی کی کتاب قصص الانبیاء کا اقتباس

کشتی نوح پر چار یاروں کے نام

اور کسائی نے اپنی کتاب قصص الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں ذکر فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں جب بھی کوئی چیز بناتے رات کو اسے دیمک کھا لیتی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس کا شکوہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ اس پر میری مخلوق کے نفیس لوگوں کے نام لکھدو عرض کی: اے میرے پروردگار! تیری مخلوق میں تیرے نفیس بندے کون ہیں؟ فرمایا وہ میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ابوبکر عمر عثمان اور علی ہیں۔ رضی اللہ عنہم حضرت نوح علیہ السلام نے اسکی چاروں طرف ان حضرات کے نام لکھ دیئے۔ پس کشتی محفوظ رہی۔ اور جب تو امام کسائی کے اس مذکور واقعہ کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ساتھ ملا کر سوچے **وحملناه علی ذات الواح و دسر**

تجری باعیننا یعنی ہم نے اسے تختوں اور میخون والی کشتی پر سوار کیا جو کہ ہمارے نفیس بندوں کے ذریعے چل رہی تھی تو اس میں تو سر اعظم اور ایسی فضیلت پائے گا کہ جس کے سامنے حدیں عاجز ہیں۔

امام شعرانی کی کتاب لطائف المنن کا اقتباس

خلفاء راشدین کا وسیلہ

اور شیخ شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کی منن میں سے ہے کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف حاجت ہو تو اسکی بارگاہ میں سلطان المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسل کر کیونکہ آپ اس کا وہ دروازہ ہیں کہ اسکے بغیر پہنچنا ممکن نہیں۔ اور جب تجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف حاجت ہو تو آپ کی بارگاہ کی طرف آپ کے دونوں وزیروں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے توسل کر کیونکہ وہ دونوں حضور علیہ السلام کا دروازہ ہیں۔ آپ کے ان وزیروں کے بغیر آپ تک رسائی ممکن نہیں۔ اور جو ادب سے خالی رہا رسائی سے محروم رہا۔ اسی لئے میں نے اپنے دیوان میں اپنے استاد الشیخ محمد زین العلبدیں۔ البکری (اللہ تعالیٰ ان کے فیوض سے ہمیں مستفیض فرمائے) کی منقبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت پر مقدم کی ہے۔ کیونکہ اساتذہ ہی ان درباروں تک رسائی کا راستہ ہیں

بعض واقعات

شیخین کا درود

(فائدہ) بعض صلحاء نے مجھے یہ واقعہ بیان کیا کہ استاذ الشیخ محمد البکری الکبیر نے شیخ ابو السعود الجارحی رضی اللہ عنہ کے خادم سے پوچھا کہ کیا تجھے شیخ کا کوئی خاص درود شریف یاد

ہے جو آپ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے ؟ ۔ عرض کی : جی ہاں ۔ اور یہی برزخ میں حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا درود شریف ہے **اللھم صل و سلم علی سیدنا محمد المقدس المختار ۔ النبی السلطان النور المبین و علی الہ وصحبہ وسلم۔**

جبریل کا صدیق اکبر کیلئے قیام تعظیمی

اور مجھے ہمارے شیخ عالم امت الشیخ یوسف النیشی المالکی نے بیان فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے جبکہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے محو گفتگو ہوتے تو جبریل امین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ۔ کسی اور کے لئے ایسا نہیں کرتے تھے ۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس سے اسکے متعلق سوال کیا تو جبریل عرض کرنے لگے : کہ ابوبکر ازل سے میرے لئے قابل تعظیم ہیں ۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالی نے جب فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا ۔ میرے دل میں کچھ خیال سا گذار ۔ تو جب اللہ تعالی نے " اسجدوا " فرمایا میں نے ایک بہت بڑا گنبد دیکھا جس پر کئی دفعہ ابوبکر ابوبکر لکھا ہوا تھا ۔ اور آواز آرہی تھی کہ سجدہ کر میں ابوبکر کی ہیبت سے سجدے میں گر گیا ۔ پس جو کچھ ہوا ۔ ہوا

اور ہمارے شیخ استاذ محمد زین العلبدین البکری نے بھی مجھے حضرت نیشی کے بیان فرمودہ واقعہ سے ملتا جلتا واقعہ بیان فرمایا ۔ اور میں نے ازہر میں اپنے اکثر مشائخ سے یہ واقعہ سنا ۔ اور اس کے بعد اور کیا تعریف ہو گی ۔

اور بعض حفاظ حدیث یعنی بخاری نے یوں باب باندھا " **باب الامام یاتی قوما فیصلح بینھم** " یعنی امام کسی قوم کے پاس آکر صلح کرائے ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی ۔ ہمیں حماد نے خبردی ۔ ہمیں ابو حازم المدینی نے خبردی ۔ انہوں نے سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بنی عمرو کے درمیان جھگڑا ہو گیا حضور صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خبر ملی آپ نے نماز ظہر ادا فرمائی پھر ان کے درمیان صلح کرانے تشریف لائے۔ جب نماز عصر کا وقت ہوا تو حضرت بلال نے اذان دی اور اقامت کہی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا آپ آگے ہو گئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس وقت تشریف لائے جبکہ حضرت ابوبکر نماز میں تھے۔ سرکار علیہ السلام لوگوں کے درمیان سے گذرتے ہوئے ابوبکر کے پیچھے اس صف میں آکر کھڑے ہوئے جو کہ ان کے قریب تھی راوی فرماتے ہیں کہ قوم نے ایک ہاتھ دوسرے کی پشت پر مارا۔ اور حضرت ابوبکر جب نماز میں داخل ہو جاتے تو دائیں بائیں نہیں جھانکتے تھے حتی کہ فارغ ہو جاتے جب آپ نے ہاتھوں کی آواز سنی کہ رکتی نہیں تو ذرا مڑ کر دیکھا تو سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیچھے جلوہ گر نظر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یوں ہاتھ کے اشارے سے انہیں نماز جاری رکھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکر ذرا سا ٹھہرے پھر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اشارے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے پچھلے پاؤں پیچھے ہٹ گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ دیکھا تو آگے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: اے ابوبکر! جب میں نے تمہیں اشارہ کر دیا تھا تو جاری رہنے سے تجھے کس نے روکا؟ عرض کی: ابن قحافہ کے لائق نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امامت کرائے۔ پھر قوم سے فرمایا: جب کوئی واقعہ پیش آجائے تو چاہئے کہ مرد تسبیح پڑھیں یعنی سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ کی پشت پر ہاتھ ماریں۔

تاریخ صحابہ کا اقتباس

صاحب تاریخ الصحابہ نے ذکر کیا کہ علقمہ فرماتے ہیں: کہ ایک شخص حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کی خدمت میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو کہ اپنی یادداشت سے مصاحف لکھوا رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور غصے میں آکر فرمایا تجھ پر افسوس۔ ہوش کر کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ میں آپ کی خدمت میں سچ کہہ رہا ہوں۔ فرمایا وہ کون ہے؟ کہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ

عنہ ۔ فرمایا کہ میں اس سے زیادہ کسی کو اس کا زیادہ حقدار نہیں سمجھتا ۔ اور میں تجھے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتا ہوں ۔ ایک رات کسی ضرورت کی وجہ سے ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیدار بیٹھے تھے ۔ پھر ہم باہر نکلے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ سلم میرے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان تھے ۔ جب ہم مسجد شریف تک پہنچے تو میں نے دیکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم توجہ سے کچھ سنا رہے ہیں ۔ میں نے عرض کی: یارسول! آپ چلتے چلتے رک گئے ہیں ؟ حضور علیہ السلام نے اپنے دست کرم سے مجھے اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تلاوت کرنے والے نے رکوع و سجدہ کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص قرآن کریم کو اسی طرح تر و تازہ پڑھنا چاہے جیسا کہ نازل فرمایا گیا تو چاہئے کہ ابن ام عبد کی قراءت کے مطابق پڑھے ۔ مجھے اب پتہ چلا کہ یہ عبداللہ بن مسعود ہیں ۔ جب صبح ہوئی تو میں علی الصبح ان کے پاس پہنچا کہ انہیں بشارت سناؤں ۔ آپ کہنے لگے کہ آپ سے پہلے ابوبکر بشارت سنا گئے ہیں میں نے ان کے ساتھ جس کار خیر میں بھی مسابقت کی وہ مجھ سے سبقت لے گئے

راہب کا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے میلاد کی خبر دینا

اور طلحہ نے کہا میں بصرہ کے بازار داخل ہوا تو ایک راہب اپنے گرجے میں کہہ رہا تھا کہ اس موسم میں آنے والوں سے پوچھو کہ کیا ان میں اہل حرم میں سے کوئی ہے ؟ طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ہاں میں ہوں ۔ اس نے کہا کہ کیا احمد کا ظہور ہو چکا ہے ؟ ۔ میں نے پوچھا کون احمد ؟ کہنے لگا عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا ۔ یہ اس کے ظہور کا مہینہ ہے اور وہ انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام میں سے آخری نبی ہے ۔ اور اس کے ظہور کا مقام حرم ہے اور ہجرت کا مقام کھجور ۔ سنگلاخ اور غیر آباد زمین ہے ۔ پس کوشش کر کہ اسکی طرف تجھ سے پہلے کوئی نہ پہنچے ۔ طلحہ کہتے ہیں کہ راہب کی گفتگو نے میرے دل میں اثر کیا ۔ وہاں سے جلدی سے نکلا اور مکہ معظمہ پہنچا ۔ اور میں نے پوچھا کہ کوئی نیا واقعہ

رونما ہوا ہے ؟ لوگوں نے کہا: ہاں محمد بن عبداللہ نے نبوت کا دعوی کیا ہے ۔ اور ابن ابو قحافہ نے یعنی ابوبکر نے اسکی پیروی بھی کرلی ہے میں وہاں سے نکلا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچا ۔ میں نے کہا کیا تو نے اس شخص کی پیروی اختیار کرلی ہے ؟ اس نے کہا: ہاں تو بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو اور ان کی پیروی کر کیونکہ وہ حق پر ہیں اور حق کی طرف بلاتے ہیں ۔ پس طلحہ نے حضرت ابوبکر کو راہب کی گفتگو کی خبر دی ۔ اب یہ دونوں حضرات ابوبکر اور طلحہ رضی اللہ عنہما چلے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور طلحہ اسلام لے آئے ۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماجرا بیان کیا ۔ آپ سن کر بہت خوش ہوئے ۔ اور جب حضرت ابوبکر اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہما دونوں اسلام لائے تو نوفل بن خویلد بن العدویہ نے ان دونوں کو پکڑ لیا اور ایک رسی کے ساتھ باندھ دیا ۔ اور بنو تیم کو اس کا علم نہ ہوا ۔ نوفل بن خویلد کو قریش کا سردار لیکر بلایا جاتا تھا اسی لئے ابوبکر اور طلحہ کو 'قرنیین یعنی دو مل بیٹھے والے کہا جاتا ہے

رہا نوفل کا واقعہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی برکت سے اس کا زندہ کیا جانا تو گرچہ میں اسے اپنے شیخ استاذ محمد زین العابدین البکری کے سامنے پڑھا تھا لیکن میں نے معتبر کتابوں میں نہیں دیکھا ۔ اسی لئے اس کا ذکر نہیں کیا ۔

اور مقریزی نے ذکر فرمایا: کہ بخاری نے حدیث زہری سے روایت کی فرمایا: مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوۃ و السلام کی مرض الوصال میں مزاج پرسی کر کے باہر نکلے تو لوگوں نے پوچھا: اے ابوالحسن ! کیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے صبح کی ؟ فرمایا الحمد للہ نسبتا افاقہ ہے ۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم تین دن کے بعد مرعوب ہو گا ۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت قریب ہے میں بنو عبدالمطلب کے چہروں کو پہچانتا ہوں جب وہ قریب الوفاۃ ہو جائیں ۔ ہمارے ساتھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے پاس چلو ہم آپ سے اس امر کے متعلق پوچھ لیں۔ اگر فیصلہ ہمارے متعلق ہو گا تو ہمیں اس کا پتہ چل جائے گا اور کسی اور کے متعلق ہو گا تو ہم عرض کریں گے کہ ہمارے متعلق وصیت فرما دیں۔ حضرت علی نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ہم نے اس بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا اور آپ نے ہمیں اس سے منع فرما دیا تو آپ کے بعد لوگ یہ ہمیں نہ دیں گے۔ اور میں اللہ کی قسم رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا سوال ہرگز نہیں کروں گا۔ اور اسے محمد بن اسحاق نے زہری سے روایت کی مگر اس نے وہ الفاظ ذکر نہیں کئے جو کہ عصا میں کہے۔ اور اس کے آخر میں یہ اضافہ کیا کہ اس دن جب دوپہر ہوئی تو حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے تنہائی میں حضرت علی کرم وجہہ سے پوچھا کہ کیا تجھے کچھ علم ہے کہ رسول پاک علیہ السلام نے تیرے علاوہ کسی اور کو کسی چیز کی وصیت فرمائی ہو؟ حضرت علی نے کہا: نہیں۔ پس حضرت عباس خچر پر سوار ہو کر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لشکر میں آئے اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات سے ملاقات کی اور فرمایا: کہ کیا آپ حضرات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی چیز کی وصیت فرمائی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پس حضرت علی کی طرف لوٹے اور کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال قریب ہے ہاتھ بڑھاؤ میں تمہاری بیعت کروں۔ پس کہا جائے گا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا نے اسکی بیعت کر لی ہے اور تمہارے گھر والے بھی تمہاری بیعت کر لیں گے۔ ایسے کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اے چچا! ہمارے سوا اس امر کا مطالبہ اور کون کرے گا؟

اور ایک روایت میں ہے کہ عباس نے حضرت علی سے فرمایا اپنا ہاتھ آگے کرو میں تمہاری بیعت کروں۔ آپ نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مصروف ہوں اور کون ہے جو اس امر میں ہم سے جھگڑا کرے گا؟ اور بخاری کی روایت میں ہے کہ عبدالرزاق زیادہ مضبوط ہے۔ اور ابن سعد نے کہا کہ ہمیں محمد بن عمر نے خبر

دی ۔ اس نے کہا کہ ہمیں محمد ابن عبداللہ ابن اخی الزہری نے بیان کیا ۔ فرمایا میں نے عبداللہ بن حسن کو زہری سے بیان کرتے ہوئے سنا۔ فرماتے ہیں: مجھے فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا وصال ہو گیا تو عباس نے کہا: اے علی! کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں اور حاضرین تمہاری بیعت کریں۔ کیونکہ یہ کام جب ہو جائے تو اسکی مثل لوٹا نہیں جا سکتا۔ جبکہ امر ہمارے ہاتھ میں ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ کیا ہمارے سوا اس کی کوئی خواہش رکھتا ہے؟ عباس کہنے لگے میرا گمان ہے اللہ تعالیٰ کی قسم ایسا ہو گا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی اور سب مسجد کی طرف لوٹے تو حضرت علی نے تکبیر سنی ۔ فرمایا: یہ کیا ہے ؟ حضرت عباس نے کہا یہ وہی ہے جس کی میں نے تجھے دعوت دی لیکن تو نے انکار کر دیا۔ حضرت علی نے کہا: کیا یہ ہوگا؟ عباس کہنے لگے ایسا کام کبھی رد نہیں ہوا۔ اور محمد بن عمر نے کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا وصال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باہر نکلے جبکہ آپ حضور علیہ الصلوۃ کے پاس حضرت علی ۔ عباس اور زبیر رضی اللہ عنہم پیچھے رہ گئے ۔ یہ وہ وقت ہے جب حضرت عباس نے حضرت علی سے یہ بات کہی رضی اللہ عنہم

اور اسے عبدالرزاق نے زہری سے معنوی طور روایت کیا۔ عبدالرزاق نے کہا: معمر ہمیں کہتے تھے: ان دونوں میں سے تمہارے نزدیک کس کی رائے زیادہ صحیح تھی؟ ہم کہتے تھے کہ عباس ۔ تو وہ انکار کرتے۔ اور عبدالرزاق نے ابن المبارک سے انہوں نے مالک سے ذکر کیا: فرمایا کہ ابن ابجر سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو ابوسفیان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے او کہا کہ کیا تم پر قریش میں سے قلیل گھرانہ اس امر پر غالب آ گیا؟ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر آپ چاہیں تو میں اسے گھوڑ سواروں اور پیادوں سے بھردوں ۔ حضرت علی کرم وجہہ نے فرمایا: تو اسلام اور اہل اسلام کا دشمن ہی رہا پس اس میں سے اسلام اور اہل اسلام کا کوئی نقصان نہ ہوا۔ بیشک ہم نے ابوبکر صدیق کو اس کا اہل سمجھا۔

اور مدائنی نے ابو زکریا العجلانی سے انہوں نے ابن حازم سے انہوں نے حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا: کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا جبکہ ابو سفیان آپ کے ساتھ تھے۔ پس آپ نے ابو سفیان پر اپنی آواز بلند کی تو ابو قحافہ نے فرمایا: اے ابو بکر! ابن حرب سے اپنی آواز کو پست رکھو۔ حضرت ابو بکر نے عرض کی: اے ابو قحافہ! اللہ تعالٰی نے اسلام کے ساتھ گھر بنائے جو کہ بنے نہیں تھے۔ اور کئی گھر ڈھا دیئے جو کہ دور جاہلیت میں بنے ہوئے تھے۔ اور ابو سفیان کا گھر ان میں سے ہے جنہیں ڈھا دیا گیا۔

حضرت ابو بکر کے کارکنوں کا ذکر

جب امر خلافت آپ کے سپرد ہوا تو آپ نے بنی امیہ کے کارکن مقرر کرنے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقتداء کی چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ خلیفہ بنائے گئے اور عرب مرتد ہو گئے آپ نے کئی لشکر ترتیب دیئے۔ گیارہ لشکروں پر گیارہ جھنڈے باندھے چنانچہ ایک جھنڈا حضرت خالد بن ولید مخزومی کے لئے باندھا اور انہیں طلیحہ بن خویلد الاسدی پھر مالک بن نویرہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔ اور ایک جھنڈا حضرت عکرمہ بن ابی جہل کے لئے باندھا اور انہیں مسیلمۃ بن یمامتہ بن المطوح بن الحارث کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے بھیجا۔ اور ایک جھنڈا مہاجر بن ابی امیہ المخزومی کے لئے باندھا اور انہیں اسود بن کعب بن عوف العنسی کے لشکروں کے ساتھ لڑنے اور قیس بن کسوح کے خلاف ابناء (ایرانیوں کی اولاد) کی مدد کرنے کے لئے بھیجا۔ اور ایک جھنڈا خالدبن سعید بن العاص بن امیہ کے لئے باندھا اور انہیں شام کے محاذوں کی طرف بھیجا۔ اور ایک جھنڈا حضرت عمرو بن العاص کے لئے باندھا اور انہیں قضاعہ کی طرف بھیجا۔ اور ایک جھنڈا خذیفہ بن محصن ملقانی کے لئے باندھا جو کہ ملقان بن شرحبیل ابن عمرو بن مالک بن یزید ذی الکلاع سے تھے اور انہیں اہل دبار کی طرف بھیجا اور یہ عمان کے قدیم شہروں میں سے ایک ہے۔ اور ایک جھنڈا عرفجہ بن ہرثمہ کے لئے باندھا اور انہیں مہروں کی طرف بھیجا۔ اور حضرت شرحبیل بن حسنہ کو

حضرت عکرمہ بن ابی جہل کے پیچھے بھیجا۔ چنانچہ جب وہ یمامہ سے فارغ ہوئے تو قضاعہ میں جا ملے۔ اور ایک جھنڈا طریفہ بن حاجم کے لئے باندھا اور انہیں بنو سلیم اور ان کے ہوازنی ساتھیوں کی طرف بھیجا اور ایک جھنڈا سوید بن مقرن بن عائذ المزنی کے لئے باندھا اور انہیں تہامہ یمن کے عامل کی طرف بھیجا۔ اور ایک جھنڈا حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے لئے باندھا اور انہیں بحرین کی طرف بھیجا۔ پس ہر امیر اپنے لشکر کے ساتھ مل گیا یہاں تک کہ مرتدین کی لڑائیاں ختم ہو گئیں۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عراق کی فتح کے لئے بھیجا۔ اور ان کے پیچھے غیلان بن .منم بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن علال بن وہیب الفہری کو بھیجا۔ اور دونوں کی قعقاع بن عمرو کیساتھ مدد کی۔ اور شام کی طرف لشکر تیار کئے۔ پس حضرت خالد بن سعید بن العاص کو بھیجا۔ اور ان کے پیچھے ذوالکلاع۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ عمرو بن العاص اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ اور ایک جھنڈا یزید بن ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ لئے عظیم لشکر کے لئے باندھا جو کہ بہت بڑا لشکر تھا جسے جنگ کے لئے بھیجا گیا اور آپ اپنے بھائی معاویہ بن ابو سفیان سے افضل تھے۔ اور انہیں خالد بن ولید کے عوض تیار کیا گیا۔ اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے لئے جھنڈا باندھا اور انہیں حمص کی طرف بھیجا۔ پس ابو عبیدہ جابیہ میں اترے۔ اور شرجیل بن حسنہ اردن میں اور کہا گیا کہ بصرہ میں اترے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قریات میں اترے۔ اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور ان کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے۔ آپ کے عمال بھی بنی امیہ سے تھے

پس اس سے تجھے معلوم ہو گیا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم صلوات اللہ وسلامہ اجمعین کے بعد تمام انسانی مخلوق سے افضل ہیں۔ اور استاذ محمد البکری رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا کہ حضرت طہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے بعد ہر ولی اور عارف

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سمندروں سے پانی کا ایک قطرہ ہے اور یہ جیسا کہ دیکھ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف شکوہ ہے رافضیوں کی قلت عقل سے ہے ان کی بصیرت کس قدر بے نور اور ان کی طبعیت کس قدر قبیح ہے۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ اگر رافضی پرندے ہوتے تو گدھ ہوتے۔ اور اگر چار پائے ہوئے تو گدھ ہوتے کیونکہ گدھ صرف بوسیدہ ہڈیوں پر اترتے ہیں جبکہ گدھے انتہائی کند ذہن ہوتے ہیں۔

اور ابوبکر بن حجتہ نے ثمرات الاوراق میں ابن جوزی کی کتاب الحمقی ، المغفلین کے ناٹویں باب سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ عقل مندوں کے ایک گروہ سے بے وقوفوں کے کام صادر ہوئے اور وہ انہیں درست سمجھتے ہوئے انہیں پر بضد رہے پس وہ اس ضد کی وجہ سے احمق غفلت شعار ہو گئے۔ ان میں سے پہلا احمق ابلیس ملعون ہے۔ اس نے حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے میں اپنے کو درست قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کو غلط کہا۔ پھر کہنے لگا کہ مجھے اس دن تک مہلت دے دے جس دن کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ پس اس کی لذت گناہ میں ڈالنے میں ہو گئی گویا وہ اس کی وجہ سے جلاتا ہے اور اپنا دائمی عذاب بھول گیا پس اس کی حماقت جیسی حماقت ہے نہ اس کی غفلت جیسی غفلت۔ صلاح الصفدی نے کہا: کہ کسی پر ایسا پتھر نہیں مارا گیا جو کہ ابو نواس نے اپنے اس قول میں ابلیس لعین پر مارا ہے۔ مجھے ابلیس کی غفلت اور اس نے جو نیت ظاہر کی اس کی خباثت پر تعجب ہے کہ اس نے سجدہ کرنے میں آدم پر تکبر کیا اور اسکی اولاد کو کھینچنے والا بن گیا۔

ابلیس کا فرعون کے پاس آنا

دوسرا فرعون اپنے ربوبیت کے دعوی میں اور اس قول کے مطابق فخر کرنے میں احمق ہے کہ کیا میرے لئے مصر کی بادشاہی نہیں اور یہ نہریں میرے نیچے جاری ہیں تو اس نے اس نہر کی وجہ سے تکبر کیا جسے اس نے جاری کیا نہ اسے اسکی ابتداء وانتہاء کا پتہ۔ اور حکماء نے اس کی مثال بیان فرمائی کہ ابلیس فرعون کے پاس آیا فرعون نے اس سے پوچھا تو

کون ہے؟ اس نے کہا: ابلیس۔ اس نے کہا تو کس لئے آیا ہے؟ اس نے کہا تیرے پگلے پن پر تعجب کرتے ہوئے آیا ہوں۔ کہنے لگا وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ میں نے اپنے جیسی مخلوق سے عداوت کی اور اسے سجدہ نہ کیا تو مجھے مردود اور ملعون قرار دے دیا گیا۔ اور تیرا دعوی ہے کہ تو معبود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ سخت حماقت اور پگلدین ہے

اور اسی طرح نصاری اپنے اس قول میں احمق ہیں کہ عیسیٰ معبود ہیں اور ابن معبود ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ یہودیوں نے انہیں سولی پر چڑھادیا یہ انتہائی کند ذہنی اور غفلت ہے

اور اسی طرح رافضیوں کا حال ہے کہ یہ جانتے ہوئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت کا اقرار فرمایا۔ حضرت ابوبکر کے دور کی بنو حنیفہ کی قیدی خاتون سے بیٹا حاصل کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی شاہزادی ام کلثوم کی شادی کی پھر کوئی رافضی ان دونوں حضرات کو سب و شتم کرتا ہے اور کوئی کافر گردانتا ہے۔ اور اپنے گمان میں ان سب باتوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت طلب کرتے ہیں جبکہ آپ کی محبت کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔

احمق کون؟

اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میرے پاس کوئی شخص آکر کہے کہ مَیں نے اس امر پر طلاق کی قسم کھائی کہ آج کسی احمق سے کلام نہیں کروں گا پھر اس نے کسی رافضی یا نصرانی سے کلام کی تو میں اسے کہوں گا کہ تیری قسم ٹوٹ گئی۔ دیناری نے آپ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عزت بخشے یہ دونوں احمق کیونکر ہوگئے؟ فرمایا اس لئے کہ ان دونوں نے دو سچوں کی مخالفت کی۔ پہلا سچا حضرت عیسی علیہ السلام ہیں جنہوں نے نصاریٰ سے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ انہوں نے کہا نہیں اور اپنی جہالت اور حماقت کی وجہ سے انہیں پوجنے لگے۔ اور دوسرا سچا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے ابوبکر اور عمر کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں اویڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں ۔ انتھی۔

یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر احمق

اور بعض ائمہ نے ذکر فرمایا کہ رافضہ تو یہود و نصاری سے بھی گئے گذرے ہیں اور وہ اس طرح کہ یہود سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہیں ؟ انہوں نے کہا : اصحاب موسیٰ علیہ السلام ۔ اور نصاری سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہیں ؟ انہوں نے کہا : اصحاب عیسیٰ علیہ السلام ۔ اور رافضہ سے پوچھا گیا کہ سب سے برے کون ہیں ؟ انہوں نے کہا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ اور امام شعرانی رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت ابوبکر اور عمر نے آپ پر ظلم کیا؟ فرمایا: نہیں ۔ کیونکہ قرآن کریم انہیں بری قرار دیتا ہے پوچھا گیا وہ کیسے ؟ فرمایا : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ولا ترکنوا الی الذین ظلموا** ۔ یعنی ظالموں کی طرف جھکاؤ مت رکھو ۔ جبکہ ہم نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کی طرف مائل تھے ۔ اور آپ نے حضرت عائشہ بنت ابوبکر اور حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنھم سے نکاح فرمایا ۔ دیکھئے یہ استنباط کس قدر حسین ہے ۔ اور باب العلوم کے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں

حضرت علی کے دل میں صدیق اکبر کا مقام

حکایت ۔ اور میں نے تاریخ کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوتی تو سلام کہنے میں پہل کرتے ۔ ایک دن ملاقات ہوئی تو آپ نے سلام کہنے میں تاخیر کی حتی کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کہنے میں پہل کی ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی : یارسول اللہ !

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میرا معمول یہ ہے کہ وہ مجھ پر سلام کہنے میں پہل کیا کرتے ہیں سوائے آج کے دن کے معلوم نہیں آج انہوں نے معمول کے خلاف کیوں کیا ؟ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی کو بلا بھیجا اور خلاف معمول کرنے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے عرض کی: یارسول اللہ! شب گذشتہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں داخل ہوا ہوں اور اس میں ایک عظیم محل دیکھا کہ اس جیسا اس میں کوئی اور نہیں دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے ؟ کہا گیا: یہ اس کے لئے ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔ تو میں نے چاہا کہ وہ محل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے ہو۔ اس لئے میں نے تاخیر کی اور انہوں نے سبقت کی۔ اور یہ اللہ کی کتاب ہے جو کہ ان کے درمیان محبت اور رحمت کا پتہ دیتی ہے۔ **محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم**۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ سلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو آپ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں طاقتور اور آپس میں بڑے رحمدل ہیں۔

امام جعفر کا فتویٰ

اور حضرت امام جعفر بن محمد الباقر رضی اللہ عنہما کو خبر پہنچی کہ عراق والوں کا ایک گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر مقدم سمجھتا ہے۔ آپ نے انہیں اس سے منع کرنے کو لکھ بھیجا اور فرمایا: کہ اگر میں حاکم ہوتا تو تمہارے خونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور قرب حاصل کرتا

روافض کی تین قسمیں

اور مجھے بعض رافضیوں نے خبر دی کہ ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم کے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں کوستے نہیں اور دوسری قسم کے لوگ بغض رکھتے ہیں اور کوستے ہیں۔ جبکہ تیسری قسم کے لوگ بغض رکھتے ہیں نہ کوستے ہیں۔ اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ سوائے امیرالمومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے۔

اللہ تعالیٰ ان سے بغض رکھنے والوں کو رسوا کرے۔ کیونکہ روافض نے ان کی جناب میں ایسے امور پر اتفاق کیا ہے جو کہ اس جناب کے لائق نہیں۔ اور میں ان میں سے ایک فریق کو بحمدہ تعالیٰ رغبت دلاتا رہا ہوں یہاں تک کہ میں نے ان میں سے اکثر کو سنا ہے کہ حضرت ابوبکر اور عمر کو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک نے مجھے کہا کہ ہمیں ان دونوں حضرات کی یہ فضیلت معلوم نہیں تھی۔ اور باطن کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ رہی ان کی دلیل اور برہان تو اسے شیخ الاسلام احمد البکری نے اپنی کتاب الذخیرہ میں ایسی وجوہ کے ساتھ باطل فرمایا ہے کہ یہ تالیف ان کی متحمل نہیں۔ البتہ ان کے رد پر توجہ کرنا اور ان کے عقائد کی کمزوری اور ابتری کے ساتھ اسکے بطلان پر دلیل قائم کرنا سربرآوردہ ارباب علم کے لائق ہی نہیں کہ ان کی خرافات اور لغزشوں پر توجہ کریں۔ اور اس بارے میں مناظرہ کے لئے بہترین دلیل وہ حکایت ہے جسے صاحب محاضرات نے شیخ الاسلام بلقینی سے انہوں نے ابو الیسر احمد بن عبداللہ بن الصائغ سے انہوں نے ابو العباس احمد بن عبد الرحمٰن المقدسی سے۔ انہوں نے ابو المحاسن محمد بن اسید بن فارس الصفار سے انہوں نے محمد بن مقاتل الماشغوری تک اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہوئے ذکر فرمایا کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنی چور نے شیعہ قاضی کی دلیل کو باطل کر دیا۔ اور جسے چور باطل کر دے اس پر علماء اہل سنت کو توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں اور سنی چور اور شیعہ قاضی کا مناظرہ اس حکایت میں ہے کہ جب چور نے سحری کے وقت قاضی کو پکڑ لیا تو قاضی اسے معذرت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں عالم فاضل ہوں اور اسکے ساتھ ساتھ میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت اور تمام اہل اسلام پر ان کی فضیلت کا عقیدہ رکھتا ہوں جبکہ اہل رشد و ہدایت اسلاف پر طعن نہیں کرتا۔ اور یہ میرا واضح عقیدہ ہے۔ اور فیصلہ کرنے میں مذہب شافعی پر اعتماد کرتا ہوں۔ اور میرے سارے شہر والے اسی عقیدے پر ہیں

چور نے اسے کہا: کہ تیرا عقیدہ اور اعتماد اچھا ہے۔ لیکن اگر تجھے کوئی کہنے والا کہے کہ حضرت علی کس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں

سب سے افضل ہونے کے مستحق ہوئے؟ تیرا کیا جواب ہو گا؟ قاضی نے کہا کہ حضرت علی تمام صحابہ کرام اور اہل قرابت سے افضل ہونے کے اس لئے مستحق ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے آپ نسب اور حرمت میں زیادہ قریب۔ اصل اور منصب سب سے پاکیزہ ہیں چور نے کہا: کیا اس وجہ سے آپ کو تمام مہاجرین۔ انصار سابقین اور اولین صادقین پر فوقیت حاصل ہے؟۔ قاضی نے کہا ہاں۔ چور نے کہا: پھر تو حضرت عباس افضل ہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوۃ و السلام کے زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **و اولوا لاو حام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللّٰہ** یعنی اللہ کی کتاب میں بعض رشتے دار بعض کے زیادہ قریب ہیں اور اس بات پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ اگر ایک شخص فوت ہوا اور اس نے چچا اور چچازاد چھوڑا تو مال چچازاد کی بجائے چچا کو ملے گا۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

قاضی نے کہا کہ حضرت عباس رضی اللہ نے ہجرت نہیں کی۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہجرت کا شرف حاصل ہے چور نے کہا کہ پھر رشتے داری کی علت باطل ہو گئی اور فضیلت صرف ہجرت کے لئے ہوئی۔ قاضی نے کہا ہاں۔ چور نے کہا پھر حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لئے ہجرت ثابت ہے اور وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچازاد ہیں۔ تو اگر کوئی تجھ سے اس مسئلہ میں جھگڑا کرے کہ وہ علی سے افضل ہیں تو تیرا کیا جواب ہو گا؟ قاضی نے کہا: کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پلک جھپکنے تک بھی شرک نہیں کیا نہ ہی آپ سے قبول اسلام میں قدرے توقف یا دوسری سمت جھکاؤ معلوم ہوا۔ اور آپ جعفر اور عباس رضی اللہ عنہما دونوں سے ہی ایمان لانے میں مقدم ہیں۔ چور نے کہا کہ پھر تو دوسری وجہ باطل ہوئی اور فضیلت ایمان میں مقدم ہونے کی ہے۔ قاضی نے کہا: ہاں۔ چور نے کہا: کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لانے میں سب سے مقدم ہیں قاضی نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ شرک سے ایمان کی طرف منتقل ہوئے

(اقول و باللہ التوفیق۔ یہ اس سیعی قاضی کا مفروضہ ہے ورنہ حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ سے لمحہ بھر کے لئے بھی بعثت شریفہ سے پہلے شرک ثابت نہیں جیسا کہ اسی کتاب میں امام قسطلانی شارح بخاری کے حوالے سے امام ابو الحسن الاشعری کا قول منقول ہے جس کا معنی یہ ہے کہ بعثت شریفہ سے قبل اور بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ ایمان پر رہے۔ محمد محفوظ الحق عفرلہ ولوالدیہ)

چور نے کہا کہ جس نے شرک نہیں کیا کیا تمہارے نزدیک وہ اس سے افضل نہیں جس نے شرک کیا؟ قاضی نے کہا کیوں نہیں۔ چور نے کہا: بتاؤ کون افضل ہے عائشہ یا خدیجہ رضی اللہ عنہما یا ان دونوں کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی وہ ازواج جنہوں نے شرک نہیں کیا؟ قاضی نے کہا: کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں

چور نے کہا: کہ پھر ایمان میں مقدم ہونا باطل ہوا۔ قاضی نے کہا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایمان میں مقدم۔ یقین میں محکم اور برہان میں بالکل واضح ہونے کے ساتھ ساتھ نسبی اتصال اور سبب کی قوت یعنی سسرال کی نسبت بھی حاصل ہے۔ چور نے کہا: کیا جو بھی زیادہ قریبی ہو گا افضل بھی ہو گا؟ قاضی نے کہا: ہاں۔ چور نے کہا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے زیادہ قریب ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ قاضی نے کہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چور نے کہا کہ پھر قرابت کی علت باطل ہوئی۔ قاضی نے کہا کہ حضرت علی کو ایمان میں مقدم ہونے کے ساتھ ساتھ جہاد کا شرف بھی حاصل ہے۔ چور نے کہا کہ اس وجہ سے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان سے مقدم ہے اور انہیں فضیلت جہاد حاصل ہے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ جہاد کیا اور تصدیق کی طرف سبقت کی۔ اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی اس وقت مدد کی جبکہ آپ کے گھر والوں۔ رشتے داروں اور قریبوں میں سے کسی نے مدد نہ کی۔ پس آپ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی دعوت قبول کرنے میں سب سے پہلے جلدی کی۔ لوگوں کو آپ کی بیعت کی طرف دعوت دی۔ آپ کی خدمت میں اپنے اموال خرچ کئے اور آپ کی خاطر بڑے

بڑے حوادث کا مقابلہ کیا۔

قاضی نے کہا کہ ابوبکر کو حضرت علی پر تقدم کیونکر حاصل ہو سکتا ہے جبکہ وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ انہیں ایک شیطان عارض آتا ہے کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ ایک شیطان مجھے عارض آتا ہے جب تم ایسی کیفیت دیکھو تو میرے قریب مت آؤ چور نے کہا: مجھے قسم ہے کہ آپ نے یہ بات مہاجرین و انصار کے سرکردہ حضرات کے سامنے کہی۔ لیکن روئے زمین پر کوئی صاحب دانش و بصیرت ایسا نہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مجنون یا فاتر العقل سمجھتا ہو۔ اور آپ کی حالت ایسی ہوتی تو صحابہ کرام اور اہل قرابت پر چھپی نہ رہتی اور وہ سب کے سب آپ کو خلافت سے دور رکھنے کے لئے یہ دلیل کبھی ترک نہ کرتے کہ یہ تو مجنون ہیں انہیں علاج کی ضرورت ہے نہ کہ انہیں امت کی امامت اور رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خلافت سپرد کی جائے۔ اور یہ اسکی جہالت ہے جس کی طرف سے آپ کے بارے میں یہ بات پہنچی اور اس نے ایسی گفتگو کی۔ یہ بات تو رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمائی ہے کہ ہر کسی کے لئے ایک شیطان ہے۔ عرض کی گئی: آپ کے لئے بھی؟ فرمایا: میرے لئے بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری امداد فرمائی چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات صرف اس لئے فرمائی کہ آپ کے غصے کے وقت ذرا احتیاط کریں۔

قاضی نے کہا: کیا ابوبکر نے یہ نہیں کہا کہ میں تمہارا والی بنایا گیا ہوں جبکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ چور نے کہا کہ اسکی کئی وجوہات ہیں۔ ان میں ایک وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہ بات انصار کے خلاف بطور دلیل فرمائی کیونکہ بنی ہاشم نسبی بلندی کے اعتبار سے آپ سے اعلیٰ اور اچھے ذکر اور مذہب کے اعتبار سے ان کی مشہوری دور دور تک ہے۔ اس دلیل سے آپ انہیں بتا رہے ہیں کہ اس امر کا استحقاق نسبی برتری کے ساتھ وابستہ نہیں اور نہ ہی یہ قریش کے مقابلے میں نسبی ہاشم کے ساتھ موقوف ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ائمہ قریش سے ہیں۔ قاضی نے کہا کہ یہ بات پایہ ثبوت کو کیسے پہنچ سکتی ہے جب کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ میرے منصب سے مجھے فارغ کر دو

۔ میرے منصب سے مجھے فارغ کر دو ؟ چور نے کہا: آپ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اس امر کو درست رکھنے کے لئے امامت کا شدید بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے ۔ اور یہ آپ کی فضیلت ۔ عقل ۔ پرہیز گاری ۔ خوف خدا اور دیانت داری کی وجہ سے ہے نہ اس لئے کہ آپ اسے نبھا نہیں سکتے تھے ۔ اور صاحب فضیلت کے شایاں نہیں کہ اسے امامت کا منصب پیش کیا جائے تو وہ اسے فوراً قبول کر لے اور کود پڑے ۔ کیونکہ اس سے اسکے متعلق بدگمانی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ورطہ تہمت میں گر جاتا ہے

قاضی نے کہا کہ ابوبکر کے لئے یہ کیسے ثابت کرتے ہیں جبکہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ منبر پر کہہ رہے ہیں جسے سیاہ و سرخ سب سن رہے ہیں ۔ خبردار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ایک اچانک امر تھا جس کے شر سے اللہ تعالیٰ نے بچالیا ۔ جو دوبارہ ایسا کرے اسے قتل کر دو ۔ چور نے کہا کہ یہ جب ہے کہ ہم کسی چیز میں شک کریں لیکن اس بات میں ہمیں شک ہے نہ تمہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاحب عقل و بصیرت تھے مجنون نہ تھے ۔ اور یہ کلام اگر اس مفہوم پر محمول کی جائے جو تم کہتے ہو تو اس کے قائل کی طرف سے جنون ہو گا ۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی امامت کو ثابت کرنے ۔ اپنی قیادت کا جھنڈا باندھنے اور اپنی خلافت کی طرف دعوت دینے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آپ کے لئے عہد باندھنے اور اپنے وصل کے بعد لوگوں کو ان کی اتباع کی طرف بلانے کے محتاج ہیں ۔ تو جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ایسی ہو گی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت لازما باطل قرار پائے گی ۔ اور واجب ہو تا کہ صحابہ کرام ۔ اہل قرابت اور انصار آپ سے برملا یہ کہتے کہ جب تو آپ کو بھی قتل کرنا واجب ہے ۔ اور شوریٰ میں آپ کے عہد پر عمل واجب نہیں ہے ۔

اس بات کا مقصد تو یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امت میں افضل تھے ۔ اور حجت اور مناظرہ کے ساتھ خلافت حاصل کرنے کے مستحق تھے جب کہ آپ کے بعد والے مرتبہ اور قوت میں کم و پیش ہیں ۔ اور اس طریقے سے خلافت کا استحقاق نہیں رکھتے ۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ یہ ایک اچانک امر تھا

یعنی کسی غور اور تحقیق کے عمل میں لائے بغیر ہی مکمل ہو گیا۔ اور اسے اچانک کہنے کی گنجائش تھی۔ اور وقی اللہ شرہا کا معنی یہ ہے کہ اس پر کسی اختلاف کے شر سے اور اسکی تکمیل کے وقت شیرازہ بکھرنے سے بچالیا۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ جو دوبارہ ایسا کرے اسے قتل کر دو اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ انصار کے قول کی طرح جو آئندہ ایسی بات کرے کہ ایک امیر ہم میں سے ہے اور ایک امیر تم میں سے۔ اور امر خلافت کو قریش کی بجائے ان کے غیر کی طرف نکالنے کی بات کرے۔ اور دین میں دونوں کاموں کا ارتکاب حرام اور اہل اسلام کے درمیان فتنہ ہے

قاضی نے کہا کہ جب تو ابوبکر کو علی رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے تو تو حضرت علی سے چشم پوشی کرتا ہے۔ چور نے کہا جو اس کا قصد کرے وہ گمراہ۔ ہدایت سے خالی اور توفیق سے محروم ہے جبکہ یہ تو سب سنت کی اتباع اور شریعت حسنہ پر چلنا ہے۔ اور اگر بات یوں ہوتی جیسے کہ تیرا مذہب اور گمان ہے اور جسے تو اپنے ضمیر میں چھپائے ہوئے ہے تو پھر جس نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی تو اس نے ان سے چشم پوشی کی۔ اور ان کی فضیلت سے منہ موڑا۔ اور ایسی بات کوئی مسلمان کہتا ہے نہ ایسا صاحب ایمان کا عقیدہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کہ آپ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو کندھوں پہ اٹھا رکھا تھا۔ تمہاری سواری بہترین ہے اور تم بہترین سوار ہو اور تمہارا باپ تم دونوں سے بہتر ہے اور اس سے آپ کی مراد چشم پوشی یا ان دونوں کی فضیلت سے عدول کرنا نہیں تھا لیکن آپ نے یہ سچائی کوشش کے ساتھ بیان فرمائی اور اپنی گفتگو میں حق کا قصد فرمایا۔

قاضی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اٹھایا۔ چور نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اٹھانے کے قضیئے کا کوئی انکار نہیں لیکن آپ نے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اٹھایا جب کہ وہ بچی تھیں اسی طرح حضرت ابو العاص ابن ربیع کی صاحبزادی امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنے کندھے پر اٹھایا۔ اور یہ ایسی روایت میں ہے جو کہ ثقہ محدثین سے مروی اور مشہور ہے

۔ قاضی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہے کہ میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے۔ چور نے کہا کہ ہم اس کا رد کرتے ہیں نہ اسے ممنوع قرار دیتے ہیں لیکن یہ تو نسب میں ہے۔ قاضی نے کہا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے چور نے کہا کہ میری عمر کی قسم ہے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے کئی بار فرمائی۔ اور اسکی طرف سرًا اور جہرًا اشارہ فرمایا لیکن کیا یہ بات آپ کی فضیلت اور بلندی مرتبہ کے لئے فرمائی یا حقیقی طور پر؟۔ کہنے لگا کہ یہ مجازًا فرمائی۔ چور نے کہا کہ پھر ہم اور تم دونوں گروہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مجھے اپنے بھائیوں کا کس قدر شوق ہے جو میرے بعد آئیں گے پس مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں۔ تو آپ نے مسلمانوں کو اپنا بھائی فرمایا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا کہ میرا بھائی رفیق اور ساتھی ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ ابوبکر کو باپ (کی طرح محترم) قرار دوں اور علی کو بھائی۔ اور تعریف۔ قرب اور فضیلت میں مبالغہ میں باپ بھائی سے افضل ہے جیسا کہ وہ حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو میں بھاری رہا۔ پھر ابوبکر کو اس کے ساتھ وزن کیا گیا تو وہ بھاری رہا

قاضی نے کہا یہ حدیث سنو۔ ہمیں حمزہ نوفلی نے بیان کیا۔ اس نے کہا مجھے میرے چچا نے اپنے باپ اپنے دادا سے خبردی۔ اس نے کہا کہ مجھے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خبردی آپ نے فرمایا کہ مجھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خبردی۔ وہ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے حضرت علی کے کرامًا کاتبین سے خبردی۔ ان دونوں نے کہا کہ جب سے ہم نے ان کی صحبت اختیار کی ہے ان پر ہم نے کوئی گناہ نہیں لکھا۔ تو ان کے برابر کون ہو سکتا ہے اور ان جیسا کون ہو سکتا ہے؟ یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا ارشاد حضرت علی کے متعلق۔

چور نے کہا یہ بھی سنو مجھے میرے باپ میرے دادا سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نافع سے انہوں نے حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کے دونوں نگہبان فرشتے تمام نگہبان فرشتوں پر اس لئے فخر کرتے ہیں کہ وہ دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں ہیں ۔ اور یہ اس لئے کہ جب سے وہ دونوں اسکی صحبت میں آئے ہیں انہیں کوئی گناہ لکھنے کا موقعہ نہیں ملا ۔ قاضی نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غار کی رات حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بستر پر کسی بے چینی اور گھبراہٹ کے بغیر بسر کی ۔ چور نے کہا کہ اس میں یہ وہم پیدا کرنا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معیت میں بے چین اور گھبرائے ہوئے تھے ۔ اور یہ تیرے مذہب کے خلاف ہے ۔ قاضی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دو کے دوسرے جبکہ دونوں غار میں تھے جبکہ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے ۔ چور نے کہا کہ حزن اور ہے گھبراتا اور ہے ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صرف اس لئے غمگین ہوئے کہ کہیں سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کو کوئی صدمہ پہنچے اور یوں اسلام کی فصیل منہدم ہو جائے پس نظام اسلام میں خلل واقع ہو جائے اور اس کا شیرازہ بکھر جائے ۔ پس اللہ تعالیٰ کی عبادت ختم ہو جائے ۔ تو آپ کا غم صرف اس لئے تھا ۔ تو آپ کا اکثر غم صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کے دین پر تھا ۔ آپ اپنی جان ۔ مال ۔ اولاد اور اہل خانہ کے لئے مطلقاً نہیں گھبرائے ۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ آپ اہل خانہ اولاد ۔ مال اور شہر سے جدا ہو کر رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معیت میں قبائل کی دعوت اسلام دیتے ہوئے باہر نکل آئے

ثانی اثنین کی آیت میں فضیلت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر دلالت کی چھ وجوہ

رہا ارشاد باری تعالیٰ ثانی اثنین اذہما فی الغار الخ تو اس آیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت چھ وجوہ سے ہے ۔ پہلی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا تو انہیں رتبہ میں حضور علیہ اسلام کا دوسرا قرار دیا ۔ پس فرمایا ثانی اثنین دوسری وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو

ایک ہی مکان میں اکٹھے جمع ہونے کی وصف سے موصوف قرار دیا کیونکہ اس نے ان دونوں کے درمیان الفت پیدا فرمائی پس فرمایا اذہما فی الغار۔

تیسری وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صحبت میں حضور علیہ السلام کی طرف منسوب فرمایا۔ پس رتبہ کے تقاضے کے مطابق دونوں میں جمعیت فرمائی اس لئے فرمایا اذیقول لصاحبہ۔

چوتھی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت کی خبر دی پس فرمایا لا تحزن۔ پانچویں وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ برابر ان دونوں کے ساتھ ہے پس فرمایا ان اللہ معنا۔ اور چھٹی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سکینہ اتارا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو سکینہ کبھی جدا ہوا ہی نہیں۔ پس فرمایا فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔ پس آیت غار سے یہ چھ مواقع ہیں جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں جن پر تجھے اور تیرے سوا کسی اور کو بھی طعن کرنا اور ان پر اعتراض کرنا ممکن نہیں۔

قاضی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتؤن الزکوٰۃ وھم راکعون** تمہارے دوست صرف اللہ۔ اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ (المائدہ آیت ۵۵) اور اس آیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ چور نے کہا اسی کی مثل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا۔ اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے **یایھاالذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللّٰہ ولایخافون لومتہ لائم ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ واسع علیم** اے ایمان والو! تم میں سے اپنے دین سے جو پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہیں کریں گے۔ یہ

اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے (مائدہ آیت ۵۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد فتنہ ارتداد رونما ہوا جس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب گھبرا گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں مرتدین سے جنگ لڑنے کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان سے صرف نماز پڑھنا ہی قبول فرمالیں اور زکوۃ رہنے دیں۔ کیونکہ نماز قواعد اسلام میں سے افضل ہے لیکن آپ نے ان کی بات قبول نہ فرمائی۔

قاضی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیته فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** وہ لوگ جو اپنے مال دن اور رات خرچ کرتے ہیں چھپا کر اور ظاہر کر کے ان کے لئے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر وثواب ہے اور انہیں کچھ اندیشہ نہ غم (البقرہ آیت ۲۷۴) یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوئی۔ آپ کے پاس چار دینار تھے ان میں ایک دینار آپ نے چھپا کر۔ ایک دینار ظاہر کر کے۔ ایک دینار دن میں اور ایک دینار رات کو خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان کے اظہار اور آپ کے مرتبہ سے آشنا کرنے کے لئے اسکی خبر دی۔ چور نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے اسی کی مثل آیت کریمہ میں فرمایا **واللیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی وما خلق الذکر والانثی ان سعیکم لشتی**۔ رات کی قسم جب چھا جائے اور دن کی قسم جب چمک اٹھے۔ اسکی قسم جس نے نر اور مادہ کو پیدا فرمایا بیشک تمہاری کوشش جدا جدا ہے۔ پس اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال کو مختلف نوعیت کے قرار دیا۔ پھر فرمایا۔ **فاما من اعطی واتقی و صدق بالحسنی** تو جس نے (راہ خدا میں) اپنا مال دیا اور ڈرتا رہا اور اچھی بات کی تصدیق کی۔ **فسنیسرہ للیسری** تو ہم اسکے لئے آسان راہ (تک پہنچنا) آسان کر دیں گے۔ پھر فرمایا **الذی یوتی مالہ یتزکی وما لاحد عندہ من نعمة تجزی الا ابتغاء وجه ربه الاعلی**

ولسوف یرضی!(سورۃ واللیل ۳۰) جو اپنا مال اپنے کو پاک کرنے کے لئے دیتا ہے اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا اسے بدلہ دینا ہو سوائے اسکے کہ وہ اپنے پروردگار کی خوشنودی کا طالب ہے اور وہ ضرور خوش ہو گا۔ یہ آیات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ تجھ جیسے ارباب فہم و دانش پر ان آیات میں مذکورہ فضیلت مخفی رہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم صرف رب اعلیٰ کی رضا میں خرچ کئے حتی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی طاعت میں فقر کی وجہ سے اپنی چادر کو جوڑنے کے لئے کانٹے ٹانکے۔

قاضی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام کمن آمن باللّٰہ والیوم والآخر و جاھد فی سبیل اللّٰہ لایستوون عند اللّٰہ** (التوبہ آیت ۱۹) کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس شخص کی طرح ٹھہرا لیا جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں ہیں یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اتری۔ چور نے کہا کہ اسی کی مثل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولیئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلو وکلا وعداللّٰہ الحسنی واللّٰہ بما تعملون خبیر** تم میں سے کوئی بھی انکی برابری نہیں کر سکتا جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں مال خرچ کیا۔ اور جہاد کیا۔ ان کا درجہ ان لوگوں سے بہت بڑا ہے جنھوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کے ساتھ بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ (الحدید آیت ۱۰) یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی آپ نے اپنا مال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار کر دیا۔ اور آپ نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں اس وقت لڑائی کی جب مشرکین حضور علیہ السلام پر جمع ہو کر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور

کفار کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دور کیا اور انہیں دفع کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے اسکی خبر دی

قاضی نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت ساری امت محمدیہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر فرض ہے۔ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی امت میں سے ہیں تو اس فریضہ میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ**۔ آپ فرمایا دیجئے (یارسول اللہ!) میں تم سے اس پر قرابت کی محبت کے بغیر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ (الشوریٰ آیت ۲۳) اور اہل بیت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ان سب سے افضل ہے۔ چور نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے بھی اسکی مثل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **والذین جاء وا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم** اور جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے متعلق بغض نہ رکھ۔ اے ہمارے پروردگار! بیشک تو روف رحیم ہے (الحشر آیت ۲۲)۔ اور امت میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام السابقین اور اول الصادقین ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب ایمان پر واجب کر دیا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے استغفار کرے۔ اور استغفار صرف اسی کے لئے ہو گا جس سے محبت ہوگی تو یوں آپ کی محبت فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی۔ اور آپ کا بغض کفر ہے۔

قاضی نے کہا کہ پھر مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت قرآن کریم میں دکھاؤ۔ چور نے کہا: جی ہاں دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وھوالذی جعلکم خلائف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات** اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی بخشی (الانعام آیت ۱۶۵)۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ویجعلکم خلفاء الارض اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ (النمل آیت ۶۲)۔ پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس کے نزدیک خلفاء کا مرتبہ اور درجہ سب سے بلند اور عظیم ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وعداللّٰہ الذین آمنوا منکم واعملو الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قلبھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم بعد خوفھم امنا** (النور آیت ۵۵) اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایاہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح کہ اس نے ان سے پہلوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لیے ان کے اس دین کو مستحکم کردے گا جو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے ۔ اور وہ ضرور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ پس ان کی خلافت کو تو رات انجیل اور قرآن میں ذکر فرمایا ۔ اور ان کے ساتھ وعدہ فرمایا کہ انہیں خلیفہ بنائے گا اور یہ وعدہ ان کے لیے پورا فرمایا اور ان کے زمانے والوں پر ان کی طاعت فرض فرمائی ۔ اور اس آیت کے بعض حصے میں تسلی بخش دلیل اور شفا بخش محبت ہے ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تم جو فضیلت وارد کرو گے اسکی مثل ہمارے پاس بھی ہے اور تم جو منقبت ظاہر کرو گے اس جیسی ہمارے پاس بھی ہے ۔ اور تم ہماری فضیلت کے رد میں جو حیلہ گری کرو گے ہمارے پاس اسکے دفعیہ میں قطعی دلائل اور روشن براہین ہیں ۔ اور جو خبر بھی وارد کی جاتی ہے اور جو حدیث مسند بیان کی جاتی ہیں ہمارے پاس اسکی بے شمار تاویلات اور اسکے علم کے بے انداز متون و ماخذ ہیں ۔

اگر تم ایسی اخبار کو فضیلت کا دارو مدار قرار دیتے ہو تو ہم کہیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا : کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا ۔ اور اگر تم کہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت شجاعت کی وجہ سے ہے تو سرکار علیہ السلام نے اس کی گواہی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لئے بھی دی ۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اسد اللہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے متعلق سیف اللہ فرمایا ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے

چچا عباس کی ترازو میں ہوں

جب قاضی نے اس کی خوش گفتاری ۔ اچھا انداز بیان ۔ قادر الکلام ہونا ۔ مناظرے میں ثابت قدمی ۔ استدلال میں قوت ۔ آثار کی معرفت اور اخبار کی روایت سنی تو اس پر حجت لازم ہو گئی اور وہ راہ راست پر قائم ہو گیا۔ یہ ہے ایک سنی چور کا الزام شیعی عالم کے لئے

امام عبد الوہاب الشعرانی کا عقیدہ

سیدی عبدالوہاب الشعرانی نے منن میں فرمایا کہ مجھ پر اللہ کا یہ بھی انعام ہے کہ میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اولاد کو اسی آنکھ سے دیکھتا ہوں جس سے میں ان کے بزرگواروں کو دیکھتا اگر مجھے انہیں پانے کا شرف حاصل ہوتا ۔ یہاں تک کہ گویا میں نے الحمد للہ تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کر لیا صرف وہ تعظیم ہی نہیں جو کہ ہمارے دلوں میں واقع ہوتی ہے چنانچہ کئی دفعہ ہماری محبت میں شیطان تعصب ڈال دیتا ہے بخلاف اس کے جس کی صحابہ کرام سے محبت اسکے تابع ہو جیسے اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پہنچی کیونکہ ایسا شخص اپنے عقیدے میں عصبیت سے محفوظ ہے۔

اور مفتی حرمین محب طبری ؒ سے ہمیں یہ روایت پہنچی کہ شریف ابانمی نے ان سے کہا کہ تم نے کس وجہ سے ابوبکر کو حضرت علی پر ان کی کثرت علم اور حضور علیہ السلام سے قرابت کے باوجود افضل قرار دیا۔ آپ نے فرمایا: یاسیدی! ہم نے حضرت ابوبکر کو اپنی رائے کے ساتھ مقدم نہیں کیا نہ ہی اس میں ہمارا کچھ دخل ہے۔ یہ تو اس لئے ہے کہ آپ کے جد اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے مجھ سے بند کر دو ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے ۔ اور ہم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم تک صحیح سند کے ساتھ پڑھی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جسے ہمارے دین کے لئے چن لیا ہم نے اسے اپنی دنیا کے لئے چن لیا شریف نے کہا ہے ٹھیک محب طبری نے کہا: رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت انہیں اہل اسلام کے لئے چن لیا۔ شریف نے کہا درست ہے۔ پس حضرت عثمان؟ محب طبری نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امر خلافت کو ان حضرات کے باہمی مشورہ پر مقرر کر دیا جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے راضی گئے۔ تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مقدم کر دیا۔ شریف نے کہا پھر معاویہ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا وہ مجتہد ہیں جیسا کہ حضرت علی اسی طرح مجتہد تھے شریف نے کہا اگر آپ ان دونوں کا زمانہ پاتے تو جنگ میں کس کا ساتھ دیتے؟ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا۔ شریف نے کہا اللہ تعالٰی تمہیں جزاء خیر عطا فرمائے۔ پس اے بھائی! اس عالم کی نفیس کلام دیکھ جس میں عصبیت کا شائبہ تک نہیں۔ کیونکہ آپ نے اس سب معاملے میں اپنے لئے کوئی اختیار نہیں رکھا۔ تو پتہ چلا کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضور علیہ السلام کی محبت کی وجہ سے محبت کریں اور اسی طرح ان کی اولاد سے محبت کریں نہ کہ حکم طبع کی وجہ سے۔ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے مقدم رکھیں جس طرح کہ حضرت ابوبکر انہیں اپنی اولاد پر ترجیح دیا کرتے تھے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہ تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہو سکتا حتی کہ اپنے اہل و عیال اور سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت کرے۔

صحابہ سے بغض کا نتیجہ

ایک دفعہ حضرت امام المسلمین مولا علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا کہ آپ پر حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو کیوں مقدم کیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم نے دونوں کی صاحبزادیوں سے شادی فرمائی۔ اگر وہ دونوں مجھ پر ظلم کرنے والے ہوتے تو حضور علیہ الصلوۃ و السلام ان کی صاحبزادیوں سے نکاح نہ فرماتے اور نہ ہی ان کی طرف مائل ہوتے۔ اور شیخ عبد الغفار القوصی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب الوحید فی علم التوحید میں ذکر فرمایا کہ اکابر علماء میں سے ان کا ایک ساتھی تھا۔ وہ مر گیا۔ اسکی موت کے بعد آپ نے اسے دیکھا تو اس سے دین اسلام کے متعلق پوچھا اس نے جواب میں توقف کیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کیا یہ برحق نہیں؟ اس نے کہا برحق ہے۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھا تو لک کی طرح سیاہ ہے جبکہ اپنی زندگی میں اس کا رنگ سفید تھا۔ میں نے پوچھا کہ اگر دین اسلام برحق ہے تو کس چیز نے تیرا چہرہ سیاہ کر دیا جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں؟ تو اس نے مدہم آواز میں کہا کہ میں تعصب اور خواہش کی بنا پر بعض صحابہ کو بعض پر مقدم گردانتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ یہ عالم ایک ایسے شہر سے تعلق رکھتا تھا جو کہ رفض کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ انتھی۔

خسف روافض کا واقعہ

اور محب طبری رحمتہ اللہ علیہ نے حکایت بیان کی کہ چند رافضی رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مزار پر انوار کے خادم کے پاس بہت سا مال و دولت لائے تاکہ وہ اسے حرم کے منتظم تک پہنچا دے اور اس کے عوض وہ انہیں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے جسم منتقل کرنے دے منتظم نے خفیہ طور پر اسے قبول کر لیا۔ خادم کو سخت تشویش لاحق ہوئی۔ اب صرف اتنا وقت باقی رہ گیا کہ رات ہو اور وہ لوگ کدالیں۔ تھیلے لے کر آ جائیں اور کھودنا شروع کر دیں اور وہ چالیس افراد تھے۔ محب طبری فرماتے ہیں کہ مجھے خادم نے بتایا کہ رات کے وقت وہ اشراء مسجد میں داخل ہوئے تو سب کے سب زمین میں دھنسا دیئے گئے اور اس دن تک کسی کا نام و نشان نہ ملا۔ اور منتظم حرم کو جذام کی بیماری لگ گئی حتی کہ اس کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور وہ بری حالت میں مرا۔ پھر روافض کے جس گروہ نے ان چالیس افراد کو بھیجا تھا انہیں دھنسائے جانے کی خبر پہنچی تو وہ

مدینہ عالیہ میں ایسی ہیئت میں داخل ہوئے کہ انہیں کوئی پہنچان نہ سکے۔ اور کسی حیلے سے خادم الحرم کو ایک غیر آباد گھر میں لے گئے اور اسکی زبان کاٹ دی اور ناک کان بھی کاٹ دی۔ اس کے پاس حضور علیہ السلام تشریف لائے اور اس پر دست کرم پھیرا۔ صبح کے وقت وہ بالکل صحیح و سالم تھا انہوں نے دوبارہ حیلہ کرے اسکی زبان کاٹ دی اور اسے سخت زدو کوب کیا۔ پھر سرکار علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی اور اس پر دست کرم پھیرا تو سب دکھ درد ختم۔ انہوں نے تیسری مرتبہ حیلہ کیا اسے زدو کوب کیا اس کی زبان کاٹ دی اور دروازے پر تالا ڈال دیا چنانچہ اس پر پھر کرم ہوا۔ سرکار علیہ السلام نے دست کرم پھیرا اور وہ مکمل شفایاب ہو گیا۔

شیخ عبد الغفار القوصی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہمیں خبر پہنچی کہ ایک شخص حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق بدگوئی کیا کرتا تھا اسکے اہل خانہ اسے منع کرتے لیکن وہ اس سے باز نہ آیا تو اللہ نے اسے ایسے خنزیر کی شکل میں مسخ فرما دیا جس کی گردن میں بہت بڑا زنجیر تھا۔ اسکی اولاد لوگوں کو اس کے پاس لاتے کہ اسے دیکھیں۔ پھر وہ چند دنوں کے بعد مر گیا تو اس کی اولاد نے اسے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ شیخ عبد الغفار القوصی فرماتے ہیں کہ میں نے اسے اسکی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ خنزیروں کی طرح چیختا اور روتا تھا۔ پھر مجھے شیخ محب الدین الطبری نے خبر دی کہ وہ اس شخص کے لڑکے سے ملے اور اس نے آپ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا اور یہ کہ وہ اسے پیٹتا اور کہتا تھا کہ ابوبکر و عمر کو گالیاں دو لیکن اس نے ایسا نہ کیا انتھی۔

اور میں نے سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت میں یہ کافی نہیں کہ ان کے ساتھ عادت کے طور پر محبت کرے۔ ہم پر تو یہ واجب ہے کہ اگر ہمیں ان سے محبت کی پاداش میں عذاب دیا جائے تو بھی ان کی محبت سے باز نہ آئیں جیسا کہ عذاب دینے کی وجہ سے ہم اپنے ایمان سے باز نہیں آتے جیسا کہ حضرت بلال۔ صہیب اور عمار رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہ واقعات پیش آئے اور کیسا کہ خلق قرآن کے مسئلہ میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کو

صورت حال در پیش ہوئی ۔ تو جس نے حب صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ مشقتیں برداشت نہیں کیں جو ان حضرات نے کیں تو اسکی محبت داغدار ہے ۔ انتھی ۔ پس اے بھائی! اپنے جی میں غور و فکر کر ۔ کبھی تیری محبت مجازی ہو سکتی ہے حقیقی نہیں ۔ تا کہ تو اس محبت کا ثمرہ قیامت کے دن حاصل کر سکے ۔ کلام شعرانی اختتام پذیر ہوئی ۔

اور میں نے اپنے ماموں العالم الشیخ علی المالکی کو فرماتے ہوئے سنا کہ رافضی کی موت جب قریب آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی صورت خنزیر کی بنا دیتا ہے ۔ وہ اس وقت تک نہیں مرتا یہاں تک کہ اسکی شکل خنزیر کی شکل میں مسخ ہو جائے ۔ اور یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ وہ رفض پر مرا ہے اور اس سے روافض خوش ہوتے ہیں ۔ اور اگر اس کا چہرہ موت کے وقت نہ بدلے تو وہ غمگین ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو سنی مرا ہے ۔ اور اکثر یہ امر شنیع عراق عجم کی اکثریت کو لاحق ہوتا ہے ۔ باوجودیکہ وہ اہل سنت و جماعت تھے ۔ لیکن جب ان پر اسماعیل شاہ حاکم ہوا اس نے ان میں یہ رفض ظاہر کیا اور انہیں اس پر برانگیختہ کیا اور جب وہ چلتا تو اس کے آگے کھلم کھلا طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لعن طعن کی جاتی ۔ اور وہ اپنے لشکر میں صرف اسی کو بھرتی کرتا تھا جو کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے شان میں بدگوئی کرتا جیسا کہ قطب نے الاعلام میں ذکر کیا ہے ۔ یہاں تک کہ یہ خبر فاتح مصر سلطان سلیم تک پہنچی ۔ اور اس نے اس کے شہروں پر قبضہ کر لیا اور سرزمین شام کی طرف رجوع کیا تو قانصوہ الغوری اس کے درپے ہوا اور رسد کو منقطع کر دیا کیونکہ وہ بباطن اسماعیل شاہ کے مقاصد کی طرف مائل تھا ۔ اور بعض نے کہا کہ وہ شیعہ تھا ۔ سلطان سلیم کو کامیابی حاصل ہوئی اور اس نے اسے قتل کر دیا اور اسکی مملکت مصریہ پر اسے غلبہ حاصل ہو گیا اور یہ سب کچھ سنت کی مدد کی برکت تھی ۔

فائدہ اور رسالہ قیروانیہ کے شارحین میں سے بعض نے نقل کیا ہے کہ امام مالک کے مذہب میں سرے سے کوئی بدعتی نہیں پایا جاتا ۔ اور ہمارے شیخ الاجھوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے کہ مالکی علماء میں سے نہیں پایا جاتا ۔ جبکہ ان کے علاوہ کبھی

بدعتی پائے جاتے ہیں۔

تنبیہہ ۔ میں نے اپنے شیخ المراغی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنی املاء میں پڑھتے ہوئے سنا کہ جو وجود صدیق کا انکار کرے کافر نہیں ہوتا اور جو اسکی صحابیت کا انکار کرے کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسکی صحبت قرآن کریم کے ساتھ ثابت ہے۔ اور یہ اس بنیاد پر ہے کہ لازم کا لازم لازم نہیں ہے۔ اور مجھے ہمارے شیخ استاد محمد زین العابدین البکری رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۰۷۱ھ میں حرم مکی میں اس وقت یہ مسئلہ بیان فرمایا جبکہ میں نے آپ کی خدمت آپ کے جد امجد قطب اکبر محمد البکری طاب ثراہ کا قصیدہ حائیہ پڑھا جس کا مطلع یہ ہے۔

تنکب عدوی فاسیوف ذوابح

اور اس میں سے ایک شعر یہ ہے

لئن کان مدح الاولین صحائفا

فانا لآیات الکتاب فواتح

یعنی اگر اسلاف کی تعریف صحائف ہیں تو ہم آیات کتاب کا آغاز ہیں۔ فرمایا آغاز کتاب سے مراد الم ذالک الکتاب ہے پس الف ابوبکر ہے۔ اور لام اللہ اور میم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ انتھی

اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول **واتبع سبیل من اناب الی**۔ یعنی اسکی راہ کی پیروی کر جو میری طرف متوجہ ہوا۔ اس سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسے بغوی نے ذکر کیا۔ اور اہل تفسیر نے **ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعته**۔ (یعنی فضیلت اور وسعت والے قسم نہ اٹھالیں۔) کے بارے میں فرمایا کہ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں آپ کی فضیلت مخفی نہیں اور آپ کے فضائل کی شمع بجھائی نہیں جا سکتی۔ اور غور کرنے والے کے لئے اس میں اس حدیث پاک کا اشارہ ہی کافی ہے۔ **ماخلا ابابکر فان له ایادی یجازیه الله بها یوم القیامته** یعنی سوائے ابوبکر صدیق کے کہ اسکی ہمدردی اور تعاون کا صلہ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔ رہی آپ کی وسعت تو ہمیں ہمارے استاذ محمد زین العابدین الصدیق نے دوسرے سفر کے دوران بیت المقدس بتایا کہ حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ کی ۳۶۰ کرسیاں تھیں اور ہر کرسی پر ہزار دینار کا حلہ تھا۔ انتھی

اور قرطبی نے اپنے تذکرہ میں فرمایا باب ماجاء ان کل عبد یذر علیہ من تراب حفرتہ و فی الرزق والاجل و بیان قولہ تعالٰی مخلقہ و غیر مخلقتہ۔ ابو نعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مولود پر اس کی قبر کی مٹی بکھیری جاتی ہے ابو عاصم النبیل نے فرمایا: ہم حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے لئے اس جیسی اور کوئی فضیلت نہیں پاتے کیونکہ دونوں کی طینت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طینت ہے۔ اسے ابن سیرین کے باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث عوان کی حدیث سے غریب ہے ہم نے اسے صرف ابو عاصم النبیل کی حدیث سے لکھا ہے اور آپ اہل بصرہ کے ایک معتمد فاضل ہیں۔

اور سیوطی نے اپنی جامع میں روایت فرمائی کہ ابوبکر و عمر کو میں نے مقدم نہیں کیا بلکہ انہیں اللہ تعالٰی نے مقدم فرمایا ہے اسے ابن النجار نے انس سے روایت کیا۔ انتھی۔ اور آپ کی یہ روایت بھی ہے کہ میری امت پر میری امت میں سے سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہے۔ اور دین کے معاملے میں ان میں زیادہ مضبوط عمر۔ حیا میں سب سے سچا عثمان۔ ان میں سب سے بڑا قاضی علی۔ علم الفرائض کا سب سے زیادہ ماہر زید بن ثابت۔ سب سے بڑا قاری ابی اور حلال و حرام کا علم زیادہ رکھنے والا معاذ بن جبل ہے رضی اللہ عنہم۔ اور ہر امت کا امین ہے جبکہ اس امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔ ابو یعلی کے لئے اپنی مسند میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انتھی اور انہیں کی روایت ہے سب سے پہلے زمین مجھ پر سے کھلے گی پھر ابوبکر سے اور پھر عمر سے۔ پھر میں بقیع والوں کے پاس آونگا پس وہ میری معیت میں جمع کئے جائیں گے۔ پھر ہم اہل مکہ کی انتظار کریں گے۔ انتھی

حکایت حکایت بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے

نشانات کی پیروی کرتے رہے اور آپ کے فعل سے مشابہت اختیار کرتے۔ کبھی کبھی حضرت عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما کے پاس جاتے اور ان سے پوچھتے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے وقت گھر میں تنہا ہوتے تو آپ کے معمولات کیا ہوتے ؟ تو کہا جاتا کہ ہم نے رات کے وقت آپ آپ کو نماز اور قیام میں زیادہ مصروف نہیں دیکھا۔ صرف یہ ہوتا کہ جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو سحری کے وقت اٹھتے اور دونوں گھٹنے کھڑے کر کے ان پر دونوں طرف سے بازوؤں کا حلقہ بنا کر سرینوں کے بل بیٹھ جاتے اور اپنا سر اپنے زانوؤں پر رکھ لیتے۔ پھر اسے آسمان کی طرف اٹھاتے اور لمبا سانس لیتے اور اخ کہتے تو آپ کے منہ سے دھواں اٹھتا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے اور کہتے کہ عمر سب کچھ کر سکتا ہے سوائے دھوئیں کے۔ اور اسکی اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کی شدت نے آپ کا دل جلا دیا تھا اسی لئے آپ کے پاس بیٹھنے والے کو آپ سے بھنے ہوئے جگر کی مہک آتی تھی اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ان اسرار نبوت کے تحمل کی تاب نہ تھی جو آپ کی طرف ڈالے گئے۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو تم سب سے زیادہ جانتا ہوں اور اس سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں۔ پس معرفت کاملہ معروف کے جلال و جمال کو کھول دیتی ہے۔ اور دونوں ہی بہت عظیم امر ہیں۔ جن کے سامنے حدیں عاجز ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدم نہ رکھتا اور اسکی قوت نہ دیتا جسے ثابت قدم رکھنے کا ارادہ فرماتا ہے تو کوئی بھی ذرہ برابر جلال و جمال پر واقفیت حاصل نہ کر سکتا۔ جبکہ دونوں طرفوں کی انتہاء کو (جو کہ خلق کے لائق ہے) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پایا۔ چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ میرے سینے میں جو کچھ پلٹا گیا میں نے اسے ابوبکر کے سینے میں پلٹ دیا۔ اور اگر اسے جبریل علیہ السلام ابوبکر کے سینے میں پلٹتے۔ تو برداشت نہ کر سکتے کیونکہ یہ ظاہری مماثلت والے کی طرف سے نہ ہوتا۔ لیکن جب اسے صدر نبوت علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات میں ڈالا گیا جو کہ ظاہرا جنس بشریت سے ہے تو اسکے مماثل جسد صدیق میں سرایت کر گیا۔ اور اس کے واسطہ سے آپ نے اسے برداشت کرنے کی ہمت پائی اور اس کے باوجود آپ

کا قلب جل گیا باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل فرمودہ کتاب میں آپ کے متعلق ذوباس شدید فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق فرمایا قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید (الفتح آیت ۱۶) ان پیچھے چھوڑے جانے والے عرب بدوؤں سے فرما دیجئے کہ عنقریب تمہیں ایسی قوم کی طرف دعوت دی جائے گی جو کہ سخت جنگ جو ہے۔ اور آپ کی جنگ کی شدت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد جب عرب مرتد ہو گئے تو آپ روئے زمین کے سب لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کے پختہ ارادے سے اکیلے ہی تلوار بے نیام کئے کھڑے ہو گئے جبکہ آپ کے ساتھ کوئی دوسرا نہیں ہے ان میں سے جو شدت اور شجاعت میں مشہور و معروف تھا اسکی عاجزی اور کمزوری حضرت ابوبکر رضی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں قدرت راسخہ کے قیام اور آپ کے ارادہ جنگ کے وقت اسکے صلح طلب کرنے کے وقت ظاہر ہو گئی۔ اور آپ نے اسے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو) فرمایا کہ میں تو تیری امداد کی امید کرتا تھا تو اپنی درماندگی لے کر میرے پاس آگیا۔ اور یہ سب کچھ اسی جلال کا نتیجہ ہے جو کہ آپ کے سینے میں ڈالا گیا۔ پس آپ اس عزم کے ساتھ قائم رہے جس کے ساتھ انبیاء علیہم السلام قائم رہے جیسا کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا اور یہ اسی شجاعت کی عظمت ہے جس سے آپ نے زمین والوں کا مقابلہ کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گواہی دی جبکہ وہ اس میں قطعاً بے داغ ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے زیادہ بہادر ہیں۔ اگر یہ شجاعت نہ ہوتی تو (حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال کے) زبردست صدمے اور عظیم حادثے کے وقت یہ نہ کہتے کہ وہ تو رسول ہیں جنہوں نے اپنا پیغام پہنچا دیا۔ اور یہ آپ کے سینے کی وسعت۔ علم کی کثرت اور فضیلت کے کمال کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ آپ نے وہ اسرار نبویہ اور اخلاق ربانیہ برداشت کئے جنہیں آپ کے سوا اور کوئی انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعتہ کا اشارہ اسی طرف ہے اور تجھ پر مخفی نہ رہے کہ جلال ایک قاہر بادشاہ ہے ہر صاحب قدرت پر غلبہ حاصل کرتا ہے اور اسکے تحمل سے ہر قوی کمزور پڑ جاتا ہے اور بادشاہ

جمال کے سوا اس کے لشکر کوئی لوٹا سکتا ہے نہ اسکی تدبیر کو روک سکتا ہے۔ پس یہ بیماری کے لئے بمنزلہ دوا کے ہے۔ اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایسے خصائص سے نوازا گیا جو کسی اور نے نہیں پائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق فرمایا **لاتحزن ان اللّٰہ معنا** باوجودیکہ اس کا فرمان ہے **ان اللّٰہ لا یحب الفرحین۔** بیشک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اور اصولیوں نے ذکر کیا ہے کہ کسی شے کا حکم دینا اسکی ضد سے روکنا ہے اور حزن کی ضد فرح ہے۔ تو گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابوبکر! میں نے تجھے غم سے روکا ہے پس غم نہ کر اور تجھے خوش ہونے کا حکم دیا ہے لہٰذا خوش ہو جا اور اگر یہ خصوصیت نہ ہوتی تو آپ امر خلافت کے ساتھ قائم رہ سکتے نہ اس وقت پامردی سے ثابت قدم رہ سکتے جبکہ دوسرے گھبرا گئے

اور یہی وہ حکمت ہے جس کی وجہ سے آپ کی اولاد اس جمال کو ظاہر کرتی ہے جس میں دیگر حضرات میں سے کوئی ان کا شریک نہیں۔ کیونکہ ان میں ایک جبلی اور فطری شے ہے جس نے انہیں اس وقت ڈھانپ لیا جب یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پشت میں تھے۔ حتی کہ اگر کسی وقت اس سے باہر نکلنے کا ارادہ کریں تو خاصیت کی وجہ انہیں یہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تو ان پر صرف وہی اعتراض کرتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا قہرو غضب عام ہو۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی مانگتے ہیں۔ اور میں نے اپنے شیخ استاذ محمد زین العابدین البکری کا مشاہدہ کیا جب آپ ۱۰۱۷ھ میں حج سے واپس ہوئے۔ آپ وادی سلمیٰ میں اپنے خیمے میں فروکش تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ کے سامنے بعض غلام بعض دوسروں پر تلواریں کھینچے ہوئے ہیں اور اس کے باوجود آپ مسکرا رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں **ولوشاء ربک مافعلوہ** اگر تیرا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد **لاتحزن ان اللّٰہ معنا** یاد آیا۔ ہمارے شیخ استاذ محمد البکری فرماتے ہیں کہ معیت حاصل ہے حتیٰ کہ لفظ میں بھی حاصل ہے۔ پس یوں کہا جاتا ہے صاحب رسول اللہ۔ خلیفہ رسول اللہ مہاجر مع رسول اللہ یعنی رسول پاک علیہ والسلام کے ساتھی۔ آپ کے خلیفہ۔ آپ کی معیت میں ہجرت کرنے والے۔ پس معیت ہر حال میں شامل ہے اور

موسیٰ علیہ السلام کی معیت خاص ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **کلا ان معی ربی سیھدین** ہرگز نہیں ۔ میرا پروردگار میرے ساتھ ہے مجھے راہ دے گا ۔ پس معیت صرف آپ کو حاصل ہے نہ کہ آپ کے اصحاب کو جبکہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معیت آپ کو اور آپ کے صحابی کو حاصل ہے ۔ اسے نمیسی نے ذکر کیا ۔ اور یہاں معیت **بمعنے** حفاظت ۔ امداد ۔ دشمن پر غلبہ اور ظہور کلمہ کے معنوں میں ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی معیت علمیہ ہر موجود کے ساتھ متعلق ہے نیک ہو یا فاجر ۔ اور یہیں سے اس شخص کو جلد سزا ملنے کا سبب معلوم ہوتا جو کہ آل صدیق رضی اللہ عنہ کو تکلیف دیتا ہے ۔ اور اس کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتا ہے **ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشتہ فی الذین آمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ** جو لوگ ایمان میں والوں بے حیائی پھیلانے کو پسند کرتے ہیں ان کے لئے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے کیونکہ یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بہتان طرازوں کے حادثہ کے دوران اتری

حضرت صدیق کا پیغام حضرت علی کے نام رضی اللہ عنہما ۔

اور میں پسند کرتا ہوں کہ وہ پیغام ذکر کروں جو حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا ۔ تو میں کہتا ہوں کہ ابو الحسن علی بن الحسین بن ابراہیم بن راحل نے روایت کی فرمایا کہ ہمیں ابو القاسم عبدالرحمٰن ابن موسیٰ الامدی نے بیان کیا ۔ فرمایا کہ ہمیں شیخ جلیل ابوبکر عبداللہ بن الحسین بن عفان النوفلی نے بیان کیا ۔ فرمایا ہمیں ابو عبداللہ محمد بن منصور بن عبدالتستری نے **مکہ معظمہ** میں (اللہ تعالیٰ اسکی نگہبانی فرمائے) ۳۹۴ھ میں بیان فرمایا ۔ فرمایا ہمیں ابو حیان علی بن محمد التوحیدی البغدادی البرجندی نے شیر میں ۵۸۵ کے آخر میں بیان کیا ۔ فرمایا کہ ایک رات ہم قاضی اجل احمد بن بشیر المروزی السامری یا العامری کے پاس بغداد میں شارع مازبان پر واقع دار ابی جشان میں باتیں کر رہے تھے کئی موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں اللہ کی قسم ابو حامد بالغ النظر روایت میں ذمہ دار ۔

معاملہ فہم یا فرمایا کہ ہر فضا میں سانس لینے والے اور ہر آگ سے شعلہ لینے والے تھے۔ پس سقیفہ بنی ساعدہ اور خلافت کے واقعہ کی بات چل نکلی۔ ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے انداز میں گفتگو کی۔ کسی شے کی تعریف کی اور کسی فن کی طرف کھینچا تو اس نے کہا کیا تم میں سے کسی شخص کو خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ پیغام یاد ہے جو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا اور آپ کا جواب اور اس مناظرہ کے بعد آپ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے کہا: واللہ ہمیں معلوم نہیں۔ فرمایا کہ یہ مخفی خزائن میں سے ہے اور میں نے جب سے اسے یاد کیا ہے صرف مہلبی ابو محمد کے دور وزارت میں اسکے لئے روایت کیا۔ ازاں بعد اس نے مجھ سے خلوت میں اسے لکھ لیا۔ اور کہا کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ معقوق اور واضح رسالہ نہیں ہے۔ اور بیشک وہ علم و حکمت ۔ فصاحت و فقاہت ۔ بہترین سوچ دین ۔ اور انتہائی گہرائی پر دلالت کرتا ہے تو ابوبکر عباوانی نے کہا: اے قاضی صاحب! اگر آپ ہم پر پورا احسان کرتے ہوئے اس کی روایت فرمائیں تو ہم اسے سن لیں اور اسے آپ سے روایت کریں کیونکہ ہم مہلبی کی نسبت اسے زیادہ محفوظ کریں گے۔ اور ہمارا حق آپ پر زیادہ واجب ہے۔

قاضی صاحب نے بیان کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ ہمیں مکہ معظمہ میں (اللہ تعالیٰ اسکی نگہبانی فرمائے) خزاعی نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ابی میسرہ نے خبر دی۔ فرمایا۔ کہ ہمیں محمد بن فلیح نے بیان کیا یا ابن فلیح کہا۔ فرمایا کہ مجھے عیسیٰ بن دءاب نے بیان کیا۔ فرمایا ہمیں صالح بن کیسان اور یزید بن رومان نے جو کہ عبدالملک بن مروان کا معلم تھا بیان کیا دونوں نے فرمایا کہ ہمیں ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ بن زبیر سے بیان کیا۔ فرمایا مجھے ابو النضاخ مولیٰ ابی عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب مہاجرین اور انصار کے درمیان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا فیصلہ ہو گیا۔ اور آپ احترام و وقار کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے گرچہ آپ ہمیشہ اسی طرح رہے لیکن درمیان میں قدرے

تشویش لاحق ہوگئی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا شر دور کر دیا ۔ اسکی تنگی مٹا دی اور خیر آسان فرمادی اس کا نقصان دور کر دیا ۔ اور اس کا مکر مسترد ہو گیا۔ نفاق کی کمر ٹوٹ گئی اور اختلاف رفع دفع ہو گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے توقف ۔ ذہنی اختلاف اور لیت و لعل کی خبر پہنچی ۔ اور آپ نے پسند نہ کیا کہ یہ حالت طول کھینچے ۔ عداوت ظاہر ہو ۔ اختلافات بڑھیں اور اس کی وجہ سے جاہل دھو کے باز یا حیلہ گر عقل مند یا کمزور دل جلد رام ہونے والے خوشلدی کو مداخلت کا موقعہ ملے ۔ چنانچہ آپ نے مجھے بلایا میں آپ کے پاس تنہائی میں اس وقت حاضر ہوا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا آپ کے پاس اور کوئی نہیں تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے لئے روشنی اور مدد گار تھے جن کی رائے سے آپ روشنی حاصل کرتے اور ان کی زبان سے گفتگو کرتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ اے ابوعبیدہ! آپ کی پیشانی کس قدر بابرکت اور آپ کے دونوں رخساروں کے مابین کس قدر خیر کا بیان ہے ۔ اور قسم ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دربار میں محتاط مقام اور قابل رشک مرتبہ پر فائز تھے ۔ واللہ عرفہ کے دن حضور علیہ السلام نے آپ کے بارے میں ہماری موجودگی میں بے پناہ ہجوم میں فرمایا کہ ابو عبیدہ اس امت کا امین ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے کئی دفعہ اسلام کو عزت بخشی ۔ آپ کے ہاتھوں اسکے شگاف درست فرمائے ۔ آپ ہمیشہ دین کی پناہ گاہ اور ایمان والوں کے لئے سایہ رحمت اپنے اہل و عیال کا سکون اور اپنے بھائیوں کے مدد گار رہے ہیں

میں نے آپ کا ارادہ ایک ایسے امر کے لئے کیا ہے کہ اسکے مابعد خطرات کا ڈر ہے اور اسکی اصلاح ایک نیک کام ہے ۔ اور آپ کے جانے اور مدد کرنے سے اگر اس کا زخم مندمل نہ ہوا اور آپ کے دم پھونک سے اس کا شعلہ نہ بجھا تو ناامیدی واقع ہو گی اور شدید خطرات کا سامنا ہو گا اور آپ کے بعد اس سے زیادہ تلخ اور گھمبیر۔ اور اس سے زیادہ مشکل اور پریشان کن صورت حال پیدا ہو جائے گی ۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں

کہ آپ کی وجہ سے یہ کام مکمل ہو جائے اور آپ کے ہاتھوں اسکی شیرازہ بندی ہو جائے ۔ پس آپ نرمی اور بردباری اختیار کرتے ہوئے حوصلے سے کام کریں ۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے اور اسکے رسول علیہ الصلوۃ و السلام کے لئے اور اس گروہ کے لئے خیر خواہی کریں دراں حالیکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی کسر نہ چھوڑیں کسر نہ کسی تکلیف کو خاطر میں لائیں ۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ ۔ آپ کا مدد گار راہنما اور آپ کو بصیرت عطا فرمانے والا ہے انشا اللہ تعالیٰ ۔ اور اسی کی طاقت ۔ قوت اور توفیق ہے ۔

اے ابو عبیدہ ! حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں ۔ اور ان کے لئے اپنا بازو جھکائے رکھیں ۔ اور ان کے پاس اپنی آواز کو پست رکھیں ۔ اور معلوم رہے کہ وہ ابو طالب کی اولاد ہیں اور ان کا مرتبہ اس عظیم ذات کے ہاں جو کل ہم سے جدا ہوئے ایک حقیقت ہے ان سے کہئے کہ سمندر غرق کرنے والی طغیانی سے دو چار ہے ۔ خشکی میں پھوٹ پڑی ہے ۔ فضا مکدر ہے ۔ رات تاریک ہے آسمان حسین ہے زمین اجاڑ ہے چڑھنا محال ۔ اترنا مشکل ۔ حق نہائت شفیق و مہرباں ۔ باطل دشمن سخت گیر ۔ خودبینی شر کا قائد ہے کینہ ہلاکت کا جاسوس ہے اشارہ کنایہ کرنا فتنے کو ہوا دنیا ہے ۔ جدائی عداوت کے جراثیم پیدا کرتی ہے ۔ شیطان اپنے بائیں ہاتھ پر تکیہ لگائے ہوئے اور دائیں کے ساتھ جال پھیلائے ہوئے اپنے پیروکاروں کے لئے آغوش کھولے ہوئے اختلاف وانتشار کی انتظار کر رہا ہے اور پہلے اللہ تعالیٰ پھر اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور پھر اسکے دین کے ساتھ عناد کرتے ہوئے امت کے مابین بغض وعداوت کے بیج بو رہا ہے فسق و فجور کا وسوسہ ڈالتا ہے دھوکا فریب کرتا ہے شروالوں کو آرزوئیں دلاتا ہے ۔ اپنے دوستوں کی طرف باطل اور جھوٹ کا القاء کرتا ہے جو کہ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے اسکی عادت ہے ۔ اور جب سے ماضی بعید میں رب کریم نے اسے ذلیل فرمایا ہے اس کا دستور ہے کہ اس سے وہی بچے گا جس نے حق کو مضبوطی سے تھاما ۔ باطل سے نگاہیں بند رکھیں اور دشمن خدا اور دشمن دین کا سرپوری شدت اور کوشش کے ساتھ اور نفس کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں اسکی ناراضگی سے بچ کر جھکاتے ہوئے کچلا

اب مفید گفتگو کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ خاموشی نے نقصان دیا ہے اور اس سے خطرات ہیں اللہ کی قسم ہے اس نے آپ کو ہدایت کی بات کی جس نے آپ کی گمشدہ چیز کو گھر پہنچا دیا۔ اور اس نے آپ سے صاف گوئی سے کام لیا جس نے آپ کے لئے اپنی دوستی کو آپ کو عتاب کر کے زندہ کیا۔ اور اس نے خیر کو پسند کیا جس نے آپ کی معیت میں باقی رہنے کا ارادہ کیا۔ یہ کیا ہے جس کا آپ کو نفس نے فریب دیا ہے؟ جسے آپ کا قلب دوا سمجھتا ہے جس پر آپ کی رائے جمی ہے۔ جس کے سامنے سے آپ نگاہیں چراتے ہیں۔ جس کی وجہ سے آپ کو ناراضگی سرایت کر رہی ہے جس کے ساتھ آپ کا سانس پھول رہا ہے اور نظام تنفس بڑھ رہا ہے۔ اور آپ اپنی زبان سے نہیں کہتے؟

کیا فصاحت کے ساتھ بولنے کے بعد گونگا پن ہے۔ واضح بیان کرنے کے بعد چھپانا ہے؟ یا دین اسلام کے سوا کوئی اور دین یا اخلاق قرآن کے سوا کوئی اور خلق یا سیرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی اور سیرت ہے؟ کیا میرے جیسے کو بیماری سرایت کر جائے گی یا اسے خشک سالی پھیل جائے گی۔ یا بادشاہ ہے جس پر فضا تنگ ہو جائے گی یا اسکی آنکھ میں چاند کو گرہن لگ جائے گا۔ یہ ذہن تحفظ کے ساتھ پیچھے ہٹنا کیا ہے اور زبان سے گنگنانا کیا؟ آپ آزاد ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو ہمارا قبول کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کے لئے اور اسکے نبی کریم علیہ السلام کی مدد کرنے کے لئے ہمارا اپنے وطنوں۔ مالوں اور اہل و عیال سے نکلنا آپ کو معلوم ہے جبکہ آپ اس وقت ابھی بچپنے اور نو عمری کی آغوش میں تھے نشیب و فراز سے بے خبر۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ کس چیز کا ارادہ کیا جاتا ہے نہ ہی اپنی ضروریات کو حاصل کر سکتے تھے۔ سوائے اس لگن کے جس پر آپ اپنے اس مقصد کی طرف چلتے تھے جس کی طرف آپ کو پھیرا گیا۔ یہی آپ کا مطمع نظر تھا دراں حالیکہ آپ کی قدر و منزلت غیر معروف تھی نہ آپ کی فضیلت کا انکار۔ جبکہ اس دوران ایسے حالات کا سامنا کرتے رہے جو پہاڑوں کو زائل کر دیں ایسے خطرات برداشت کرتے رہے کہ پیشانیوں کو بوڑھا کر دیں۔ ان کی گہرائیوں میں غوطہ زن اور ان کی موجوں پر سوار رہے۔ ان کی ذلتیں اور سختیاں

جھیلتے رہے کڑوے گھونٹ پیتے اور مناسب حالات سے استفادہ کرتے رہے ہم اسکی بنیاد مضبوط اور رابطے پختہ کرتے رہے۔ جبکہ آنکھیں حسد کے ساتھ دیکھتی تھیں۔ ناک تکبر سے برباد سینے غصے سے بڑھکتے۔ گردنیں فخر سے تنی ہوئیں۔ پلکوں میں مکروفریب کی تیز نگاہی اور زمین خوف سے کانپتی تھی۔ شام کے وقت صبح کی امید اور صبح کے وقت شام کی امید نہیں ہوتی تھی اور ہم اپنے امر اسلام کا دفاع موت کی گھونٹ پی کر ہی کر سکتے تھے۔ اور کسی بھی مقصد تک تلخیاں برداشت کر کے ہی پہنچتے تھے۔ کسی محفل میں جاتے تو زندگی سے مایوس ہو کر اٹھتے تھے۔ ان سب حالات میں ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے والدین۔ ماموں۔ چچا مال۔ جائیداد۔ ہر قلیل وکثیر خوش دلی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ سخاوت۔ عزائم کی پختگی عقلوں کی درستی چہروں کی مسکراہٹ اور زبانوں کی فصاحت کے ساتھ فدا کرتے تھے۔ یہ ان مخفی اسرار اور پوشیدہ اخبار کی طرف اشارہ ہے جن کا آپ کو استحضار نہیں۔ اور اگر آپ کا بچپنانہ ہوتا تو آپ ان میں سے کسی چیز کا انکار نہ کرتے۔ اب کیا صورت حال ہے کہ آپ کا دل غمزدہ۔ آپ کا حال معلوم۔ آپ کا حصہ پورا۔ آپ کا غیب معلوم۔ آپ میں نفع موجود۔ صلاحیت پیش نظر۔ آپ کا امر سمجھا جا چکا ہے اور قلیل آپ میں کثیر ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پختگی تک پہنچا دیا ہے۔ آپ کے لئے خیر کو پختہ اور پورا کر دیا ہے۔ آپ کی مراد آپ کے سامنے کر دی ہے۔ آپ کو فیروز مندی آپ کی آنکھوں کے سامنے دکھا دی ہے

آپ جو سن رہے ہیں میں علم کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔ اپنے زمانے کا انتظار کیجئے۔ اس کی طرف اپنے ارادے کو بلند کریں۔ اس شخص کے متعلق تجسس چھوڑ دیں کہ اگر غلطی کرے تو آپ کے لئے قوت کا باعث نہیں ہو گا اور اگر عطا کرے تو آپ سے جدا نہیں ہو گا معاملہ ادھورا ہے اور اس کے متعلق دلوں میں درد ہے۔ آپ اس امت کے لئے ایک نمونہ ہیں پس جھگڑے کا خواب نہ دیکھیں۔ اور اسکی سیف براں میں اس میں کجی پیدا نہ کریں اور اس کا میٹھا پانی ہے اسے کڑوا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اس امر (خلافت) کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے مجھے فرمایا:

اے ابوبکر! یہ اس کے لئے جو اس سے بے رغبت ہو نہ کہ اس کے لئے جو اسکی خاطر لڑائی کرے۔ اور یہ اس کے لئے ہے جو اس سے اپنے آپ کو کمزور اور ناتواں سمجھتا ہے نہ اس کے جو اس کے لئے بڑا بنتا ہے۔ اور یہ اس کے لئے ہے جو کہتا ہے کہ یہ تیرے لئے ہے نہ کہ اس کے لئے جو کہے کہ یہ میرے لئے ہے

اللہ تعالیٰ کی قسم حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ سے (سیدہ رضی اللہ عنہا) کے رشتے کے متعلق مشورہ کیا۔ چند ایک قریشیوں کا ذکر آیا۔ میں نے عرض کی علی بن ابی طالب کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا ابھی وہ بالکل نو عمر ہے۔ میں نے عرض کی : کہ جب آپ کا دست کرم اسکی حفاظت اور آپ کی نگاہ کرم اسکی نگہبانی فرمائے گی تو دونوں کو برکت نصیب ہو گی اور ان پر نعمتوں کا نزول ہو گا۔ علاوہ ازیں میں نے آپ کی حمایت میں کئی ایک باتیں کیں اور سرکار علیہ السلام کو آپ کی طرف راغب کیا جب کہ مجھے اس بارے میں آپ کی طرف سے کسی حاجت کا علم نہیں تھا۔ تو میں نے جو کچھ کہا اس وقت مجھے آپ کے سوا کسی اور کی مہک بھی محسوس ہو رہی تھی تو اس وقت آپ جس طرح میرے لئے ہیں اس دور میں آپ کے لئے میں آپ سے بہتر تھا۔

اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس امر کے متعلق آپ سے تعریضا (اشارۃ) فرمایا تھا تو آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے اشارہ فرمایا ہو گا اور اگر آپ کے متعلق فرمایا تھا تو آپ کے غیر سے خاموش نہیں رہے ہونگے۔ اور جب آپ کے دل میں کوئی چیز کھٹکتی ہے تو آپکے فیصلہ پسند کیا جائے گا۔ صحیح بات سنی جائے گی اور حق کی اطاعت کی جائے گی۔ قسم بخدا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس صورت میں واصل بحق ہوئے جبکہ آپ اس جماعت سے راضی تھے۔ اور اس کے متعلق پر حذر رہتے۔ آپ کو اس چیز سے تکلیف ہوتی جس سے اسے تکلیف ہوتی۔ اس چیز سے پریشان ہوئے جو اسے پریشان کرتی ۔ اس سے خوش ہوتے جس سے اسے خوشی ہوتی۔ اسی سے راضی ہوتے جس سے امت راضی ہوتی اور اسے ناپسند کرتے جو اسے ناپسند ہوتی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے اصحاب۔ مل بیٹھنے والوں۔ اعزہ و اقارب میں سے کسی کو نہ

چھوڑا جسے کسی فضیلت کے ساتھ منفرد نہ کیا ہو۔ جسے کسی مرتبہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا ہو جسے کسی خصوصی حالت سے نوازا نہ ہو کہ اگر امت اس کی بیعت پر جمع ہو جائے تو اس کے پاس اس کا انتظام۔ کفالت۔ اور ضرورت کا سارا اہتمام ہو گا تاکہ امت حق پر قائم رہنے اور باطل سے بچنے پر مدد گار ہو

کیا آپ گمان کر سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو بے کار منتشر۔ لڑتے جھگڑتے بے نصیب۔ فتنہ باطل میں مبتلا حق سے برگشتہ چھوڑ دیا؟ کہ کوئی منتظم نہ قائد۔ کوئی محافظ نہ پہرے دار۔ کوئی پلانے والا نہ بچانے والا۔ کوئی راہ دکھانے والا نہ حدی خواں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم آپ نے اپنے پروردگار کی طرف اشتیاق کا اظہار کیا نہ اسکے رضوان کی طرف چلنے کی دعا مانگی مگر اس وقت جب آپ نے روشنی کو عام۔ ہدایت کو واضح۔ ہلاکت اور تباہی کے مقامات کو پر امن اور درشت و سخت مہمات کو آسان کر دیا۔ اور آپ کی رحلت کے لمحات اس وقت آئے جب آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے شرک کے دماغ کے پرخچے اڑا دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نفاق کے تار و پود بکھیر دیئے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق فتنے کی ناک کاٹ دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے شیطان کی آنکھ میں تھوک دیا اور بھرپور انداز میں اپنے دہن اقدس اور دست کرم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کو کھلے عام بیان فرمایا

ازاں بعد یہ حضرات مہاجرین اور انصار آپ کے پاس اور آپ کے ساتھ ایک ہی گھر میں اور ایک ہی قطعہ زمین میں جمع ہیں۔ اگر یہ حضرات آپ کے لئے کھڑے ہو جائیں اور آپ کے لئے مجھے اس منصب سے ہٹانا چاہیں اور مجھے آپ کے متعلق حکم دیں تو میں اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں رکھ دیتا ہوں اور آپ کے بارے میں ان کی رائے کی طرف پھر جاتا ہوں۔ اور اگر صورت حال دوسری ہو تو آپ بھی اس کار خیر میں داخل ہو جائیں جس میں اہل اسلام داخل ہوئے ہیں اور ان کی مصلحتوں پر مدد گار۔ ان کی مشکلات کو کھولنے والے۔ ان کے بھولے بھٹکوں کو صحیح راستے پر چلانے والے اور ان کے کجروؤں کو روکنے والے بنیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکی اور تقویٰ پر تعاون کا حکم دیا

اور حق پر ایک دوسرے کی مدد کرنے پر ابھارا ہے۔ ہمیں چھوڑیئے تاکہ ہم اس دنیوی زندگی کو کینے سے پاک سینوں کے ساتھ پورا کریں۔ اور ہم اللہ عزوجل کے حضور بغض و عناد سے پاک قلوب کے ساتھ حاضر ہوں۔ اس کے بعد۔ (واضح رہے کہ) لوگ کمزور ہیں۔ ان کا ساتھ دیں ان پر مہربانی کریں اور ان کی خاطر نرم روی اختیار فرمائیں۔ اور ہماری وجہ سے اپنے آپ کو غم میں نہ ڈالیں۔ کینے کے پودے کو کٹا ہوا شر کے پرندے کو گرا ہوا اور کسی قیل و قال اور ملامت و بحث کے بغیر فتنے کا دروازہ بند رہنے دیں۔ اور ہم جو کچھ کہتے ہیں اس پر اللہ وکیل ہے اور ہم جس حالت میں ہیں اللہ تعالیٰ اسے جانتا دیکھتا ہے

حضرت ابو عبیدۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف جانے کے لئے اٹھنے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے لئے دروازے کے پاس ذرا رکنا۔ کیونکہ مجھے آپ سے ایک مفید بات کرنا ہے اسے سن کر جائیں۔ فرماتے ہیں کہ میں ٹھہر گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے بعد کیا کچھ ہوا۔ البتہ آپ مجھے دروازے پر چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملے۔ پس فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنا

حضرت عمر کا پیغام حضرت علی کے نام (رضی اللہ عنہما)

کہ نیند خوابوں سے آلودہ۔ جھگڑا جنگ کا باعث اور خواہش لاجواب کرنے والی ہے۔ اور ہم میں سے ہر کسی کا ایک مقام معلوم۔ حق مشہور یا مقسوم اور خبر ہے جو کہ ظاہر ہے یا چھپی ہوئی۔ اور سب سے زیادہ دانا وہ ہے جو کہ بھاگے ہوئے کو الفت و محبت عطا کرے اور نرمی کرتے ہوئے دور کو قریب کرے۔ ہر کام کو اپنی ترازو پر تولے۔ اور اپنی خبر کو اپنے ظاہر و آشکار کے ساتھ نہ ملائے۔ اور اپنے عطیہ کو اپنی کمزوری کی جگہ متعین نہ کرے دینی طور پر ہو یا دنیوی طور پر۔ گمراہی ہو یا ہدایت۔ اس پہچان میں کوئی خیر نہیں جس کو کچھ اجنبیت شامل ہو۔ اس علم میں کوئی بہتری نہیں جو طاقت میں استعمال کیا جائے

۔ اور ہم اونٹ کے سرین اور دم کے درمیان کے پیوند والے چھڑے کی طرح نہیں ہیں ۔ ہر جلنے والا اپنی آگ میں جلتا ہے ہر راستہ اپنی منزل کی طرف ہے ۔ اور اس جماعت کی اس حد تک خاموشی عاجزی اور کمزوری کی وجہ سے نہیں نہ ہی ان کی گفتگو بست و کشاد کے لئے ہے ۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جناب **محمد** رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی وجہ سے ہر متکبر کی ناک کاٹ دی ہے ہر ظالم کی کمر توڑ دی ہے اور ہر کذاب کی زبان بند کر دی ہے ۔ اب حق کے بعد سوائے گمراہی کے کیا ہے ؟ اور عقل مند کے لئے روشن حق کا مشاہدہ کافی ہے ۔

تو یہ بڑائی کیا ہے جو کہ آپ کے سر کے آشیانہ میں بسی ہے ؟ اور یہ غم و غصہ کیا ہے جو کہ آپ کے سانس میں پھیلا ہوا ہے ؟ یہ زہر کیا ہے جو کہ آپ کے پیٹ میں سرایت کر گیا ؟ یہ تنکا کیا ہے جس نے آپ کی آنکھ کی پتلی پر پردہ ڈال دیا اور آپ کی ناک کو برباد کر دیا ؟ یہ پاؤں کا ورم اور پا ئمالی کیسی جس سے آپ کی عاجزی اور طبعی اضمحلال پر دلالت ملتی ہے ؟ ۔ یہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے آپ بے پہچان ہو گئے ہیں اور اسکی بنا پر آپ نے بغض اور اجنبیت کو اس شدت کی وجہ سے جسے آپ بروئے کار لائے ہیں اور اس کی طرف تیزی سے چل رہے ہیں اختیار کر لیا ہے ۔ ؟ تجربہ کار سکھایا نہیں جاتا اور پاک دامن کی حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے گفتگو کی ضرورت نہیں ۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تشریف لے گئے جب کہ یہ امر مقید و محدود تھا ۔ اس میں کسی کو طمع تھی نہ طلب ۔ اور آپ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی طرف سے کوئی قول مشہور نہیں نہ ہی آپ کے بارے میں قرآن کریم نازل ہوا ۔ اور نہ ہی حضور علیہ السلام نے آپ کے متعلق حتمی فیصلہ دیا جبکہ ہم میں کسریٰ کی کسرویت اور قیصر کی قیصریت نہیں ہے ۔ اور یہ دونوں فارسی اور رومی ایسی قوم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کی پناہ ۔ ہمارے تیروں کا نشانہ ۔ ہمارے نیزوں کی آماجگاہ اور ہماری حکومت کے تابع کر دیا بلکہ ہم نبوت کے نوت ۔ رسالت کی روشنی ۔ حکمت کے ثمرہ ۔ رحمت کے بقیہ ۔ نعمت کے عنوان اور تحفظ کے سایہ میں ہیں اس امت کے درمیان جو کہ

حق و صداقت کے ساتھ ہدایت پانے والی اور ہر بست و کشاد کے وقت امن میں ہے ۔
جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفیس دل ۔ مضبوط بازو ۔ مدد گار ہاتھ اور نگہبانی
کرنے والی آنکھیں ہیں ۔ کیا آپ ایسا کوئی گمان کر سکتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
امت کا شیرازہ بکھیرتے اسے دھوکا دیتے اور ناجائز طریقے سے اس پر قبضہ جماتے ہوئے اس
امر خلافت پر کود پڑے ؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے امت کی عقلیں اکھاڑ پھینکیں اور
اسکی آنکھیں ٹیڑھی کر دیں ؟ اس کے عہد و پیمان اٹھا لئے اور اسکی عقلیں زائل کر دی
ہیں ؟ اسکے سینوں سے اسکی غیرت سلب کر لی اور اسکے جگروں سے ان کی پختگی کھینچ لی ؟
اس کا نقصان کر دیا اور اسے اسکے اصل مقام سے ہٹا دیا ؟ اسکی شرم و حیا کو دھچکا لگایا اور
اسے اسکی ہدایت سے بہکا دیا اور اسے ہلاکت میں دھکیل دیا ؟ اسکے دن کو رات کر دیا اور
اسکے تول کو ماپ میں بدل دیا ۔ اسکی بیداری کو نیند اور درستی کو خرابی میں تبدیل کر دیا ؟
اگر ایسا ہے تو پھر تو ان کا جادو ظاہر اور مکر مضبوط ہے ۔ ہرگز ایسا نہیں ۔ اللہ تعالیٰ
کی قسم ۔ کس سوار اور پیدل لشکر کیساتھ ؟ کس نیزے اور بھالے کے ساتھ ؟ کس قوت
اور احسان کے ساتھ ؟ کس طاقت اور توانائی کے ساتھ ؟ کس ذخیرے اور تیاری کے ساتھ
؟ کس امداد اور شدت کے ساتھ ؟ کس قبیلے اور کنبے کے ساتھ ؟ ۔ کس دست و بازو اور
مدد کے ساتھ ؟ اور کونسے اسلحہ اور فراخی کے ساتھ ؟ البتہ آپ کے نزدیک وہ (ابو بکر رضی
اللہ عنہ) اس علامت کی بنا پر جو آپ نے ان کے لئے مقرر فرمائی ہے مضبوط محاذ اور عالی
دربار والے ہو گئے ہیں نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم ۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے امت
سے کنارہ کشی کی تو وہ ان کے غم میں نڈھال ہو گئی وہ اس کے لئے جھک گئے تو وہ ان سے
وابستہ ہو گئی اس سے علیحدہ ہو گئے وہ آپ کی طرف مائل ہوئی ۔ آپ نے اسے بچایا وہ
آپ پر مجتمع ہو گئی ۔ ایک عطیہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ۔ ایک عظیم مقصد ہے
جس تک اللہ تعالیٰ نے انہیں پہنچایا ہے ۔ ایک نعمت ہے جس کا حسن اللہ تعالیٰ نے انہیں
عطا فرمایا ۔ ایک احسان ہے جس کا شکر ان پر اللہ تعالیٰ نے واجب فرمایا اور ایک امت ہے
جس کی طرف ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نظر فرمائی ہے ۔ اور نبی کریم علیہ السلام کے

زمانے میں کئی دفعہ ان پر خلافت کے گھیرا ڈالا جب کہ انہوں نے اسکے فتنوں کی وجہ سے اس کی طرف توجہ نہ کی ۔ اور نہ ہی اسکے وقت کے منتظر تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو زیادہ جانتا ہے ۔ اپنے بندوں پر زیادہ مہربان ہے اور ان کے لئے وہ کچھ پسند فرماتا ہے جو ان کے لئے بہتر ہو

اور آپ ایسے مقام پر ہیں کہ گھرانہ نبوت ۔ معدن رسالت اور پناہ گاہ حکمت میں آپ کا مرتبہ ڈھکا چھپا نہیں ۔ اور آپ کے پروردگار نے آپ کو جو علم عطا فرمایا ہے اس میں آپ کے حق کا انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ لیکن آپ کے لئے ایسا مزاحم ہے کہ اس کا کندھا آپ کے کندھے سے عظیم ۔ اس کا قرب آپ کے قرب سے زیادہ موثر اس کے قوی آپ کے قوی سے زیادہ مضبوط ۔ اسکی عمر آپ کی عمر سے بلند ۔ سفید بال آپ کے سفید بالوں سے زیادہ ایسا پرہیزگار ۔ جس کی سیادت کی رگ قبل بعثت کے زمانہ میں موج زن ۔ جسکی شاخ اسلام اور شریعت میں ترو تازہ ۔ اسکے لئے کئی مواقع حاصل' جہاں آپ کا موسم بہار کا مکان نہ موسم گرما کا ۔ جانور نہ قربانی ۔ کوئی اونٹ نہ اونٹنی ۔ اسکے اگلوں میں ذکر نہ پچھلوں میں ۔ ان مواقع پر آپ نے بازو ہلایا نہ انگلی ۔ اور نہ وہاں آپ کا کوئی متبادل نہ حرکت

اگر آپ اپنی گفتگو میں اپنے آپ کو معذور سمجھتے ہیں تو ہمیں اس بارے میں معذور سمجھیں جو آپ نے دوسروں سے سنا ۔ اور اگر آپ کے دل میں اس امر کے متعلق کوئی بات ہے تو آپ کو ایسی نئی صورت حال کا سامنا کرنا ہو گا جو آپ کو پہلا بھلا دے گی اور دوسرے سے غیر متوجہ کر دے گی ۔ اور اگر اس کے بارے میں علم نہ ہوتا جس کے متعلق اور جس پر ہم نے اس کے ساتھ تعریض کی جو ہمارے دلوں ہے تو آپ خاموش نہ رہتے اور اپنی بعض حاجات کی طرف آپ بھی اسے دوست بنا لیتے ۔ رہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو وہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قلب مقدس کا دانہ ۔ آپ کی سوچ کا بندھن ۔ آپ کے رازوں کا خزانہ ۔ آپ کے غم کا ٹھکانہ ۔ آپ کی رائے اور مشورہ میں آپ کے حکم کی قرار گاہ ۔ آپ کی ہتھیلی کا باطن اور آپ کی نگاہ کرم کا نشانہ

رہے اور یہ سب کچھ حضرات مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے آنے جانے والوں کے بالکل سامنے ہے اور ان کی شہرت کو اس پر دلیل کی ضرورت نہیں ۔ اور میری عمر کی قسم آپ قرابت کے اعتبار سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں جبکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں قربت کے اعتبار سے زیادہ قریب اور شرف صحبت کے حوالے سے زیادہ پختہ ہیں ۔ قرابت گوشت اور خون ہے جب کہ قرب جان اور روح ہے اور اس فرق کو اہل ایمان پہچانتے اسی لئے وہ سب کے سب ان کی طرف چل نکلے ۔ اور آپ جب بھی کسی چیز میں شک کریں اس بات میں شک نہیں کر سکتے کہ اللہ تعالیٰ کی حمایت کا ہاتھ جماعت پر ہے ۔ اور اسکی خوشنودی طاعت والوں کے لئے ہے تو آپ بھی اس اچھے عہد و پیمان میں داخل ہو جائیں جس میں مسلمان داخل ہو چکے ۔ کہ یہ آج آپکے لئے بہتر ہے اور کل کے لئے نفع بخش ۔ اور آپ اپنے دل سے اسے نکال پھینکیں جو کہ آپ کے حلق میں معلق ہے اور اپنے سینے کا غصہ تھوک دیں ۔ کہ اگر مدت میں درازی اور وقت میں فراخی ہوئی تو آپ اسے خوشی ناخوشی کھاتے اور طوعا وکرھا پیتے رہیں گے جبکہ آپ کی بات کا جواب دینے والا اس کے سوا کوئی نہیں ہو گا جو آپ کی سنے گا اور آپ کا کوئی پیروکار اس کے سوا نہیں ہو گا جسے آپ کے بارے میں طمع ہو گی ۔ آپ کی کھال کھینچے گا ۔ چہرہ نوچے گا ۔ آپ کے معمولات پر عیب رکھے گا ۔ آپ کی خدمت کے ساتھ اپنی جلن کا اظہار کرے گا ۔ اس وقت ندامت سے آپ کے دانت بجیں گے اور آپ خون کے گھونٹ پیئیں گے ۔ پھر آپ اپنی بیت جانے والی عمر اور اپنی قوم کے گذرے ہوئے افراد کی وجہ سے افسوس کریں گے اس وقت آپ آرزو کریں گے کہ کاش وہ گھونٹ پی لیتے جس کا انکار کیا اور اسی حالت کی طرف لوٹ جائیں جسے آپ نے حقیر جانا اور ہمارے اور آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہے جو کہ پورا ہو کے رہے گا ۔ ایک غیب ہے جسے وہ ظاہر فرمائے گا اور ایک انجام ہے جس کے نفع و نقصان کی امید ہے ۔ اور وہی وارث ۔ لائق تعریف بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ناتوان اور مضمحل سا چلنے لگا ۔

انتشار کے خطرے اور امت کے مستقبل کے بارے میں پریشان گویا میں دماغ کے بل جل رہا ہوں حتی کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ آپ کو میں نے تنہا بیٹھے ہوئے پایا۔ چنانچہ ساری گفتگو تفصیل سے بیان کر دی۔ اور یوں آپ تک پیغام پہنچا کر بری الذمہ ہو گیا۔ اور میں نے نرمی سے بات کی۔ جب آپ نے پیغام سن لیا اور اسے یاد کر لیا اور اس کا اثر آپ کے اعضاء میں سرایت کر گیا تو آپ نے مثال بیان فرماتے ہوئے شعر پڑھا جو اس شخص کے متعلق پڑھا جاتا ہے جسے کوئی امر شدید پیش آئے اور وہ اس سے عہدہ برا ہونا چاہتا ہو

اس کا مغالطہ حل ہوا اور مشکل دور ہو گئی

پھر فرمایا اے ابو عبیدہ! کیا یہ سب کچھ اس قوم کے دلوں میں ہے سب اس پر پختہ ہیں؟ میں نے کہا: میرے پاس آپ کے لئے اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ میں تو دین کا حق پورا کرنے والا ملت کے انقباض کو دور کرنے والا اور اس امر کے شگاف کو بند کرنے والا ہوں۔ جسے اللہ تعالیٰ میرے دل کی دھڑکن اور نفس کی گہرائی سے جانتا ہے

تاخیر بیعت کی وجہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میرا اس گھر کے گوشے میں بیٹھ رہنا اختلاف کے قصد۔ نیکی کے انکار اور مسلمانوں پر کمند ڈالنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق نے مجھے ادھموا کر دیا اور آپ کی جدائی کے غم نے نڈھال کر دیا۔ اور یہ اس لئے کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد جہاں جاتا ہوں میرا غم تازہ اور صدمہ پھر سے نیا ہو جاتا ہے۔ اور آپ سے جا ملنے کا شوق مجھے اسکے علاوہ کسی امر کی طمع سے کافی ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے عہد پر پابند بیٹھا اسے دیکھ رہا ہوں اور اس سے جو منتشر ہو چکا اسے اپنے عمل میں مخلص اور معاملات کو سپرد خدا کرنے والوں کے لئے تیار کئے گئے ثواب کی امید میں جمع کر رہا ہوں علاوہ ازیں مجھے نہیں معلوم کہ میرے خلاف کوئی محاذ تیار ہو رہا ہے نہ ہی میرے سابقہ حق کو کوئی

روکنے والا ہے اور جب میری وجہ سے وادی کی آنکھیں ٹھنڈی اور میری وجہ سے مجلس میں عیت ہے تو ایسی چیز خوشگوار نہیں جو کسی مسلمان کو بری لگے اور دل میں گفتگو ہے اگر میری سابقہ بات اور گذشتہ عہد نہ ہوتا تو میں پورے طور پر اپنے جذبات کا اظہار کرتا اور اسکی گہرائی میں پوری صلاحیتوں سے اتر کر بات کرتا لیکن میں مہر بلب ہوں حتی کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں ۔ اور مجھ پر نازل پریشانیوں پر اسکے حضور صبر کرتا ہوں ۔ اور میں صبح آپ لوگوں کی جماعت میں حاضر آؤں گا اور آپ کے صاحب کی بیعت کروں گا ۔ اور جو صورت حال مجھے پسند نہ آئی اور آپ لوگوں کو اچھی لگی اس پر صبر کروں گا ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ فرمائے جو کہ ہو کر رہے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا گواہ ہے

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پاس لوٹ کر آیا اور بڑی بڑی ساری باتیں کہہ ڈالیں اور کوئی شیریں اور تلخ بات نہ چھوڑی ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صبح کے وقت مسجد میں آمد کا بھی ذکر کر دیا ۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور محفل میں سے ہوتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں جا بیٹھے اور آپ کی بیعت کی ۔ کلمات خیر کہے ۔ آپ کے اوصاف جمیلہ بیان کئے ۔ کچھ دیر بیٹھے رہے پھر جانے کی اجازت طلب کی ۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس جماعت میں آپ ہیں وہ (غلطی پر جمع ہونے سے) محفوظ و معصوم ہے ۔ اور جس امت میں آپ ہیں اللہ تعالیٰ نے اس پر رحمت فرمائی ہے ۔ آپ ہمارے معزز و محترم ہیں ۔ آپ کی ناراضگی سے ہم اللہ تعالیٰ کا خوف کرتے ہیں اور آپ کی خوشنودی سے ہمیں اسکی رحمت کی امید ہے ۔ اگر میں نے اس کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا جسے آپ نے قبول کیا ہے تو آپ کو بلایا نہ جاتا ۔ اور البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پشت سے وہ بوجھ اتار دیا ہے جسکی وجہ سے میرے کولہے بوجھل ہیں ۔ اور وہ کس قدر سعادت مند ہے جسے اللہ تعالیٰ کفایت کی نظر سے دیکھے اور نگہبانی کی آنکھ سے ملاحظہ فرمائے ۔ ہم آپ کے ضرورت مند اور آپ کی فضیلت کے معترف اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں ۔

پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ چلنے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے اعزاز میں آپ کو وداع کرنے اور آپ کا ذہن معلوم کرنے کے لئے ساتھ چلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمہارے صاحب کی بیعت سے انہیں ناپسند کرتے ہوئے نہیں بیٹھا رہا نہ ہی ان سے ڈر کر آیا ہوں۔ اور میں جو کچھ کہتا ہوں کسی علت کی وجہ سے نہیں کہتا کیونکہ مجھے اپنی نگاہ کی حد۔ اپنے قدم کی آماجگاہ اپنی کمان کے تیر اور اپنے تیر کا نشانہ معلوم ہے۔ پس حضرت عمر رضی عنہ نے ان کی تکذیب سے بچتے ہوئے اور ان کی معذرت کی باطل قرار نہ دیتے ہوئے فرمایا: اے ابو الحسن! اپنی علیحدگی سے صرف نظر کریں۔ اپنے راز کو قائم رکھیں عصا کو اسکی چھال میں اور ڈول کو اسکی رسی کے ساتھ رہنے دیں یعنی اختلاف سے پرہیز اور اتفاق برقرار رکھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آگے پیچھے اس کا محافظ ہے۔ اگر ہم عیب جوئی کریں تو انتشار کی آگ بھڑکے گی۔ بال کی کھال اتاریں گے تو خونریزی ہو گی۔ اور اگر ہم خیر خواہی کریں گے تو بڑھیں پھولیں گے

اور میں نے آپ کا وہ شعر بھی سنا جو کہ ایک غم آلود سینے سے صادر ہوا۔ اگر میں چاہتا تو میں آپ کی بات پر ایسی بات کرتا کہ آپ اسے سن کر اپنے کہے پر نادم ہوتے آپ نے گمان کیا کہ آپ اپنے گھر کے گوشہ میں اس لئے بیٹھے رہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی نے نڈھال کر دیا کیا اکیلے آپ کو ہی نڈھال کیا اور آپ کے سوا کسی پر اثر نہیں ہوا؟ بلکہ آپ کی جدائی کا صدمہ اس سے کہیں بڑا اور زبردست ہے اور اس صدمہ کا حق یہ ہے کہ جماعت کے اتحاد کو کوئی بات کر کے پارہ پارہ نہ کیا جائے جو اس وقت کسمپرسی کی حالت میں ہے۔ اور اس کے اچھوں کی عیب جوئی نہ کی جائے جس کی نتیجے میں شیطان کے مکر و فریب کا خطرہ باقی رہے۔ اور ہمارے اردگرد یہ عرب ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اگر دن کی آغاز میں ہماری عداوت پر جمع ہو جائیں تو ہم اسکی شام کی طرف نہیں جھانک سکتے

اور آپ کا گمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا ملنے کا شوق

کسی اور چیز کی طمع سے کافی ہے تو حضور علیہ السلام کی طرف شوق یہ ہے کہ آپ کے دین کی مدد اور اس بارے میں اولیاء اللہ کی پشت پناہی ان کی امداد کی جائے۔ اور آپ نے گمان کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے عہد پر پابند بیٹھے ہیں۔ اس سے جو کچھ علیحدہ ہو گیا اسے جمع فرما رہے ہیں تو اس کے عہد پر پابندی اسکی خلق پر مہربانی۔ اس کے بندوں کی خیر خواہی اور ان توانائیوں کو خرچ کرنا ہے جن کی وجہ سے ان کی اصلاح ہو اور وہ اسکی طرف ہدایت پائیں۔ اور آپ نے گمان کیا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے خلاف کوئی محاذ تیار ہو رہا ہے۔ اور آپ کے خلاف کونسا محاذ تیار ہوا۔ اور کونسا حق آپ سے چھپایا گیا۔ جبکہ آپ کو وہ سب کچھ معلوم ہے جو کل شام حضرات انصار نے چھپ کر اور علی الاعلان کہا۔ اور ظاہر و باطن میں پلٹے کھائے۔ کہا انہوں نے آپ کا نام لیا۔ آپ کی طرف اشارہ کیا یا آپ نے ان کی مرضی پائی؟ اور یہ مہاجرین ہیں ان میں سے کس نے اپنی زبان سے کہا یا انگلی یا آنکھ سے اشارہ کیا یا اسکے دل میں کھٹکا ہو کہ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جو اس امر خلافت کے لائق ہے؟ کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ کی وجہ سے لوگ گمراہ یا کافر ہو گئے یا انہوں نے آپؐ میں رغبت کی یا آپ سے دشمنی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رضا کو بیچ ڈالا۔ خدا کی قسم میرے پاس عقیل بن زیاد الخزرجی آیا اور اس کے ساتھ سرخس بن یعقوب خزرجی بھی تھا اور دونوں نے کہا کہ علی امامت کی انتظار میں ہیں اور اپنے کو سب سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں اور جو بھی مسند خلافت پر بیٹھے اس کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن میں نے ان کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا۔ اور میں نے ان کی یہ بات بھی ان کے منہ پر دے ماری جو انہوں نے کہا کہ علی وحی کی انتظار میں ہے اور فرشتے سے مناجات کے درپے ہے۔ میں نے کہا کہ یہ ایک ایسا امر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد لپیٹ دیا ہے۔ کیا یہ امر آسانی سے کھلنے والی گرہ کے ساتھ وابستہ یا گنجائش کی اطراف کے ساتھ بندھا تھا جن کا ازار بند کی گرہ کی طرح کھولنا آسان ہے؟ ہرگز نہیں اللہ کی قسم عنائت خداوندی شامل حال ہے اور شجرہ اسلام قد آور ہے۔ بحمد اللہ ہر لکنت فصاحت میں بدل چکی ہے۔ اور ہر مسئلہ ہے بے غبار ہے

اور یہ کہنا بھی آپ کی عجیب شان ہے کہ اگر میری سابقہ بات اور گذشتہ عہد و پیمان نہ ہوتا تو میں پوری طرح غصے کے جذبات کا اظہار کرتا۔ کیا کسی کے لئے دین اسلام نے اپنے ماننے والوں پر اپنے ہاتھ اور زبان سے غصہ نکالنے کا حق چھوڑا ہے؟ یہ جاہلیت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے زبان کاٹ دی ہے اس کے جرثومہ کو اکھاڑ پھینکا ہے اسکی رات کو لپیٹ دیا ہے۔ اس کے سیلاب کو زیر زمیں کر دیا ہے اور اس کے بدلے رحمت خوشبو دار ماحول۔ رضامندی اور رضوان عطا فرمائے۔ آپ کا گمان ہے کہ آپ خاموش ہیں۔ میری عمر کی قسم جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اسے پسند فرماتا ہے۔ اور جس نے اسکی رضا کو پسند کیا اور اس کے ہاں کی نعمت کو طلب کیا وہ اپنی زبان کو روک لیتا ہے اور منہ بند رکھتا ہے اور اپنی کوشش اس کے علاوہ دیگر اچھائیوں میں صرف کرتا ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو حفص! ذرا مہلت دیجئے۔ اللہ کی قسم میں نے جو کچھ کہا اور جو کچھ کوشش کی کسی مصیبت اور سختی کے ارادے سے نہیں اور جس چیز کا میں نے اقرار کیا اس سے پھر جانے کے خواہش سے نہیں۔ اور اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں لوگوں میں سب سے زیادہ خسارہ اٹھانے والا وہ شخص ہے جس نے پھوٹ ڈالنے کو پسند کیا اور اندرون خانہ منافقت کی۔ اور ہر حادثے میں اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور تمام حوادث میں اسی پر بھروسہ ہے۔ اے ابو حفص! آپ اپنی محفل کی طرف مطمئن دل۔ ٹھنڈے جذبات اور وسعت قلبی کے ساتھ واپس چلے جائیں۔ آپ نے جو سنا اور کہا اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی مدد اور حسن توفیق سے صرف اور صرف ایسی صورت حال ہے جو کہ پست کو مضبوط کرے بوجھ اتارے۔ ثقل دور کرے۔ الفت جمع کرے۔ مصیبت رفع کرے اور نزدیکی پیدا کرے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ واپس مڑ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کے بعد سب سے مشکل مقام جو کہ میری پیشانی پر گذرا۔ انتھی۔

حکایت اور بعض کتابوں میں یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی

اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معیت میں جب ہجرت کی اور اپنے اہل و عیال کو مکہ معظمہ (اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت فرمائے) میں چھوڑ گئے۔ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ آئے اور اپنے بیٹے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے اور ان کی دو صاحبزادیوں حضرت اسماء اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تمہارے لئے کیا چھوڑ گیا ہے؟ دونوں نے چھوٹے چھوٹے پتھر لے کر ہانڈی میں ڈالے اور اسے ڈھانپ دیا۔ اور اپنے دادا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اس پر رکھا اور کہا کہ ہمارے لئے یہ چھوڑ گئے ہیں۔ دادا نے سمجھا کہ وہ دنیا کا مال ہے۔ پس کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے اپنے بیٹے ابوبکر کے متعلق گمان نہ تھا کہ اپنی اولاد کو دنیا کے لئے چھوڑ جائے گا۔ اور رونے لگے۔ تو دونوں نے کہا کہ آپ خوش رہیں اللہ تعالیٰ کی قسم والد محترم ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ بھی چھوڑ کر نہیں گئے۔ پس حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے

مجھے ہمارے شیخ استاذ محمد زین العلبدین البکری (اللہ تعالیٰ ہم پر ان کے فیوض و برکات کی مہک افاضہ فرمائے) نے بیان کیا کہ صحابہ کرام علیہم الراضوان ایک محفل میں خاموش بیٹھے تھے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: موت ایک دروازہ ہے اور سب لوگوں کو اس میں داخل ہونا ہے۔ اے کاش مجھے پتہ چلتا کہ دروازے کے بعد گھر کیسا ہے؟ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مخاطب!

اگر تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق عمل کرے گا تو گھر نعمتوں کا گھر ہے اور اگر خلاف کرے گا تو آگ ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ دو مقام ہیں۔ ایک شخص کے لئے ان دونوں کے سوا کچھ نہیں۔ اے مخاطب! ان دونوں میں سے اپنے لئے جو پسند کرتا ہے کرلے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: بندگان خدا کے لئے فردوس کے علاوہ کوئی منزل نہیں اور اگر اس سے کوئی لغزش ہو جائے تو پروردگار بخشنے والا ہے۔

اور ہمیں عالم امت ہمارے شیخ الغیشی سے ان کی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی گئی کہ میں اور ابوبکر ایک ہی طینت سے بنائے گئے ہیں۔

اور میں نے صوفیہ کے استاذ ہمارے شیخ سیف الدین السلمی رحمتہ اللہ علیہ کو سنا کہ فرما رہے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض میں مبتلا ہوئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی زیارت کو آئے۔ جب آپ کو بیمار دیکھا تو سخت افسوس کی وجہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے جب نبی پاک علیہ السلام شفایاب ہوئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھنے لائے تو سرکار علیہ السلام کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ شفایاب ہو گئے اور یہ شعر پڑھے: محبوب بیمار ہوا تو میں نے اسکی زیارت کی تو غم کی وجہ سے میں بیمار ہو گیا۔ محبوب کو شفا ہوئی وہ مجھے دیکھنے آیا تو اسے دیکھ کر مجھے شفاء ہو گئی

اور ہمیں یہ روایت پہنچی کہ کوئی دن نہیں گذرتا تھا جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر ایک مرتبہ نہ آئیں۔ صبح یا شام۔ اور جب ہجرت کا حکم ہوا تو آپ ایک دن میں دو مرتبہ تشریف لائے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا کوئی نیا حکم صادر ہوا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ مجھے ہجرت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس مقصد کے لئے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں ایک اپنے لئے اور ایک رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے۔

اور ہمیں روایت پہنچی کہ جب بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام سے مشورہ طلب فرماتے اور ان کی آراء مختلف ہوتیں۔ وہ ایک چیز کا مشورہ دیتے جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسری چیز کے متعلق مشورہ دیتے تو حضور علیہ السلام ابوبکر کی رائے پر عمل فرماتے جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے فدیہ کے بارے میں ہوا۔ اور صحیح یہی تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے سیاق میں فرمایا ہے **فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا**۔ یعنی مال غنیمت میں سے کھاؤ جو کہ حلال پاک ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے غنیمت کا نام دیا۔ اسے حلال فرمایا اور اسے طیب قرار دیا تو اس کی رائے دینا صحیح ہے

اور ہمیں روایت پہنچی کہ جب اہل مکہ نے سہیل بن عمیر کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے عہد کی تجدید کے لئے بھیجا تو اس نے وہ کچھ لکھا جو کہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی آرزو کے خلاف تھا اور آپ نے تنگی محسوس کی۔ چنانچہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے ابوبکر! کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا بالکل ہم حق پر اور دشمن باطل پر ہے۔ کہا پھر ہم اپنے دین کے بارے میں یہ عیب دار شرط کیوں آنے دیں؟ فرمایا اے عمر! حضور علیہ السلام خواہش سے بات نہیں فرماتے وہ تو صرف وحی خداوندی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔ حضرت عمر کہنے لگے اے ابوبکر! آپ نے مشکل حل کر دی اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلات حل فرمائے اور یہی صورت حال اس وقت پیش آئی جب حدیبیہ کے سال حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے کفار نے روک دیا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے: اے ابوبکر! کیا رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا نہیں تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ سرکار علیہ السلام نے اسی سال کے بارے میں فرمایا تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے مشکل حل کر دی اللہ تعالیٰ آپ کی مشکل حل کرے۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ حدیث وارد ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا اور اس کے باوجود وہ حضرت ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی تھے۔ آپ کی رائے سے روشنی حاصل کرتے اور آپ کے فعل کی اقتداء کرتے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ ان کی رائے کا تو حضور علیہ السلام بھی احترام فرماتے تھے۔ اور وہ یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ابوبکر صدیق کی رائے کے احترام کا حکم دیا ہے۔ تو عمر کے لئے ان کی تقلید اور اتباع واجب ہو گئی۔ اور ہمیں یہ حدیث پہنچی کہ میں ابوبکر کے ساتھ ایسے بھیجا گیا ہوں جیسے دوڑ کے دو گھوڑے۔ ہم دوڑے اور میں اس سے آگے نکل گیا تو اس نے میری پیروی کی اور اگر وہ مجھ سے آگے نکل جاتا تو میں اسکی پیروی کرتا۔

(قدرت کے ارادہ ازلی میں حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت ثابت تھی جسے یہاں آگے نکل جانے سے تعبیر فرمایا۔ جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نبوت کے سوا تمام مدارج روحانیت حضور علیہ السلام کی اتباع کی بدولت موجود ہیں۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ

ولوالدیہ)

ثانویت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اور تو ظاہر میں دیکھتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے تھے اور آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے۔ ہجرت میں دوسرے۔ غار میں دوسرے۔ مدینہ عالیہ میں داخل ہونے میں دوسرے۔ واقعہ اسراء پر ایمان لانے میں دوسرے۔ میلاد میں دوسرے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت پیر جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یوم ولادت منگل ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تیرھویں تاریخ کو پیدا ہوئے۔ حکم اسلام پر پابندی میں دوسرے اور آپ کے بعد خلیفہ اور مزار میں دوسرے ہیں۔ اور قرآن کریم کے کتنے اسرار ہیں جن میں آپ ثانی اثنین ہیں۔ اسی لئے آپ کے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ازلی اشارات ہوتے جنہیں ان دونوں کہ علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے فرماتے: اے ابوبکر کیا جانتے ہو فلاں دن کہ دن نہیں؟ اور تبسم فرماتے تو عرض کرتے: ہاں یارسول اللہ۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ کیا تجھے معلوم ہے جب ایام کی تخلیق سے پہلے ایسا ایسا ہوا۔ تو بارگاہ نبوت علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں آپ کی محبت ازلی ہے۔

اور ہمیں روایت پہنچی کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاب قوسین او ادنی تھے آپ کو تنہائی محسوس ہوئی تو آپ نے دربار خداوندی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو قلب پاک کو اطمینان اور اپنے ساتھی کی آواز سے انس حاصل ہوا۔ اور یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک منفرد کرامت ہے۔

واصلح لی فی ذریتی کی باقی بحث

ہم اللہ تعالٰی کے قول واصلح لی فی ذریتی کی طرف لوٹتے ہیں۔ پہلے گذر چکا کہ جار اور مجرور (یعنی لی) کو مقدم کرنا خصوصیت کا فائدہ دیتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میرے لئے میری اولاد کی ایسی اصلاح فرما جو کہ میرے لائق ہو کہ میری آل کے بارے میں مجھے راضی اور میری آنکھوں کو ٹھنڈا کرے اور اللہ تعالٰی نے آپ سے رضا کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ولسوف یرضی یعنی عنقریب راضی ہو جائے گا۔

آل صدیق کی دارین میں سعادت کی قرآنی دلیل

اور بعض نحویوں نے کہا ہے کہ قرآن پاک سے آل صدیق کے لئے دارین کی سعادت کی دلیل ملتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی نے قرآن پاک میں فرمایا و سنیسرہ للیسری۔ یعنی ہم اسکے لئے آسان راہ آسان کردیں گے۔ اور سین کا معنی ہے عنقریب مشکل حل ہو جائے گی۔ نیز فرمایا ولسوف یرضی۔ اور وہ ضرور راضی ہو گا اور سوف طویل مدت کی ڈھیل کے لئے ہے۔ پس آسانی دنیا کے لئے ہے اور رضا آخرت کے لئے اور یہ اچھا استدلال ہے

نکتہ ادبیہ

اللہ تعالٰی نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا فاما من اعطی واتقی و صدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری یعنی جس نے راہ خدا میں مال دیا اور اس سے ڈرتا اور اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم اس کے لئے آسان راہ آسان کردیں گے۔ جبکہ آپ کے غیر نے بارے میں فرمایا و اما من بخل واستغنی و کذب بالحسنی فسنیسرہ للعسری یعنی جس نے بخل کیا اور لاپرواہی کی اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کے مشکل راہ آسان کردیں گے۔ تو اس میں علم بدیع کی اصطلاح کے مطابق طباق بدلعی ہے۔ اور وہ

اس میں تاویل کے مطابق پانچ کے مقابلے میں پانچ ہیں اور علم بدیع کے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ پانچ سے زاید نہیں ہوتا۔ اور اس نے متنبی کے قول سے استدلال کیا ہے۔ اور ہم

ازورھم وظلام اللیل لشیفع لی

وانثنی وضیاء الصبح یغری بی

تو یہاں پانچ کو پانچ کے مقابلے میں لایا گیا ہمارے شیخ علامہ یٰس الشامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پانچ پر اضافہ ممکن ہے اور اسکے وجود کی نفی نہیں کر سکتے۔ اور علامہ شامی کے قول کے مطابق میں نے صفدی کے لامیتہ العجم کی شرح میں پانچ سے زیادہ بھی دیکھا ہے۔ فرمایا کہ جب امیر علی روزباری سے میدان عرفات میں بعض افاضل کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے یہ شعر پڑھا

علی راس عبدتاج عزیزینه

وفی رجل حر قید ذل یشینه

تو اس نے ارتجلا جواب دیا

تسر کنیما مکر مات تعزه

وتبکی کریما حادثات تهنیه

شارح نے کہا کہ یہ بظاہر انتہائی مطابقت ہے لیکن غور کرنے والے پر واضح ہے کہ یہ دو وجہوں سے ناقص ہے۔ پہلی وجہ چھ کا مقابلہ چھ سے تاویل کے بغیر کیا۔ دوسری وجہ چار کا مقابلہ چار کے ساتھ تاویل کے ساتھ کیا۔ کیونکہ سرور کے مقابل حزن ہے لیکن حزن سے رونا پیدا ہوتا ہے اس لئے اسے اسکے قائم مقام قرار دیا۔ اور تاویل بلاغت کے مرتبہ کو گرا دیتی ہے۔ جبکہ قرآن کریم میں حسن اور احسن ہے۔ اور تو دیکھ رہا ہے کہ اس کا مقام کس قدر ہو گا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اس نے مال عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرا۔ اور اچھی بات کی تصدیق کی اور اس کے ساتھ آسانی اور رضا کا وعدہ فرمایا۔ اس میں وہی جھگڑا کرے گا جس کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے اندھا۔ اس کے دل کو بے نور اور

جسے علم کے باوجود گمراہ فرمادیا۔

تنبیہہ اور حرف کا علم رکھنے والوں میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ آل صدیق کے ناموس کے دوام اور اسکی عزت کے دنیا کے خاتمے تک قائم رہنے کی دلیل اللہ تعالیٰ کے قول " فی ذریتی " کی رمز سے ملتی ہے کیونکہ جمل کبیر کے مطابق اسکی گنتی ۱۴۱۰ ہے۔ اور اسے دنیا کے مکمل ہونے کی مدت گمان کیا جاتا ہے جیسا کہ ان کے بعض نے اسے ذکر فرمایا ۔ پس یہ حضرات رہتی دنیا تک عزت اور سیادت کے ساتھ غالب رہیں گے ۔ اور اس مدت کا استنباط اہل تحقیق کے معتمد عالم دین مصطفیٰ لطف اللہ الرزنامجی نے دیوان معری میں اللہ تعالیٰ کے قول لایلبثون خلافک الا قلیلا سے فرمایا ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ جب ہم تکرار سے آنے والے حروف کو گرا دیں تو باقی یہ گیارہ حرف رہ جائیں گے ۔(ل ا ی ب ث و ن خ ف ک ق) جن کی گنتی جمل کبیر کی رو سے ۱۳۹۹ بنتی ہے۔ ان پر حروف کے عدد زیادہ کرتے ہیں جو کہ گیارہ ہیں تو مجموعی طور پر ۱۴۱۰ بنتے ہیں اور یہ ذریتی کے مطابق ہیں ۔

اور میں نے سربرآوردہ علماء کے سرخیل ہمارے شیخ یوسف الفیشی رحمتہ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ محمد البکری یعنی الکبیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہمارے پیچھے ایک ہی سجادہ پر بیٹھتے ہیں ۔ (فیہ ما فیہ) ۔ اور اس سے اس استنباط کی تصحیح کی تقویت ملتی ہے

استاذ بکری نے فرمایا کہ ان میں سے ہر زمانے میں ایک سردار ہوتا ہے جس کی حق کے ساتھ تائید کی جاتی ہے جو کہ شک کو مٹانے والا ہوتا ہے۔

نسب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا احترام

ہمیں روایت پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ازواج مطہرات حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور کہنے لگیں : اے فاطمہ ! اپنے والد بزرگوار سے عرض کریں کہ آپ کی ازاوج ابن ابی قحافہ کی بیٹی کے متعلق آپ کی خدمت

میں عدل کی درخواست کرتی ہیں۔ چنانچہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا پچھلے پہر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں جبکہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ دروازے پر کھڑی ہو گئیں اور امہات المومنین کا مطالبہ دو مرتبہ دہرایا لیکن آپ خاموش رہے اور تیسری مرتبہ فرمایا: اے فاطمہ! جسے مجھ سے محبت ہے وہ عائشہ سے محبت کرے۔ آپ لوٹ آئیں۔ ازاوج مطہرات نے فرمایا کہ تو نے ہمارے متعلق کچھ بھی نہیں کیا۔ پس سب مل کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بارگاہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مرتبے کے اعتبار سے وہ میرے برابر تھیں۔ اور میں نے زینب سے زیادہ خوف خدا رکھنے اور صلہ رحمی کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

انہوں نے زینب سے کہا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ابن ابی قحافہ کی بیٹی کے متعلق عدل کی درخواست کرو۔ چنانچہ انہوں نے جاکر اور دروازے پر کھڑے ہو کر یہ مطالبہ خدمت عالیہ میں پیش کر دیا۔ جبکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے تیسری مرتبہ فرمایا: اے زینب: ان میں کوئی ایسی خاتون ہے جس کا باپ ابوبکر ہو۔

خلفائے راشدین جنتی ہیں

جلال نے اپنی جامع میں روایت کی میرے بعد کا متولی جنتی ہے اور جو اس کے بعد متولی ہو گا جنتی ہے اور تیسرا اور چوتھا جنتی ہے

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توبہ

ابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ انی تبت الیک توبہ کے کئی اطلاق ہیں۔ کفر سے توبہ۔ گناہوں سے توبہ۔ نیکیاں دیکھنے سے توبہ۔ اور ماسوی اللہ سے توبہ۔ رہی کفر سے توبہ اس سے پہلے قسطلانی کی شرح بخاری

میں یہ قول نقل کیا جا چکا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسی بت کو کبھی سجدہ نہیں کیا۔ رہی گناہوں سے توبہ تو آپ گناہوں سے محفوظ ہیں۔ رہی نیکیوں کو دیکھنے اور ان پر اعتماد کرنے سے توبہ تو آپ کا مقام اس سے کہیں بلند ہے۔ رہی نفس کو دیکھنے سے توبہ تو بعید نہیں کہ آپ کی توبہ اسی قسم کی ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے صادر ہوا کہ **فانھم عدولی الارب العالمین** ۔ اور یہ مجتہد مطلق ابوالحسن البکری کے قول کے معنی میں ہو **واستغفر اللّٰہ مماسوی اللّٰہ**۔

رہا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد **لقدتاب اللّٰہ علی النبی والمھاجرین والانصار** (اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام۔ مہاجرین اور انصار پر رحمت سے توجہ فرمائی) تو نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد والوں کی توبہ ان کی مرتبہ و مقام کے لائق ہو گی۔ رہی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف منسوب توبہ تو اس کا معنی آپ کا ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف بلند ہونا ہے۔ اور ہر مقام اپنے سے اونچے مقام کے اعتبار سے کوتاہ ہے۔ اور کمالات ایسے لاتناہی ہیں۔ اور کامل کمالات کو قبول کرتا ہے جیسا کہ ہمارے شیخ حافظ السنتہ الشیخ محمد بابلی نے اسکی تقریر فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول **لیغفرلک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر** جیسے اقوال میں یونہی کیا جائے گا۔

استطراد۔ میں نے اپنے شیخ استاذ محمد زین العابدین البکری کو فرماتے ہوئے سنا کہ شب معراج جب نبی کریم علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ سے جدا ہو گئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل: کیا دوست اپنے دوست سے ایسے مقام پر جدائی اختیار کرتا ہے؟ تو جبرئیل نے عرض کی: آپ جب آگے بڑھیں گے تو تجلیات کو چیر کر آگے گذر جائیں گے لیکن جب میں آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا۔ ہم میں سے ہر ایک کا مرتبہ معین ہے تو جبرئیل علیہ السلام سے مانوس ہونا آپ کے شایان شان نہ ٹھہرایا گیا کہ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ اور غزوہ بدر کے دن مشرکین پوری زیب و زینت اور تیاری کے ساتھ گروہ در گروہ آئے جبکہ اہل اسلام انتہائی بیکسی میں تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دعا کرنے لگے یا اللہ! اگر یہ جماعت ختم کر

دی گئی تو پھر زمین میں تیری عبادت کبھی نہیں کی جائے گی۔ تو اسے بھی آپ کے شایان قرار نہ دیا گیا۔ گویا رب العزت فرماتا ہے کہ عین ممکن کہ اگر یہ شہید کر دیئے گئے تو میں نئی مخلوق لے آؤں جو میری عبادت کریں اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا **لیغفرلک اللّٰہ ماتقدم من نبک و ماتاخر** اور یہ اچھی کلام ہے اسکی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

استنباط۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد **واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک** سے دلیل ملتی ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنی حاجت پیش کرنا چاہے تو اس سے پہلے کوئی عمل صالح کرے جیسے دو نفل یا صدقہ یا توبہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے۔ تو اسکی دعا قبول ہو گی۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے احسان کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا **اولئک الذین نتقبل عنھم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سیئاتھم** یہ اس اصلاح کا معنی ہے جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کے لئے طلب کی۔ تو ان کے اچھے اعمال مقبول ہیں۔ اور ان کے برے اعمال سے اللہ تعالیٰ در گذر فرماتا ہے اور یہ قرآن کریم کی نص کے ساتھ ثابت ہے۔ پس معترض کا اعتراض کیسا یا جھگڑنے والے کا جھگڑا کیسا ہے؟۔ اور ہمارے قصیدے کا ایک شعر ہے جو ہم نے اپنے استاذ محمد البکری (اللہ تعالیٰ ان کی برکات ہم پر لوٹائے) کی شان میں کیا ہے۔

فکیف تنصب میزان علی رجل
تجاوز اللّٰہ فضلا عن مساویہ

یعنی اس شخص کے اعمال کے لئے ترازو کیسے نصب کیا جائے گا جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی کوتاہیوں سے در گذر فرما چکا ہے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

بہت پہلے اسلام لائے۔ آپ کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ آپ حضور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ابوبکر کے پاس آتے جبکہ دونوں غار میں تھے۔ غزوہ طائف میں آپ کو تیر لگا اور اپنے والد بزرگوار کی خلافت کے دور میں وفات پائی۔

حضرت اسماء ذات النطاقین رضی اللہ عنہا۔ آپ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں۔ مدینہ عالیہ کی طرف ہجرت کی جبکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ آپ کے پیٹ میں تھے۔ چنانچہ آپ ہجرت کے بعد اسلام میں پہلے مولود ہیں۔ آپ کی ماں قتیلہ بنت عبدالعزی ہے جو کہ بنی عامر بن لوی سے تھی جو کہ مسلمان نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ آپ کے ہاں ولادت کے وقت سے پہلے بچہ ہوا۔ اور یہ ثابت نہیں اور آپ کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔ بدر میں مشرکین کے ساتھ حاضر ہوئے۔ ازاں بعد مشرف باسلام ہوئے۔ اور ان کا بیٹا ابو عتیق محمد بن عبدالرحمٰن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں پیدا ہوا۔ اور صحابہ کرام میں ان کے سوا ایسے چار افراد معلوم نہیں جنہیں حضور علیہ السلام کی صحبت کا شرف حاصل ہوا اور ان کا بعض، بعض میں سے ہو

اور محمد بن ابی بکر۔ حجۃ الوداع کے سال پیدا ہوئے۔ اور مصر میں شہید کئے گئے۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔ آپ کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وہاں کا حاکم بنا کر بھیجا اس لئے کہ انہیں آپ کی ہمشیرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے متعین فرمایا تھا۔ ابھی راستے میں ہی تھے کہ دار الخلافہ سے آنے والا ایک ایلچی مل گیا جس کے پاس آپ نے ایک خط پایا جو کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے کاتب مروان نے دھوکے سے لکھا تھا جس سے ان کا مدینہ منورہ لوٹنا ضروری ہو گیا۔ اور پھر وہ کچھ ہوا جو ہوا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ کو نائب کے طور پر مصر میں لوٹا دیا اور ان کے ساتھ ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو کر دیا۔ جب مصر میں داخل ہوئے تو معاویہ بن خدیج نے آپ سے

جنگ لڑی اور انہیں شہید کر دیا۔ آپ بہادر تھے شہادت کے وقت اٹھائیس برس کے تھے ۔ آپ کی والدہ اسماء بنت ابتعمیس الخثعمیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

ام کلثوم بنت ابی بکر۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ اور وادی صعید میں قریش میں سے بنو طلحہ تھے۔ اور وہ طلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اور ان کے تین فرقے ہیں۔ بنو اسحاق۔ اور کہا جاتا ہے کہ اسحاق ' دادا نہیں بلکہ ایک جگہ کا نام ہے جس کے قریب انہوں نے حلف اٹھائے۔ کنایہ کے طور پر اس کا نام اسحاق رکھ دیا بنو قصہ اور ان کے بیشمار شعبے ہیں جو کہ شہروں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اور بنو محمد جو کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ اور مذکور بنو طلحہ کے مکانات برجین اور طحا میں ہیں۔ لوگ گمان کرتے ہیں کہ طلحہ کی اولاد بنو محمد ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے ہے جب کہ ایسا نہیں۔ کیونکہ محمد بن ابوبکر کی اولاد میں طلحہ نہیں ہے طلحہ تو عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہے اور اس کا بھائی ابراہیم بن طلحہ بن عمر ابن عبید اللہ بن معمر مذکور اسکی ماں فاطمہ بنت قاسم سے ہے اور یہ فاطمہ ام یحیٰ اور ام ابی بکر بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر بن العوام ہے رضی اللہ عنہا۔ اور ان بھائیوں سے بنو طلحہ بن عمر بن عبید اللہ بن معمر التیمی تھے جو کہ بنو زبیر اور اہل صعید کے جعافرہ کے ساتھ تھے

اور یہ فاطمہ بھی قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب کی بیٹی ہے جس کی ماں کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر ہے۔ اور اسکی ماں زینب بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔ پس اس فاطمہ بنت قاسم سے طلحہ الجواد کا بیٹا ابراہیم بن طلحہ پیدا ہوا اور زنیب بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے علی بن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد پیدا ہوئی جنہیں زیانبہ کے نام سے جانا جاتا ہے اور وہ بنو جعفر ہیں جو کہ مصر میں صعید کے علاقے میں ہیں ۔ اور ان میں سے ثعلب ہیں۔ اور اسی وجہ سے مذکور بنو طلحہ بنو جعفر کے ساتھ تھے پس طلحہ اور جعفر قتل کر دیئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعا ان کی اولاد کے بارے میں ثابت اور قبول فرمائی۔ اور ان کی صلاح کو ظاہر فرمایا ان میں

امراء ہیں ۔ علماء ہیں ۔ اقطاب ہیں ۔ اور تو دیکھتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی وجہ سے مذاہب اربعہ کو قوت بخشی جو کہ اہل سنت کے طریقے ہیں ۔ ان کے حنفی قطب اکبر سیدی شمس الدین الحنفی البکری ہیں ۔ ان کے مالکی خاتمہ المفسرین ہمارے شیخ احمد الوارثی البکری ہیں ان کے شافعی استاذ محمد زین العابدین البکری اور انکے حنبلی قاضی القضاۃ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالمحمود البکری البغدادی ہیں ۔ اور ان چاروں میں سے ہر ایک جیسے اور حضرات بھی ہیں جن پر ان کے امام کو فخر ہے ۔ بلکہ ان میں سے ابو الحسن البکری جیسے مجتہد مطلق ہیں ۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو الحسن البکری کو کہتے ہوئے سنا جبکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے میں نے حواس کو گنتے ہوئے صبح کی میں شافعی اور مالک کی طرح ہوں ۔ ہمارے شیخ متقی عالم کبیر شیخ یوسف الفیشی نے فرمایا کہ ان کا صاحبزادہ محمد کہتا تھا کہ میں یوں نہیں بلکہ اس سے بھی عظیم ہوں ۔ انتھی ۔

ان میں سے عضد ہیں ۔ ان میں سے ابن الوردی صاحب البجہ ہیں ۔ ان میں سے محمد بن بدر الجمال ' سلطان سلمان کے وزیر ہیں اور آپ ایک عالم عامل عادل پاکیزہ متقی تھے ۔ آپ نے کئی خیرات جاری فرمائیں ۔ اور لق و دق صحراؤں میں کئی تکیے تعمیر کئے ان میں سے فخر رازی ہیں ۔ ان میں سے قطب فرد سیدی محمد الغمری ہیں جیسا کہ مجھے اسکی قاضی مصطفیٰ الیسمی نے شیخ السنہ حافظ المورخ الشیخ محمد بابلی سے نقل کرتے ہوئے خبر دی جب کہ انہوں نے امام شناوی کے محلہ روح الغریبہ میں درس دیا ۔ مجھے اسی طرح خبر دی ۔ ان میں سے ملا حنکار ہیں جیسا کہ مجھے ہمارے استاذ کے بیٹے شیخ زین العابدین نے خبر دی ۔ اور یہ ان کے متعلق کوئی عجیب و غریب بات نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولئک الذین نتقبل عنھم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سیئا تھم الخ ۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی حیات ظاہری میں اور بعد از وفات جن کی مسلسل نگہبانی اور امداد فرماتے رہے ہوں ۔ ان کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض اور ان کی رضا کی وجہ سے راضی ہوں اور یہ حضرات شجاعت ۔ حمایت اور جاہ و الا خاندان ہے ۔ استاذ اکبر نے فرمایا

۔ جب کہے : اے تیم بن مرہ ہم آپ کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں ۔ قریش میں سے اس کے ایسے ساتھی ہیں جو کہ اسکی طرف سبقت کرنے والے ہیں ۔

نسب صدیقی کی حمایت کے واقعات

سیدی عبد الوہاب الشعرانی نے فرمایا: کہ استاذ محمد ا لبکری الکبیر کے نسب کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح ہونے کی ایک دلیل یہ ہے جو میں نے مکہ معظمہ میں دیکھی کہ بعض حاسدوں نے سیدی محمد کی غیبت کی ۔ میں نے اسے روکا مگر وہ باز نہ آیا ۔ پھر میں نے امام ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تجھے میرے بیٹے محمد کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے ۔ تو اسکی وجہ سے مجھے آپ کے نسب کے صحیح ہونے کا پتہ چلا ۔ اسی طرح ایک اور واقعہ ہوا کہ حضرت شیخ ابو الحسن رضی اللہ عنہ کی محفل میں کسی نے مجھے برے لفظوں سے یاد کیا ۔ آپ خاموش رہے ۔ مجھے اسکی خبر ملی تو میں نے اپنے جی میں اسے برا محسوس کیا ۔ تو خواب میں امام ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ میں اپنے بیٹے ابو الحسن کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں ۔ رضی اللہ عنہ و عن والدہ ۔ آمین ۔ منن کا اقتباس پورا ہوا ۔

اور مجھے بنی وفا! کے سردار ابو التخصیص (اللہ تعالیٰ ان کے برکات سے ہماری مدد فرمائے) ۔ نے بیان کیا کہ جب استاذ عبدالرحمٰن ا لبکری رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے قتل کا واقعہ رونما ہوا جبکہ وہ خیمے کے اندر تھی اور لشکر کا گھوڑا سوار دستہ گذر رہا تھا ان میں سے ایک نے بندوق چلا دی قضاء الٰہی سے استاذ محترم کی بیٹی کو لگی اور اسے قتل کر دیا ۔ جب اسے دفن کیا گیا تو اس کے لئے سونے کی تاروں والا پردہ بنایا گیا ۔ سیدی ابو التخصیص فرماتے ہیں کہ میرے دل میں بات آئی یا سبحان اللہ اب بکری عورتوں کے لئے بھی ایسا کیا جانے لگا ہے ۔ چلئے مردوں میں تو ہم نے تسلیم کر لیا ۔ یہ بات صرف میرے دل میں کھٹکی جس کا میں نے کسی پر اظہار نہیں کیا ۔ اس رات میں سویا تو میں نے حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا جبکہ آپ اس صاحبزادی کی قبر کے پاس کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں: اے عبدالوہاب! میری اولاد کے متعلق تجھے کیا ہے؟ میں نے عرض کی اے خلیفہ رسول علیہ السلام! میں نے صرف دل میں کہا تھا۔ فرمایا اگر یہ نہ ہو تا کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور یہ کلمہ فرمایا کہ میری اولاد کے بارے میں بچو۔

مجھے امیر موسیٰ العادلی نے غازی پاشا اور غیطاس کے ہمارے استاذ محترم پر ان کے بعض رشتے داروں سمیت ظلم و زیادتی کرنے کے واقعہ کے بارے میں جس کی وجہ سے استاذ محمد البکری کو شدید صدمہ پہنچا حکایت بیان کی۔ مجھے امیر موسیٰ مذکور نے بتایا کہ میں نے خواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو عرض کی: اے حضرت صدیق! یہ ظالم آپ کے بیٹے محمد کے ساتھ اس قسم کا سلوک کر رہے ہیں یہ کیا صورت حال ہے؟ فرمایا کہ ہم نے ان میں سے قریبی کو سلب کر لیا ہے اور اجنبی کو قتل کر دیا ہے یہ بعینہ آپ کے الفاظ کی حکایت ہے۔ اور آپ سچے ہیں۔ اور ازاں بعد آپ کی صداقت ظاہر ہوئی کہ غازی پاشا قتل کر دیا گیا اور غیطاس طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوا اور یہ لوگ قدیم سے ہی دشمنوں کے فتنے میں مبتلا ہیں۔ اور حسد ایک دستور ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سنت الہیہ کے طور پر جاری رہا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حسد کو نعمت کے ساتھ ملا دیا ہے نعمت بڑی ہو گی تو حسد بڑا اور چھوٹی ہو گی تو حسد چھوٹا ہو گا۔ اور خلافت کا گھرانہ محسود ہے۔ اور جب بھی ان پر کوئی حاکم مسلط ہوتا ہے اسے موت کے بغیر سکون نہیں ملتا۔ ازاں بعد دوسرا حاکم کھڑا ہو جاتا ہے اور اسے پہلے کا حشر بھول جاتا ہے اور یونہی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور مجھے میری یہ باتیں بھلی معلوم ہوتی ہیں۔

اولاد صدیق کے تیروں کا وعدہ قہر ہے۔ ان سے ایک طرف رہ ورنہ تیرے لئے تاریکی ہے۔

اور تجھے کیا ہے جسے ریاست نے کم عقل بنا رکھے ہے جبکہ قوم کے پیروکاروں کی جنگ کے سامنے آگ ہے

سیاہ اژدھا جن کی زہر ایک گھڑی کی زہر ہے۔ سیاہ گنجے سانپ۔ کیا سیاہ سانپ اور

کیا چیتا

سخاوت کے بادل جن کی کفدست سمندر پر برستی ہے۔ دشمن پر لوٹ لوٹ کر حملہ کرنے والے جن سے زمانہ ڈرتا ہے۔

ثابت قدم گھوڑ سوار۔ بازوں کی طرح پیاسے۔ لشکر کو ان کے شکست دینے کے بعد نقصان پورا ہونے کی امید نہیں کی جا سکتی ایسے نیزہ باز کہ اگر جنگ کے دن سامنے آئیں تو تلوار اور نیزے کا خود ان کی تصدیق کرتا ہے

ان کے سامنے جمال و جلال سب ظاہر۔ اور ان کی نظم و نثر کے الفاظ موتی کی طرح ہیں۔

ایسے بادشاہ ہیں کہ ان کے حسن و جمال کا دوپہر کا سورج اور چودھویں رات کا چاند بھی اقرار کرتا ہے

بلند و بالا پہاڑ جن کا مضبوطی میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور کون مقابلے میں آئے جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے مدد گار ہیں۔

حمایت کرنے والے۔ ہدایت دینے والے۔ اپنے وقت کے مرجع الخلائق سردار برستے بادل اور عطا کرنے میں شہرت یافتہ۔ فضیلت میں سبقت کرنے والے۔ بزرگی میں سردار۔ مقتدا۔ طلسم اسرار اور والی راز دار ہی ہوتے ہیں

عظیم بزرگی والے انسانوں کے مرجع۔ پہلے سے ہی سبقت یافتہ اور ان کا مرتبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے

ان کی خوبیاں روشن۔ ان کے مرتبے بلند۔ آؤ آؤ کوئی حصار ان کا احاطہ کرے۔

ان تعریفیں قرآن کی نص میں وارد ہیں۔ میری عمر کی قسم۔ اللہ کی قسم یہ ہے

قابل فخریات

تو ان سے محبت کرنے والے اور ان سے بغض رکھنے والے تقسیم ہو گئے ان کے لئے نفع اور ان کے لئے خسارہ۔

اور اس نفع کا میں زیادہ حقدار ہوں اور بلندی شان میرا حق ہے جبکہ ان کی بلندی

کی وجہ سے میرے غیر کے لئے ذلت ہے

اگر میرے غیر کا شعر زیانب کے متعلق ہے تو میرا شعر آل صدیق کے بارے میں

ہے جس سے عزت بڑھتی ہے

علاوہ ازیں میں ان میں سے ہوں میں نے اپنی حاجات پالیں اور ان کے مابین میری

عزت اور شہرت ہے

مجھ سے بچ کر رہ ۔ تو اس شخص سے کیا چاہتا ہے جسے حضرت ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ کی طرف امداد و اعانت حاصل ہے؟

اولاد صدیق کے لئے نبی پاک کی دعا

پھر تجھ پر مخفی نہ رہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد کے متعدد ہونے اور اطراف زمین شام ۔ بغداد ۔ یمن ۔ حجاز اور مصر میں سکونت پذیر ہونے کے باوجود ان کی خلافت کا دستور مصر میں ہے پھر امام کامل سیدی محمد البکری الکبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں منحصر ہو گئی ۔ بچ ابو السرور البکری نے اپنی کتاب الکوکب الدری فی مناقب الاستاذ محمد البکری میں فرمایا کہ آپ کی کرامات میں سے وہ واقعہ ہے جو آپ کے متعلق بیان کیا گیا کہ ایک سال آپ نے حج کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر انوار کی زیارت کی ۔ جب آپ روضہ مبارک اور منبر شریف کے درمیان بیٹھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے مشافہتہً خطاب فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ میں اور تیری اولاد میں برکت فرمائے ۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کو عظیم بزرگی ۔ کثیر علم اور آخر زمانے تک بے نہایت برکات عطا فرمائی ہیں اور ضروری ہے کہ اس گھر میں ایک ایسا ہو جو ان پر خلیفہ ہو ۔ اور اس امر کا مشاہدہ ہو رہا ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ۔ اور اس طرف صاحب ترجمہ استاذ محترم رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ بائیہ میں اشارہ کیا ہے

ے فی کل عصر منہم سید
موید بالخلق ماحی الریب

یعنی ان میں سے ہر دور میں ایک سردار ہے جو کہ حق کی طرف سے موید اور شک مٹانے والا ہے۔ انتھی کہا جاتا ہے جسے شیخ ابو السرور البکری نے عام قرار دیا اس سے زیادہ خاص وہ ہے جو ان کے جد امجد استاذ البکری طاب ثراہ نے کیا ہے۔

فلونک بالی فالتزمہ فانہ
ھوالباب باب اللّٰہ والبیت اعجب

کہ میرے دروازے کو لازم کر لے کیونکہ وہی باب اللہ ہے اور گھر اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ کیونکہ وہ محمد زین العابدین اور ان کا بیٹا محمد زین العابدین ہے اور اس کے بھائی تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسکے سوا انکار فرمایا۔ اور ان کے بیٹے کا بیٹا محمد زین العابدین ہے۔ اسکے بھائی تھے جبکہ وہ اسکے ساتھ منفرد ہوئے۔ اور آپ کی خلافت کی تصریح آپ کے جد امجد نے آپ کے وجود سے پہلے فرمائی بلکہ آپ کے باپ کے وجود سے بالکل پہلے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا علی انہا من عزہا و دلا لہا

باصفر اتباعی ، قومی تقتدی

یعنی اسکی عزت و راہنمائی کی وجہ سے میرے پیرو کاروں اور میری قوم میں سب سے چھوٹے کی اقتدا کرے گی۔ اور ہمارے استاذ اپنے جد امجد کے سب سے چھوٹے بھائی ہیں۔ اور میرا ورد محمدی ہے اور اس سب سے زیادہ صریح ان کا وہ قول ہے جس میں انہوں نے محمد اور پھر احمد کا ذکر کیا ہے۔ اور ظاہری ترتیب کے برعکس محمد کو احمد سے پہلے ذکر کرنے کی حکمت دو امر ہیں۔ پہلا تو حرف قافیہ ہے دوسرا امر یہ کہ احمد سے اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا ظاہر نہیں فرمایا جو کہ مرتبہ خلافت پر فائز ہو جبکہ محمد کی اللہ تعالیٰ نے زین العابدین کے ساتھ تائید فرمائی۔ اور اعلیٰ انعام ان کے جد امجد کا وراثت کاملہ کے طور پر ان کے تمام احوال میں ظاہر ہونا ہے اسی لئے وہ پہلے ذکر کئے جانے کے مستحق ہوئے۔ اور وہ ابن الفارض کے قول کے کس قدر مستحق ہیں

كل الورى اولاد آدم اننى

فخرت بصحو الجمع من دون اخوتى

یعنی ساری مخلوق اولاد آدم ہے۔ میں اپنے بھائیوں کے سوا سب کے ہوش میں آنے پر فخر کرتا ہوں۔ بلکہ وہ قائل کے اس قول کے کس قدر مستحق ہیں

فانی وان كنت الاخير زمانه

لات بمالم تستطعه الدوائل

یعنی میں گرچہ اسکے آخری زمانے میں ہوں وہ کچھ لانے والا ہوں جس کی پہلوں میں طاقت نہیں۔

شیخ الاسلام محمد زین العلبدین کا ترجمہ (تعارف)

ہم آپ کا کچھ تعارف ذکر کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ ہم پر ان کی برکتیں لوٹائے) تو ہم کہتے ہیں کہ آپ اہل تحقیق کے سردار۔ ارباب تصدیق کی سند۔ جن کے ظہور کی وجہ سے آل عتیق کو شرف حاصل ہوا اور ان کے وجود سے دنیا نے تبسم کیا۔ سرمکتم۔ رمز معلم۔ شیخ الاسلام الاستاذ محمد زین العلبدین بن محمد زین العابدین بن محمد بن الحسن تاج العارفین بن محمد ابو البقاء جلال الدین بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد ابن احمد بن محمد بن عوض بن عبد الخالق بن عبدالمنعم بن یحییٰ بن الحسن بن موسیٰ بن یحییٰ بن یعقوب بن نجم عیسیٰ بن شعبان بن عیسیٰ بن داؤد بن محمد بن نوح بن طلحہ ابن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ ابن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ ہیں میرے آباو اجداد تو اے جریر جب تو محافل جمع کرے تو ان جیسا کوئی لاؤ

مصر کے شیخ السنہ۔ العالم المورخ الشیخ عبد السلام اللقانی فرماتے ہیں: کہ تمام نسبوں میں اس وقت جھوٹ داخل ہو گیا ہے لیکن بکریہ مصریہ کی حضرت صدیق اکبر رضی

اللہ عنہ کے ساتھ نسبت میں کوئی جھوٹ نہیں کیونکہ یہ بالکل صحیح اور یقینی ہے۔ انتھی

رہا آپ کا نسب جو کہ آپ کے جدامجد کی والدہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک ہے تو وہ یہ ہے السیدہ الشریفہ فاطمہ بنت ولی اللہ تعالٰی اسید تاج الدین بن اسیدالشریف یزحم ابن اسید الشریف حسان ابن اسید الشریف سلیمان بن اسید اشریف محمد بن اسید الشریف علی بن اسید اشریف محمد بن عبد الملک بن الحسن المکفوف ابن اسید علی بن الحسن المثلث بن الحسن المثنی بن الحسن اسبط ابن فاطمہ الزہراء علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین

آپ کے جدامجد استاذ اکبر حضرت ابولمکارم فرماتے ہیں: بحمد اللہ تعالٰی میری والدہ کی طرف سے جدہ محترمہ بنی مخزوم سے ہیں۔ مجھے قریش کے تین گھروں نے جنم دیا ہے بنوتیم۔ بنو مخزوم اور بنو ہاشم۔ یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے۔ پھر اللہ تعالٰی کی قسم جس نے دانے اور گٹھلی کو پھاڑا اور عرش کا قصد فرمایا میرا صرف اسی پر اعتماد اور صرف اسی پر بھروسہ ہے۔ اور آپ کے ایک قصیدے کے شعر میں۔ جب معزز قوم کے بیٹے فخر کریں اور معزز بنیں جبکہ بہادروں کی پشتیں مل گئی ہوں۔

تو ان کے درمیان مجھے وہ فخر ہے جو کہ ایک معزز کو مٹی پر حاصل ہے جو کہ تیم سے آل ہاشم کی طرف منتقل ہوتا ہے تو میرے جدامجد ابوبکر حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دوست ہیں جبکہ حضور علیہ السلام کا وست فضیلت ومکارم کا پروردگار ہے میری دادی حضرت بتول رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں جبکہ میری جدہ مادری بنو مخزوم سے ہے کوئی ہے ہم پایہ؟

اور مذہب مالکیہ میں مفتی بہ قول یہ ہے کہ شریف ہونا ثابت ہو جاتا ہے گرچہ ماں کی طرف سے ہو۔ اور یہی فتویٰ الشیخ حنفیہ الشیخ حسن الشرنبلالی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ رہا ارشاد خداوندی **ادعوھم لاباء ہم ھو اقسط عند اللّٰہ** یعنی انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے بلایا کرو یہ اللہ تعالٰی کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے۔ تو افعل التفضیل شرکت کو نہیں روکتا۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے شاعر جاہلیت کا

قول سنا

۔ بنونا بنو آباء نا بناتنا

بنوھن ابناء الرجال الاباعد

یعنی ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہماری اولاد ہیں اور ہماری بیٹوں کے بیٹے دور کے مردوں کی اولاد ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان کے شاعر کو ہلاک فرمائے قوم کی بہن کا بیٹا انہیں میں سے ہے اس حدیث کو جلال الدین السیوطی نے اپنی جامع میں نقل فرمایا ہے اور یہ ہمارے لئے ماں کی وجہ سے بیٹے کے شریف ہونے کے متعلق دلیل ہے۔ نیز حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے امام حسن بن فاطمہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا میرا یہ بیٹا سید ہے۔

اور اس فرمان کے باوجود رہا ارشاد خداوندی **ماکان محمد ابا احد من رجالکم** یعنی حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ تو اس کے متعلق دو جواب دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا یہ ہے کہ یہ خطاب قریش کے لئے ہے بنو ہاشم کے لئے نہیں یہ غور طلب ہے۔ کیونکہ عام کی نفی سے خاص کی نفی لازم آتی ہے جبکہ اس کا عکس نہیں۔ تو قریش کی نفی سے بنو ہاشم کی نفی لازم ہوتی اور بنو ہاشم کی نفی سے نفی قریش لازم نہیں آتی۔ اور وجود خالص سے وجود عام لازم آتا ہے۔ اور اس کا عکس نہیں۔ اور یہ اصول کا مسئلہ ہے جس پر کہ سب کا اتفاق ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس وقت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما رجولیت یعنی سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے اور باپ ہونے کی نفی رجال کے لئے ہے۔ تو اطفال کے منافی نہیں۔ اور معتبر ہے۔ تو اس سے یہ بات پختہ ہو گئی کہ صاحب ترجمہ کو سیادت اور علوی ہونے کی عزت دونوں حاصل ہیں۔ آپ کی تربیت یتیمی میں ہوئی جیسا کہ اپنے خاص بندوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا دستور ہے آپ کو آپ کے حقیقی بھائی شیخ الاسلام شیخ احمد البکری رحمتہ اللہ علیہ نے پالا۔ آپ کی نشو و نما تقویٰ اور عزت نفس کے ساتھ ہوئی۔ سربر آوردہ علماء کرام سے علوم حاصل کئے جیسے حلبی اور آپ جیسے دیگر حضرات۔ اور تمام فنون میں

برتری حاصل کی ۔ جامع ازہر میں اسکے قوانین کے مطابق معتبر درس دیئے ۔ اور علماء کے ساتھ ان کے علوم میں شرکت حاصل کی جبکہ وہ آپ کے علوم میں شریک نہ ہو سکے آپ کا ایک مختلف المقاصد دیوان ہے جس میں اسرار طریقت درج فرمائے ۔ اور توحید اور اسم اعظم کے متعلق آپ کے کئی رسائل ہیں جو کہ آپ کے بلند مقام کا پتہ دیتے ہیں ۔ آپ نے کئی دفعہ شام اور حجاز کا سفر کیا اور شام حجاز اور مصر کے علما کا آپ کی جلالت علمی اور توقیر و تعظیم پر اجماع ہے وہ آپ کے سامنے ادب سے بیٹھتے ۔ عارفین آپ کی فضیلت کے معترف ہیں اور آپ نے خلافت بکریہ کی ذمہ داری پورے طور پر نبھائی ۔ مکہ معظمہ کے عہدہ قضا کو قبول نہ فرمایا ۔ البتہ مصر میں آپ فتویٰ دیتے رہے اور طریقہ شاذلیہ کے مٹنے کے بعد اسے عہد لینے ۔ ذکر کی تلقین کرنے ۔ سجادہ پر بیٹھنے اور سفید جھنڈا اونچا کرنے کے ساتھ زندہ کیا۔

اور آپ سے سرکشوں کے قتل اور منکرین کے سلب کی کرامات اور خوارق کا ظہور ہوا جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنے خورد و نوش لباس ۔ رہائش اور سواری میں بادشاہوں کی طرح تھے ۔ آپ کے پاس دنیا سرنگوں اور ذلیل ہو کر آتی ۔ میں نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ آپ کی صحبت میں گذارا ۔ میں نے آپ کو دنیاداروں کے سامنے دنیا حاصل کرنے کے لئے کبھی عاجزی کرتے نہیں دیکھا۔ آپ کی معیت میں دو دفعہ میں نے سفر کیا ایک دفعہ شام کا اور دوسری دفعہ حجاز کا۔ میں نے کسی کو آپ سے زیادہ وسیع الاخلاق اور عزت نفس والا نہ دیکھا۔ میں نے شام اور حجاز کے علماء کو آپ کے سامنے شاگردوں کی طرح دیکھتا۔ کیونکہ آپ کی شخصیت ایسی ہے جنہیں قرآن کریم کا فہم عطا فرمایا گیا ہے ۔ آپ کو جمع و تفریق کی زبان عطا فرمائی گئی ہے آپ عجیب کشف کے مالک ہیں جس پر جمال مطلق کا مشاہدہ غالب ہے ۔ آپ ظالموں اور باغیوں پر انتہائی بہادر ہیں آپ اس وقت عارف زمانہ ہیں میں نے بحمد اللہ تعالیٰ ایک سو سے زاید اکابر عارفین کی خدمت کی ہے آپ سے زیادہ عارف باللہ میں نے نہیں دیکھا۔

میں نے اپنے شیخ ۔ عالم امت اور عظیم متقی شیخ یوسف الفیشی کو فرماتے ہوئے سنا

کہ محمد زین العابدین البکری توحید کے متعلق ایسی کلام کرتے ہیں کہ وہاں تک ان کے والد اور جد امجد نہیں پہنچے۔ اور میں نے عالم کبیر جن کی جلالت علمی پر اجماع ہے شیخ خیرالدین مفتی رملہ کو صاحب ترجمہ رضی اللہ عنہ سے عرض کرتے ہوئے سنا جبکہ علماء شام آپ کی مجلس میں موجود تھے اور آپ نادر معارف بیان فرما رہے تھے اے شیخ محمد! اے بکری! آپ فہم میں ہمارے ساتھ نزول فرمائیں اللہ تعالیٰ کی قسم یہ کلام ہمارے فہم سے بعید ہے اور ہم اسے حل کرنے سے عاجز ہیں۔

اور میں نے دیار مصریہ کے عالم الشیخ شہاب الدین القلیوبی رحمتہ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ مجھے استاذ محترم صاحب ترجمہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف بھیجا اور مجھے فرمایا کہ شیخ شہاب الدین کے پاس یہ شعر کہہ دینا

بیدی الوجود موافقا و مخالفا

وھوالموافق ان ذالعجیب

(یعنی وجود میرے قبضے میں ہے موافقت کروں مخالفت جبکہ وہ موافق ہی ہے اور یہ عجیب بات ہے) اور پوچھنا کہ اس کا معنی کیا ہے؟۔ جب میں نے آپ سے یہ کہا تو شیخ شہاب الدین نے لمبا سا سانس لیا اور مجھے فرمایا: ان سے کہنا کہ یہ سب کچھ آپ کی طرف سے ہے۔ پھر مجھے فرمایا: اے ابراہیم! میں نے کئی مرتبہ آپ کی زیارت کی۔ اور مجھے دربان نے روک دیا۔ میں نے عرض کی کہ میں استاذ محترم کے دربان الحاج محمد کو آپ کے متعلق نصیحت کروں گا اور اسے آپ کا تعارف کرا دوں گا۔ تو آپ نے تبسم فرمایا اور فرمانے لگے ۔ راحت مشرقہ ورحت مغربیہ۔ شتان بین مشرق و مغرب۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی دربان سے مراد سے کوئی اور ہے۔ پھر مجھے کہنے لگے کہ لوگوں کے لئے آپ کی دہلیز پر کھڑے ہونا ہی کافی ہے

اور میں نے مصر کے ملک العلماء الشیخ ابراہیم المامونی کو فرماتے ہوئے سنا کہ سلسلہ بکریہ کے تمام فضائل شیخ محمد زین العابدین البکری میں سمٹ گئے ہیں۔

اور میں نے کئی دفعہ وسیع دنیا کے عالم ہمارے شیخ عبدالرحمٰن آفندی مفتی سلطنت

کو سنا جب مذاکرہ کے وقت استاذ محترم صاحب ترجمہ کسی مشکل معنی کے فہم کی بات کرتے تو کہتے یہ ہے فہم

اور میں نے استاذ محمد باعلوی کو ۱۰۷۰ھ میں رابغ میں سنا جبکہ وہ استاذ صاحب سے کوئی گفتگو کر رہے تھے جس میں سے مجھے کسی بات کی سمجھ آئی اور کسی کی سمجھ نہ آئی۔ پھر آپ سے حضور سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہنے لگے کہ اللہ تعالٰی کی قسم آپ اپنے مزار پر انوار میں زندہ ہیں۔ اور آپ کو سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں بڑا مقام حاصل ہے۔ اور کچھ کلاں میں باتیں کیں۔

پھر ہمارے استاذ محترم رضی اللہ عنہ سید باعلوی حاضرین کا تعارف کرانے لگے۔ پھر میرا تعارف کرایا۔ تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسے میں پہنچانتا ہوں یہ متمم الانوار ہے باوجودیکہ میں نے آپ کو صرف اسی مجلس میں دیکھا اس سے مجھے بے نہایت خوشی ہوئی

اور میں نے شیخ ابوالمواہب البکری کے ساتھی عارف کبیر سیدی محمد المصری السائح کو فرماتے ہوئے سنا کہ الف حروف کا قطب ہے اور محمد بکری مردوں کا قطب ہے۔ پس الف ا ہے اور یہ قطب ہے۔ میں نے ان کا ایک حال کہا۔ فرمایا یہ گردش کے پیچھے ہے۔ پھر میں ۱۰۷۲ھ میں ہمارے شہر کی جامع مسجد میں ان سے ملا تو میں نے پوچھا کہ گردش فارغ ہو گئی یا نہیں۔ فرمایا اللہ کی قسم وہ اس مقام سے رہ گیا

اور جب ہم حرم مکی میں تھے تو استاذ صاحب نماز عصر سے چاشت تک ہم سے غائب رہے ہمیں آپ کی خبر تک نہ ملی۔ ہم سمجھتے تھے کہ آپ اپنے گھر والوں کے پاس ہیں جبکہ گھر والے سمجھتے کہ ہمارے پاس ہیں۔ جب دن کا چاشت کا وقت ہوا تو آپ ہمارے پاس آئے کہ رنگ اڑا ہوا اور عمامہ کھلا ہوا ہے اور کہنے لگے میرے متعلق کیا پوچھتے ہو؟ ۔ پھر آپ نے مجھے ایک نظم لکھائی جس کا مطلع یہ ہے جذبتنی ید العنایة جذبة یعنی مجھے عنائت خداوندی کے ہاتھ نے کھینچ لیا۔ اور اپنے جدامجد کا یہ قول کئی بار پڑھا

والله لولا ان يقال صبا و مال

قلت الذی قد قلت لی فی کل حال

اللہ کی قسم اگر یہ نہ ہوتا کہ مجھے کہا جائے کہ بے دین ہو گیا ہے تو میں وہ کچھ کہتا جو تو نے ہر حال میں مجھ سے کہا ہے۔ تو ہمیں اس سے شیخ معری کے کشف کا صحیح ہونا معلوم ہوا کہ استلذ سے مقام قطبانیت فوت ہو گیا۔

اور جب آپ قدس شریف کی زیارت سے خانقاہ واپس لوٹے تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں ایسی تلوار کھینچوں گا کہ قیامت تک نیام میں نہیں آئے گی۔ اور اس کے بعد دلیل ظاہر ہو گئی

اور میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قبر برزخ کی کھڑکی کے قائم مقام ہے تو اسے چھوٹا سا دیکھتا ہے جبکہ اس کے پیچھے برزخ کی فضا ہے۔

اور میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ انسان کی عمر کا حساب اتنی مدت نہیں ہو گا جتنی مدت اپنے دسترخوان پر بیٹھتا ہے۔ اور فرمایا رات اور دن ایک لپیٹا ہوا دفتر ہے۔ جس میں ایک سفید صحیفہ ہے جب کھولا جاتا ہے تو دن ہوتا ہے اور اس میں ایک سیاہ صحیفہ ہے جب اسے کھولا جاتا ہے تو رات ہوتی ہے۔ جب دفتر مکمل ہو جائے گا تو قیامت قائم ہو جائے گی۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ایک شخص آئے اور میرے کان سے پکڑ کر مجھے خان الخلیلی لے جائے اور مجھے بیچنے کے لئے آواز لگائے میں مخالفت نہیں کروں گا۔ اور اسے مان لوں گا۔ انتہی

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں یوم تجد کل نفس ماعملت من خیر محضرا وما عملت من سوء (یعنی جس دن ہر جان نے جو اچھا کام کیا حاضر پائے گی اور جو برا کیا) ۔ اس کا لطف اور وسعت رحمت دیکھو کہ لطف و کرم فرماتے ہوئے اس کے حاضر ہونے کی صراحت نہیں فرمائی اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد اولم یروا انا ناتی الارض ننقصہا من اطرافہا (یعنی کیا انہوں نے دیکھا کہ ہم زمین کو اسکی اطراف سے سمیٹ رہے ہیں)

کے متعلق فرمایا کہ زمین کی اطراف میں مشرکین ہیں اور وہ اطراف ہیں۔ اور زمین کے وسط میں مسلمان ہیں اور وہ متوسط اور عدل کرنے والے ہیں۔ تو زمین کا مشرکین سے سمیٹنا مسلمانوں میں اضافہ ہے۔ میں نے عرض کی اے استاذ محترم! آیت کے آخری حصے میں اسکی صراحت ہے کہ فرمایا افهم الغالبون تو اس سے خوش ہوئے اور مجھے دعا دی۔

اور میں نے خلیج مصر میں منعقدہ آپ کی محفل سماع میں آپ کو سنا کہ آپ کی آنکھیں بند ہیں اور فرما رہے ہیں کہ تجلی کے لئے معزز قوم ہے یہ مکہ ہے یہ مدینہ ہے۔

شیخ محمد زین العلبدین البکری کی کرامات

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ۱۰۵۷ھ میں مشہور واقعہ رونما ہوا جس میں صناجق قاسمیہ قتل کئے گئے۔ اور اس میں ان کے تمام متاع و سامان لوٹ لئے گئے۔ ان میں سے امیر محمد المتقرقع ہے جو کہ مصر کے سردار تھے اور ان میں سے امیر ابراہیم بن تحی پاشا ہیں پھر بادشاہ نے انہیں مصر کی طرف لوٹنے کا حکم دیا۔ اور اسکے متعلق ایک حکم نامہ مصر کے نائب کو لکھ بھیجا۔ تو لشکر سے ڈرتے ہوئے ان کے بارے میں کسی نے گفتگو کرنے کی جسارت نہ کی۔ تو امیر محمد جو کہ حاکم تھے ان کے حمایتی ابراہیم آغا مستحفظان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آغا نے کہا کہ یہ کام سوائے شیخ محمد البکری کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ کسی غرض و مرض سے منسوب نہیں ہیں۔ اور میں اس وقت جامع ازہر میں مقیم تھا۔ پس میرے پاس ہمارے ساتھی شیخ یوسف آئے اور ان کے ساتھ امیر محمد کا ایک چھوٹا سا بیٹا تھا اور مجھے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ استاذ شیخ محمد البکری کے گھر چلیں تاکہ میرے باپ کے لوٹنے کی سفارش کریں۔ پس میں اس کے ساتھ استاذ محترم کے پاس حاضر ہوا اور اس بارے میں آپ سے بات کی آپ اسی دن سوار ہوئے اور میدان میں پاشا کے ساتھ گفتگو کی۔ پاشا نے سفارش قبول کر لی۔ پھر اس کے بعد لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ اور انہوں نے پاشا پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور ان کے نہ لوٹنے پر باہم قسمیں اٹھائیں۔ حضرت استاذ محترم تک بھی یہ بات پہنچ گئی۔ آپ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ ان کا داخلہ بہر حال

ضروری ہے یوں یا یوں تھوڑا وقت گذرا ہو گا کہ وہ مصر میں داخل ہو گئے۔ اور امیر محمد المترقع کو پھر سے حاکم بنا دیا گیا اور بالکل ظاہر کرامت ہے۔

ایک کرامت آپ کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں میں سے شیخ علی الصغیر نامی ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ ایک معتبر منصب پر فائز تھے۔ آٹھ ماہ کے بعد انہیں معزول کر دیا گیا۔ انہوں نے مجھے سوال کیا کہ حضرت استاذ محترم سے بات کروں کہ آپ اس سلسلے میں سفارش فرمائیں۔ اور اس منصب پر دوبارہ فائز ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائیں۔ جب میں استاذ محترم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میرے ساتھ شیخ الغرب محمد الملاوی بھی تھے۔ مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور فوراً فرمانے لگے کہ مناصب ظاہری میں جس کے لئے چاہو سفارش کروں گا لیکن مناصب باطنی میرے اختیار میں نہیں ہیں۔ تو استاذ محترم کے کشف سے مجھے شیخ علی الصغیر رضی اللہ عنہ کی بات کے درست ہونے کا پتہ چل گیا۔

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ عید کا دن تھا آپ نے مجھ پر لازم فرما دیا کہ مجلس چھوڑ کہ کہیں نہ جاؤں۔ اور فرمایا: یہ جمع و تفریق کا دن ہے اور جو بھی داخل ہوتا اور چلا جاتا ہے اسکے بعد مجھے وحشت محسوس ہوتی ہے تو آج کے دن مجھے انس عطا کرو کیونکہ مجھے تمہاری باتوں سے انس محسوس ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی کہ اس شرط پر رہوں گا کہ آپ مجھے بتائیں کہ شیخ جلال الدین کا وارث کون ہے؟ فرمایا ابو الحسن۔ میں نے کہا ابو الحسن کا وارث کون؟ فرمایا شیخ محمد البکری۔ میں نے پوچھا شیخ محمد البکری کا وارث کون؟ فرمایا والد محترم زین العلبدین۔ میں نے عرض کی زین العلبدین کا وارث کون؟ میرا بھائی احمد۔ میں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا کہ میں جبکہ آپ رو رہے تھے۔ پس آپ کے صرف میں کہنے سے میں اپنے وجود سے غائب ہو گیا۔ پھر مجھے افاقہ ہوا تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کے پاس امراء۔ علماء۔ قراء۔ مساکین۔ فقراء اور پیشہ ور حضرات میں سے جو بھی آتا ہے اسے عطا فرما رہے ہیں۔ تو جس کے متعلق دل میں خیال گذرتا ہے اپنا ہاتھ خزانہ مخفی میں ڈالتے اور چاندی سے اس قدر مٹھی بھرتے کہ کچھ گر جاتی اور اسے عطا فرما دیتے

۔ میں نے عرض کی یا سیدی ! آپ کا خزانہ قدرت کا خزانہ ہے ورنہ اس میں اتنی گنجائش کہاں مجھے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم اس کا تیرے سوا کسی کو علم نہیں ۔ تو نے پہچان لیا ہے تو اسے لازم رکھنا

اور آپ کی ایک کرامت یہ ہے ایک سپاہی نے امیہ نامی بستی ٹھیکے پر لے لی جو کہ بحیرہ میں ہمارا پڑوسی تھا ہم نے اسے یہ بستی اپنے مرحوم ساتھی عباس آغا سے دلائی ۔ اور پڑوسی کے حق کا احترام کرتے ہوئے ہم جو نیکی کر سکتے تھے اس کے لئے پوری کوشش کی ۔ اور اس کے باوجود وہ ہمارے لئے ہر غدر ۔ عداوت اور اذیت مسلط کرنا دل میں چھپائے رکھنا ۔ اور ہماری بے حرمتی میں وہ کچھ کر گذرا جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام فرمایا تھا حتیٰ کہ اس نے ہمارے گھروں میں آگ پھینک دی ۔ اور ہم پر ظالم مسلط کر دیئے اور حرام کے ارتکاب میں اپنے مدد گاروں کی مدد کرنے لگا جبکہ میں کسی چیز کی وجہ سے حرکت میں نہ آیا ۔ پھر اسکی مسلسل ایذاء رسانی سے میں دل تنگ ہو گیا تو میں نے اپنی والدہ اور بھائیوں سے کہا: آج کے دن سے مجھ پر گواہ رہو کہ میں اپنے استاذ بکری کا ذکر تک نہیں کروں گا ۔ اور میں انہیں کیونکہ یاد کروں جبکہ ۱۲ سال ہونے کو آئے یہ ظالم ایذاء رسانی کے ساتھ ہم پر مسلط ہے ۔ شیخ بکری تو صرف اپنے دشمنوں پر ہوشیار ہیں ۔ رہے آپ کے پیروکار تو ان پر تو پردہ ڈالے رہتے ہیں ۔ علاوہ ازیں غیرت وحسد کی وجہ سے اس نے استاذ محترم کی شان میں بھی غیر شائستہ زبان استعمال کی ۔ مجھے والدہ محترمہ نے ایسی بات سے بارہا منع فرمایا ۔ جبکہ میرا پختہ ارادہ یہی تھا ۔ میں اس رات سویا تو استاذ محترم رضی اللہ عنہ کا خیمہ اسمنیہ کے غربی دروازے کے سامنے لگا ہوا دیکھا جبکہ آپ کے ساتھی میرے پاس گھر میں ہیں ۔ میں نے ان سے پوچھا کہ استاذ صاحب کہاں ہیں ؟ تو انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ جد امجد سیدی فاضل مغربی کے ہاں انہیں سلام کرنے گئے ہیں ۔ میں تیزی سے باہر نکلا ۔ راستے میں ہی ملاقات ہو گئی آپ کے پیچھے بے شمار مخلوق ہے ۔ جب میں نے آپ کی دست بوسی کی تو آپ نے ایک چھڑی میرے ہاتھ میں تھما دی جبکہ اپنے صاحبزادے شیخ زین العابدین کو دوسری چھڑی عطا فرمائی ۔ اور ہمیں دونوں چھڑیوں کے ساتھ اپنے آگے

آگے چلنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ ہم ان سیڑھیوں تک جا پہنچے جو کہ سمندر کی طرف والے دروازے کو چڑھتی ہیں۔ پس مجھے اور اپنے صاحبزادے کو پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور فرمایا: اگر ہم ایک چیز کی طرح ملے جلے نہ ہو گئے ہوتے تو میں تمہیں اس گفتگو پر اشارہ نہ کرتا۔ البتہ جس گفتگو کا اشارہ فرمایا میں سمجھ نہ سکا۔ پھر میں نے اپنا معاملہ پیش کیا تو آپ نے مجھے جواب عطا فرمایا۔ اور مجھے اس کا بھی پتہ نہیں کہ کیا فرمایا۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ اس ظالم کی بابت صرف میری خاطر تشریف لائے۔ تو نماز عصر کا وقت نہیں ہوا اور ابھی دن پھرا نہیں کہ کاشتکار وہاں سے چلے گئے اور اس کا شہر اجڑ گیا اور اس نے اسے بیچ دیا اور وہاں سے نکل گیا۔ تو صرف اس کے وہاں سے نکلتے ہی اسے دن کی تاریخ سے بستی آباد ہو گئی۔ جسے ریاست بحیرہ کے سب لوگوں نے حضرت استاذ محترم البکری رضی اللہ عنہ کی کرامت شمار کیا۔

ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ ۱۰۷۰ھ میں حج سے واپس ہوئے تو ہم دھناء میں آپ کے خیمہ میں آپ کی خدمت میں بیٹھے اولیاء اللہ کے واقعات بیان کر رہے تھے کہ آپ اچانک کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یاستار یاستار۔ ایسا کئی مرتبہ کہا۔ جیسا کہ کوئی خوف زدہ اور مرعوب شخص ہو۔ میں نے کہا۔ کیا ہوا آپ کا مقصد کیا ہے کہ ایسا کر رہے ہیں؟ جیسا کہ آپ کو خوش کرنے کے لئے میری عادت ہے فرمایا: اے ابراہیم! مناجق اور اکابر کے بے شمار گھر مصر میں اجڑ گئے۔ میں نے آپ سے عرض کی: آپ اپنی ہتھیلی کے ساتھ مارتے ہیں کیا آپ قتل کر رہے ہیں اور سفارش کر رہے ہیں۔ اور آپ نے ایک گروہ کی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کر رکھی تھی اور آپ کی بارگاہ میں ان کے نام بھی پیش کر رکھے تھے۔ اور جس گروہ کی شکایت کی گئی تھی ان میں سے ایسے حضرات بھی تھے جن میں میرا ایک مقصد تھا جو کہ استاذ الشیخ ابو المواہب کے صاحبزادے کے مقصد کے عین موافق تھا۔ پس میں ان کے حق میں دعا کرنے کے لئے آپ سے گفتگو جاری رکھتا نہ ان کے خلاف دعا کرنے کے لئے۔ اور میں استاذ محترم کے صاحبزادے کے ساتھ مل کر ان کی طرف حضرت کے دل کو کھینچنے کی کوشش کرتا کہ ہو سکتا

ہے آپ ان کے حق میں دعا فرما دیں ۔ تو ظاہراً تو معلوم ہوتا کہ آپ ہمارے ساتھ ہیں جب کہ میں دیکھتا تھا کہ باطن میں آپ ان سے پہلو تہی فرماتے ہیں ان کو ختم کرنے کا پختہ ارادہ کئے ہوئے ہیں ۔ پس ہم استاذ محترم کے صاحبزادے سے تنہائی میں کہتے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں اسم اعظم کے ساتھ بھی دعا کریں وہ تمہارے باپ سے نہیں بچ سکتے ۔ اور ان کی ناراضگی کے ہوتے ہوئے ہمارا راضی ہونا ان کے لئے قطعاً مفید نہیں ۔ تو جب ہم مصر میں داخل ہوئے تو ہم نے ذی الفقاریہ کی ہل چل دیکھی تو ان میں کسی کو قتل کیا جا چکا ہے اور کسی کو شہر بدر اور کیا جا چکا ہے ۔ اور دھناء میں فرمایا ہوا استاذ محترم رضی اللہ عنہ کا قول سچا ثابت ہوا کہ بہت سے گھر خراب ہو گئے ۔

اور آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ۱۰۶۳ھ میں نے شیخ العرب شریف بن حمادہ رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت میں بیت اللہ الحرام کا سفر کیا اور سفر سے پہلے میں استاذ محترم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی توجہ اور دعا حاصل کی ۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا: اے ابراہیم: تیرا جانا اور واپس آنا خیر و عافیت سے ہو ۔ راستہ میں اگر کوئی تکلیف در پیش ہو تو مغرب کی سمت تین قدم چلنا اور یوں کہنا کہ اے ابو العیون میں آپ کی کفایت میں ہوں ۔ اور مجھے کچھ دینار عطا فرمائے ۔ چنانچہ میں نے سفر کیا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے اس کی نگہبانی میں رہا حتی کہ میں نے حج کیا اور واپس ہوا اور میں عقبہ میں پہنچا ۔ اور عقبہ سے نکلتے مجھے ایک ایسی الجھن در پیش ہوئی کہ میں موت کے کنارے پہنچ گیا ۔ میں زمین پر ٹھہر گیا جبکہ خچر کی لگام میرے ہاتھ میں ہے اور میں اس حد تک پہنچ گیا کہ حرکت تو کیا بول بھی نہیں سکتا ہوں ۔ تو میں نے اپنے جی میں کہا اے ابو العیون ! میں آپ کی کفایت میں ہوں ۔ کیونکہ میں مغرب کی طرف اپنے استاذ محترم کے حکم کے مطابق تین قدم چلنے سے بھی عاجز آ گیا ۔ میرے جی میں ابھی بات پوری نہیں ہوئی کہ میں شیخ محمد البکری کو دیکھتا ہوں کہ خود پہنے کمربستہ ہیں اور آپ پر قبا سے قدرے کم قمیص ہے ۔ اور مجھے اشارہ فرما رہے ہیں کہ کھڑے ہو جاؤ ۔ سلامتی کے ساتھ جاؤ ۔ میں کھڑا ہو گیا ۔ واللہ مجھ پر کوئی شدت ہے نہ تھکاوٹ اور سفر کا اضمحلال ۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنی ہمت فرمائی کہ مصر

میرے قدموں کے تلے آگیا۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے جس کا میں نے مشاہدہ کیا ہے

اور آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک سال آپ نے بیت اللہ الحرام اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر انوار کی زیارت کا قصد فرمایا ۔ جب آداب زیارت پورے ہو گئے تو نبی پاک علیہ الصلوۃ و السلام کے مواجہہ اقدس کے عین سامنے واپسی کی اجازت کے لئے کھڑے ہو گئے کہ آپ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ انور اور حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چہرے چمکنے لگے ۔ حضرت استاذ محترم آقا علیہ السلام کے حضور ادب سے سر جھکائے خاموش کھڑے رہے ۔ جبکہ آپ کے خدام کہہ رہے تھے کہ سواریاں تیار ہیں اور چلنے کے لئے کہہ رہے ہیں ۔ استاذ صاحب ان کی جلد بازی پر حیرت زدہ تھے کہ آپ دربار محمدی علی صاحبہا الصلوات و التسیمات میں کشفا حاضر تھے ۔ استاذ محترم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رخ انور آہستہ آہستہ غائب ہونے لگا جس طرح کہ چاند بدلی کے نیچے چھپ جاتا ہے حتی کہ غائب ہو گیا پھر آپ کی متابعت میں حضرت ابوبکر اور یونہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے بھی غائب ہو گئے ۔ اور اس کرامت کو میں صاحب ترجمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہا ہوں ۔

نبی پاک اور صدیق اکبر کے وسیلہ سے دعا

ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ بیت المقدس اور مزارات انبیاء علیہم السلام کی زیارت کے لئے چلے تو آپ کو بعض ظالموں کی طرف سے تعصب اور ایذاء رسانی کے ارادے کی خبر پہنچی ۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ اپنی کرسی پر بیٹھے ہیں اور آپ ہاتھ میں حسنی تلوار برہنہ لئے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں پہلا شیشہ نہیں ہوں جسے کائنات میں توڑا گیا ہے اور آپ پر کیفیت طاری ہو گئی میں نے عرض کی کہ شکستگی انہیں پر ہے ۔ تو آپ نے مجھے فرمایا تمہارا منہ نہ بگڑے اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہے ۔ پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے دربار شریف میں داخل ہوئے تو آپ کے چہرے کا رنگ خون کی طرح سرخ ہو گیا ۔ اور مجھے فرمایا کہ سورۃ

طٰہ پڑھو چنانچہ میں نے ساری سورت حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے حضور پڑھی اور ہم نے ملائکہ کے اجسام کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ دعا مانگی جو اللہ تعالیٰ نے استاذ محترم رضی اللہ عنہ کی برکت سے میری زبان پر جاری فرمائی جس میں دشمنوں پر تباہی تھی۔ پھر استاذ محمد البکری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا کلیم اللہ! یارسول اللہ! میں سیدالرسل علیہم الصلوات والتسلیمات کے وزیر کا بیٹا ہوں۔ قیامت کے دن میں حضرت ابوبکر اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کروں گا کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پناہ طلب کی تھی آپ نے میری دستگیری نہ فرمائی۔ اور آپ فرعونوں کو زیادہ جانتے ہیں۔ آپ مجرب نسخہ مانگیں کوئی طبیب نہ مانگیں۔ باوجودیکہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور کلیم ہیں انہوں نے نکلنے پر مجبور کیا حتی کہ آپ نے دعا کی: اے ہمارے پروردگار ان کے اموال تباہ کر دے اور ان کے دلوں پر شدت فرما۔ جبکہ میں آپ کی خدمت میں اس کا شکوہ کرتا ہوں جس نے ایسے ایسے کام کئے۔ پس ملائکہ عظیم حرکت میں آ گئے۔ گروہ در گروہ آ رہے تھے۔ اور ہم واپس ہوئے اور ہم نے حضرت کلیم علیہ السلام کی زیارت میں طی ارض یعنی زمین کے سمٹنے کا مشاہدہ کیا۔ ابھی آٹھ دن گذرنے نہیں پائے تھے کہ ان میں سے بعض کے مرنے کی خبر پہنچ گئی اور لوگوں نے اسکی موت کے کئی طریقے ذکر کئے اور اسکے مطعون ہونے کی صورت ذکر کی۔ میں نے اسکی تحقیق نہیں کی کہ اسے ذکر کر سکوں۔ اور بعض پر امیر ناراض ہو گیا اور اسے معزول کر کے شدت کے ساتھ قید و بند میں ڈال دیا۔ پس اس نے حضرت استاذ محترم کی خدمت میں دو کاغذ ترکی زبان میں اپنے قلم سے لکھ کر بھیجے جس سے آپ کے قلب مقدس کو اپنی طرف مائل کرنا مراد تھا جن کا ہمارے ساتھی امیر حسن آفندی نے میرے لئے عربی میں ترجمہ فرمایا۔ اور ان کا معنی یہ تھا کہ میں اللہ تعالیٰ۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے جدامجد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے معاف فرما دیں۔ کیونکہ ہماری جو رسوائی ہوئی وہ آپ کے بارے میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے ہوئی۔ اور مجھے دربار خداوندی سے امید ہے کہ آپ

کی برکت سے ہم اس سختی سے خلاصی پالیں گے۔ اور اسکے عوض ہم آپ کے متعلق ایسا طرز عمل اپنائیں گے جس سے ہمارا پردہ رہ جائے۔ اور ہم آپ کی خدمت کو لازم کریں گے۔ اور متنبی کے اس شعر کی گواہی پیش کی

و للارض من زاد الکرام نصیب

سخیوں کے دستر خوان میں زمین کا بھی حق ہے۔ باوجودیکہ متنبی کا لفظ من کاس ہے من زاد نہیں۔ لیکن اس نے اپنے فہم و فضیلت کی وجہ معلوم کر لیا کہ حضرت استاذ ا لبکری رضی اللہ عنہ کو کاس کے لفظ سے خطاب نہ کیا جائے جو کہ عیاش لوگوں کی علامت ہے۔ پس اس نے اس لفظ سے زاد کی طرف رخ پھر لیا جس کے بارے میں اللہ تعالٰی نے فرمایا **وتزودوا فان خیر الزاد التقوی**۔ نیز اس میں اپنی طرف سے انکساری ہے جیسا کہ فقیرا کو زاد سفر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس سے ہمیں ابن المعتز رحمتہ اللہ علیہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

جب مجھے متنبی کے شعر سے اسکے گواہی لینے کا پتہ چلا اور ابو الطیب کے لفظ سے روگردانی کرنے کی وجہ معلوم ہوئی تو میں نے متاثر ہو کر اس کے لئے دعا مانگی۔ اور استاذ محترم رضی اللہ عنہ نے پہلی بات جو کی وہ یہ تھی۔

اجادت بوصل حین لینفع الوصل

یعنی اس نے وصل کی اس وقت سخاوت کی جبکہ وصل کا فائدہ کچھ نہیں۔ پس مجھے پتہ چل گیا کہ اس کا کام تمام ہوا۔ گرچہ استاذ صاحب نے اس کے بعد محفل کی تمنا سے موافقت فرماتے ہوئے اسکے لئے خلاصی کی دعا فرمائی میرے نزدیک وہ بے اثر تھی۔ کیونکہ میں بحمد اللہ تعالٰی استاذ محترم کے احوال کو لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ چنانچہ وہ شخص اور اسکے ساتھی قتل کر دیئے گئے۔ اور اللہ تعالٰی نے ان کی نسل ختم کر دی اور ان میں سے اس کے سوا کوئی باقی نہ رہا جسے استاذ صاحب کے بارے میں حسن عقیدت کا شرف حاصل تھا اور امیر موسیٰ العلاول کا خواب اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول درست نکلا کہ جس نے میرے بیٹے محمد کو ستایا اگر قریب ہے تو ہم اسے سلب کرلیں گے اور اگر اجنبی ہوا

تو ہم اسے قتل کر دیں گے۔

اور آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک شخص بدری نامی مصر میں ستار بجانے والوں کا سربراہ تھا۔ اور وہ اکثر شیخ احمد البکری رضی اللہ عنہ کو سنایا کرتا تھا۔ ایک دن انتہائی غمزدہ صورت میں آپ کی خدمت میں آیا شیخ بکری نے فرمایا کہ تیرے غمگین ہونے کی کیا وجہ ہے؟ کہنے لگا یاسیدی! میں آپ کو ستار بجا کر سناتا تھا وہ مجھ سے گم ہو گئی استاذ محترم نے کافی سارے دینار نکالے اور فرمایا اے بدری! ان میں سے جتنی ضرورت ہے لے لو اور ستار خرید لو۔ اس نے کہا یا سیدی! واللہ میں آپ کے پاس اس لئے نہیں آیا۔ خود میرے پاس بے شمار دینار موجود ہیں۔ حضرت شیخ احمد البکری نے فرمایا کہ میں تو یہی کچھ کر سکتا ہوں۔ بدری کہنے لگا کہ جو ستار گم ہوا ہے پوری دنیا میں اس کی مثل نہیں تو اسے حضرت استاذ محترم جن کا تعارف کرایا جا رہا ہے نے فرمایا کہ اس کا پتہ میں تجھے دیتا ہوں۔ وہ حسرت زدہ اٹھا اور استاذ محترم کے قدم چومنے لگا۔ اور کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے

استاذ محترم کے بھائی شیخ عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اس کا پتہ کیسے دیں گے؟ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ تو ہمارے استاذ صاحب ترجمہ نے فرمایا: اے بدری! قرافہ کے قبرستان میں چلے جاؤ اور جد امجد شیخ محمد البکری رضی اللہ عنہ کے مزار شریف میں داخل ہو کر دو رکعت نفل ادا کرو اور قرآن کریم کی دس آیات تلاوت کرو۔ اپنے ساتھ ستار لے جانا اور وہاں جد امجد کے دربا میں اسے عمل میں لانا۔ ازاں بعد عرض کرنا یا شیخ محمد! یا بکری! آپ کی اولاد کو جس ستار کے ساتھ سنایا کرتا تھا گم ہو گئی ہے اور مجھے آپ کی طرف کے بیٹے محمد بن زین العابدین نے بھیجا ہے مجھ پر فضل کریں اور میرا ستار مجھے لوٹا دیں۔ بدری کہتے ہیں وہاں گیا اور شیخ محمد البکری نے مجھے جو حکم دیا تھا سب کچھ کیا۔ جب میں نے وتر یعنی اسکی تار کو چھیڑا تو مجھے یوں خیال گذرا کہ مشائخ بکریہ کے تابوت خوشی سے ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اور میں نے عرض کی اے استاذ محمد بن زین العابدین! آپ کے بیٹے نے مجھے آپ کی خدمت میں اس کام کے متعلق بھیجا ہے۔ ازاں

بعد میں وہاں سے نکل آیا۔ جب میں لمبی قبر تک پہنچا تو میرے پیچھے ایک خوبرو دراز قد کا شامی آدمی آیا جس نے چھوٹا سا شامی صندوق اٹھا رکھا تھا۔ اس نے مجھے ہاتھ لگایا۔ میں اسکے پیچھے ایک کمرے میں پہنچا۔ اس نے گمشدہ ستار نکالا۔ اور کہا یہ لو اپنا ساز۔ میرے ہوش اڑ گئے۔ وہ شخص غائب ہو گیا اور مجھے نظر نہ آیا۔ اس نے وہ ساز پکڑا اور خوشی سے اسے بجاتا ہوا دروازے سے داخل ہوا۔ اور تینوں مشائخ کی عمارت میں داخل ہوا اور کہنے لگا کہ میں تو شیخ محمد البکری کے سلام سے ابتداء کروں گا۔ کیونکہ آپ نے مجھے میری حسرت کی چیز واپس کی ہے۔ اور اس کرامت میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور شاید کہ استاذ صاحب ترجمہ نے جدامجد کے اس قول سے دلیل لی ہو۔ ہمارے صحن کی طرف جو کہ عرفان کا قبلہ ہے اور چند لمحے ہمارے آستانے پر رخساروں کو خاک آلود کر۔ اور زمانے کی جس گردش کا تجھے کھٹکا اور ڈر ہے اس کے لئے ہمیں پکار۔ ہماری امید کرنے والا محروم نہیں لوٹایا جاتا

اور میں نے آپ کے صاحبزادے شیخ زین العلبدین کی ایک کرامت دیکھی (اللہ تعالیٰ انہیں حاسدوں کی آنکھوں سے محفوظ رکھے) اور وہ یہی کہ ہم ان کے والد محترم استاذ محمد البکری کے محفل میں بیٹھے تھے کہ استاذ صاحب اٹھے اور اپنے گھر چلے گئے۔ میں نے بھی واپس ہونا چاہا تو مجھے استاذ صاحب کے صاحبزادے نے روک لیا اور فرمایا کہ آج کی رات ہمارے ساتھ باتیں کرو۔ اور آپ باب قیطون سے اس چبوترے کی طرف اترے جو کہ ازبکی حوض کے اوپر ہے میں نے آپ کے لئے اس پر مصلا بچھا دیا۔ اور میرے پاس ایک اور مصلا تھا جسے میں نے زمین پر بچھایا اور اس پر بیٹھ گیا۔ اچانک ایک سائل آیا جس نے استاذ صاحب کے صاحبزادے سے کچھ مانگا۔ (اللہ تعالیٰ دونوں کی مدت عمر میں وسعت فرمائے) آپ نے اپنا ہاتھ اندر کی جیب میں ڈالا لیکن سائل کو عطا کرنے کے لئے کچھ نہ پایا۔ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور مجھے فرمایا اے ابراہیم! اپنا مصلا اٹھاؤ اور اس کے نیچے جو کچھ ہے فقیر کو دے دو۔ میں نے مصلا اٹھایا تو اس کے نیچے میں نے بالکل نیا نصف دینار پایا گویا ابھی ڈھلا گیا ہے جو کہ چوتھائی دینار سے زیادہ وسیع تھا۔ چنانچہ میں نے وہ فقیر کو تھما دیا

۔ اور مجھے ثابت ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خزانہ غیب سے ہے ۔ اس امر کا میں نے اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور صاحب ترجمہ استاذ محترم کی ایک کرامت یہ ہے کہ ۱۰۷۱ھ میں جب آپ نے بیت اللہ الحرام کا قصد فرمایا تو بارشوں کی قلت کی وجہ سے خشک سالی کا دور تھا اور حجاز مقدس میں مہنگائی بہت تھی ۔ اور وہاں ٹڈی دل بھی اتر آیا جس سے وہاں کے رہنے والوں کا بہت نقصان ہوا ۔ انہوں نے اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے دعا مانگنے پر اتفاق کیا ۔ اور مکہ معظمہ میں اعلان کر دیا ۔ چنانچہ سلطان حجاز مولانا زید بن محسن (اللہ تعالیٰ ان کی امارت کی بنیادیں مضبوط فرمائے) آئے اور کعبہ معظمہ کے سامنے بیٹھ گئے ۔ اور آپ کے سامنے سادات بنی حسن ۔ عرب کے علماء مشائخ ۔ حجاج کے امیروں اور اطراف اکناف عالم کے مسلمانوں کا زبردست ہجوم تھا ۔ کعبتہ اللہ کا دروازہ کھلا تھا ۔ اور بنی شیبہ کے مشائخ دروازے کے پاس کھڑے تھے ۔ لوگ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ۔ پھر قرآن کریم کی تلاوت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر درود و سلام عرض کرنے کے بعد اب صرف دعا باقی رہ گئی حرم کے مشائخ اور علماء کی گردنیں اس مرتبہ عالی کی طرف آگے آنے کے لئے اٹھ رہی تھیں اس پر ہجوم محفل میں ایک اضطراب برپا تھا اور سلطان زید سر جھکائے بیٹھے تھے ۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو صاحب ترجمہ استاذ محترم کو سامنے سے وقار اور حسن کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا ۔ سلطان فورا یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ یہ پرانے حقدار ہیں اور انہیں آگے ہونے کا حق ہے ۔ پس سب لوگ کھڑے ہو گئے اور بنو الحسن کے سردار زید بن محسن نے کہا یا شیخ محمد ! یا بکری ! آپ ہی کا حق ہے پس آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں ۔ پس آپ آگے بڑھے ۔ کعبہ شریف کی طرف منہ کیا ۔ آنکھیں بند کیں پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ۔ اور شہ ہر دو سرا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر درود شریف ایسی زبان سے شروع کیا جو کہ بحر ربانی اور فیض صمدانی سے معمور تھی اور ایسی دعاؤں میں مستغرق ہوئے جنہیں اللہ تعالیٰ کے خزانہ غیب سے شکار کیا تھا جبکہ لوگ بلند آواز سے آمین کہہ رہے تھے ۔ پس آسمان چمکنے اور گرجنے لگا ۔ بادل گھر کر آ گئے اور موسلا دھار

بارش شروع ہو گئی ۔ حتی کہ سب لوگ بھیگ گئے ۔ انہوں نے میزاب رحمت سے اپنی مشکیں بھرلیں ۔ اور ان میں سے استاذ البکری کے ساقی کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس نے چودہ مشکیں بھریں ۔ اور مکہ مشرفہ میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ یہ استاذ محمد البکری کی برکت ہے ۔ اور یہ ایسی کرامت ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا

اور آپ کی کرامات میں سے اہل اسلام کی کفار کے ساتھ جنگ کے میدانوں میں ان کے دور داز علاقوں میں آپ کا حاضر ہونا ہے حالانکہ آپ مصر کی میونسپلٹی کی حدود کے اندر تشریف فرما ہوتے ۔ عین جنگ کے دوران اکثر آپ کو مشرکین کے ہجوم میں دیکھا گیا ۔ اور دیار مصریہ میں واپس آ کر انہوں نے اسکی خبردی اور ان سے ہم نے اکثر ایسا ہی سنا ۔ اور سیدی عبدالوہاب الشعرانی نے المنن الوسطی میں ذکر فرمایا کہ ایسی کرامت کا ظہور ولی سے ہوتا رہتا ہے ۔ کئی دفعہ اسے خود بھی اس کا پتہ نہیں ہوتا

اور آپ کی کرامات میں سے وہ گفتگو بھی ہے جس میں آپ دورہ و جودیہ والوں سے منفرد ہیں اور وہ زبان جس سے آپ کے معاصر علماء آپ کے مقام سے کمتر ہونے کی وجہ سے مانوس نہیں ہیں ان کے علاوہ کسی کی بات ہی کیا ہے ۔ اور آپ کی وصیتوں میں سے ایک وصیت وہ ہے جو کہ آپ نے ۱۰۶۱ھ میں ایک مکتوب میں مجھے فرمائی اپنے پروردگار کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھو ۔ جس نے نشان کی پیروی کی اسے خبر ملی اسے ہی مل بیٹھنا اور شامل ہونا نصیب ہوا ۔ اور گھر والے سے واصل اور متصل ہوا ۔ جدا نہیں ہوا ۔ کیونکہ عارف کا وجود تینوں جہانوں (دنیا ۔ برزخ ۔ آخرت) کے وجود میں کسی زمان اور مکان سے مقید نہیں ہوتا ۔ نہ ہی محو ۔ ثبوت اور امکان کے ساتھ موصوف ۔ بندہ صالح ایک متلاطم سمندر ۔ چمکتی بجلی ۔ نغمہ سرا پرندہ ۔ بساط قرب اور حجابات قدرت کی طرف اسرار کے ساتھ محو پرواز غریب الوطن ۔ کثیر غموں والا ۔ جس کا گھر دور اور مزار قریب ۔ اس کا کوئی مقام نہ اعتبار جس کے حال کو ثبوت و قرار نہیں اجنبی مشہور اور وہ ہر حقیقت کے ساتھ اور ہر طریقت میں موصوف ہے یہ اس کا بعض حال ہے ۔ اور ہر معلوم حقیقت کسی بھی نہیں جا سکتی ۔

سے مزید محبت اور دوستی کے ساتھ مخصوص ہے **ولسوف یرضیٰ** میں ایسا مبہم راز اور راز **مطلسم** کا خزانہ ہے کہ عبارت اس کا احاطہ نہیں کر سکتی اور یہ کیونکر ممکن حالانکہ عیون اعیان کی مخفی بشارتیں اشاروں اشاروں میں چمک اٹھی ہیں ۔ دلیل ظاہر اور راستہ واضح ہے ۔ اہل طغیان کا طوفان گر گیا اور اہل عرفان کا سفینہ جودی پر ٹھہر گیا ۔ اور نجات و فلاح کے موذن نے ارواح کے منبروں پر حی علی ا لفلاح کی اذان دے دی ۔ اور پیکر جمال نے عزت و رہنمائی کا لباس پہن لیا ۔ اور اقطاب کی موجودگی میں احباب کے سامنے اس کانقاب الٹ دیا گیا ۔ باطل گونگا اور حق محو گفتگو ہوا ۔ اور سچائی کی حسین صورت انبساط کے بستر پر ناز وادا کے ساتھ اپنے حمایتیوں اور خدام کے درمیان اپنے قدموں پر چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی ۔ حتیٰ کہ مرتبہ امارت پر فائز ہو گئی کوئی روکنے والا نہ دھکیلنے والا ۔ کوئی شک نہ خوف اور اس پر مقصود کے بارے میں عہد و پیمان لئے گئے اور اسکی سخاوت کا فیض موجودات کو عام ہوا ۔ اب وہ حق کے ساتھ حق سے گفتگو کرنے والی عرفان کی گردشوں کی ملکیت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہی ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو چاہا ۔ ہوا ۔ تو اس کے دربار کی طرف آگے بڑھ تو روحانی فیض اور غنیمت حاصل کرے گا ۔ اسے مان لے سلامتی سے رہے گا ۔ واللہ اعلم **انتھی**

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانے پر علم و حلم اور جمال و کمال کے اعتبار سے وہ احسانات فرمائے ہیں کہ ان میں ان کا کوئی شریک نہیں ۔ چنانچہ حضرت استاذ محمد البکری اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی جاہل نہیں ۔ یہ اسی طرح رہیں گے حتیٰ کہ ان میں سے خلیفہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ایک سجادے پر بیٹھے گا ۔ پس پہلا خلیفہ دوسرے خلیفہ کے ساتھ بیٹھتا ہے ۔ اور ان کے علوم کا مادہ کسبی نہیں فیض وہبی سے ہے ۔ اس لئے کہ اگر کسب سے ہوتا تو کسب کے معطل ہونے سے یہ بھی معطل ہو جاتا ۔ بلکہ ان میں سے ایک اپنے سماع سے محفوظ ہوتا ہے ۔ اپنے اہل خانہ میں مصروف ہوتا ہے ۔ اپنی چارپائی پر سوتا ہے اور صبح ہوتی ہے تو اسکی زبان پر اولین و آخرین کے علوم جاری ہوتے ہیں ہیں ۔ چنانچہ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے اسکی طرف منن میں اشارہ فرمایا ہے ۔ پھر ان کے متعلق یہ فرمایا

مرتبہ صدیقیت

صدیقیت درجات ولایت میں سے ہے۔ اور یہ مخصوص قوم کے لئے مخصوص گنتی کے ساتھ مخصوص مقام ہے لیکن یہ گنتی درجات میں ہے اشخاص کے ساتھ نہیں۔ کیونکہ کئی دفعہ ایک مرتبہ میں دو شخص یا چار یا اس سے بھی زاید ہوتے ہیں جبکہ کئی دفعہ ایک مرتبہ میں ایک ہی ہوتا ہے جیسے قطب اور کئی دفعہ دو آدمی بمنزلہ ایک آدمی کے ہوتے ہیں اور کبھی اس کے برعکس۔ اور ظاہر میں ولایت کا طلب کے بغیر کوئی راستہ نہیں۔ وہ تو ایک اچک ہے جو کہ بندے کو قابو کرلیتی ہے کسی حالت میں بھی ہو۔ پس اس کے عین کو بدل کر پلک جھپکنے سے پہلے خالص ولی بنا دیتی ہے اور اس میں بندے کا اپنا قصد نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ ہبہ ہے کسب نہیں۔ اور آپ نے اپنے طبقات میں ابو سلیمان دارانی کے مناقب میں نقل فرمایا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی عارف پر اس کے بستر پر وہ فتوحات نازل فرماتا ہے جو کہ اس کے غیر کے لئے نماز میں کھڑے ہونے کی صورت میں نازل نہیں فرماتا پھر فن میں فرمایا: اے میرے بھائی! تجھے معلوم ہو کہ وہ صدیقیت جسے تو اعمال کے ساتھ طلب کرتا ہے وہ تو ہماری اصطلاح میں منہیات کو ترک کرنے کا نام ہے۔ تو جس نے ممنوعات کو ترک کرنا پختہ کر لیا اور اس کا نفس موت۔ مرغوبات سے منقطع ہونے۔ مصروفیات زمانہ اور اپنی منفعت کوشی اور طبیعت کی سختی سے نکلنے اور خواہشات کو ترک کرنے میں پختہ ہونے کی طرف جھک گیا تھوڑی ہوں یا زیادہ تو اس نے اللہ تعالٰی کے ساتھ اپنے جیسوں کے لئے ممکن حد تک استقامت کی سعادت حاصل کر لی۔ اور یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی بشر کو حاصل نہیں۔ اور جسے بھی یہ مقام حاصل ہوا وہ اس میں سے اسے بطور وراثت ملا۔ اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقام تسلیم سے اپنا حظ وافر ملا۔ اور حدیث پاک میں آپ پر خلت کا اسم بولا گیا چنانچہ فرمایا ان اللّٰہ یتجلی للا خلاء الثلاثۃ محمد و ابراہیم وابی بکر یعنی اللہ تعالٰی تین خلیلوں حضرت محمد و ابراہیم علیہما السلام اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پر تجلی فرمائے گا۔ یعنی خاص تجلی۔ اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول نے ثابت فرمایا انما مثلک یاابابکر کمثل ابراہیم یعنی اے ابوبکر تیری مثال تو

حضرت ابراہیم کی طرح ہے۔ یہ اس خلت کے ثبوت کی طرف اشارہ ہے جو کہ نفس۔ مال اور اولاد کو اللہ رب العالمین کے حضور سونپ دینے کا نام ہے چنانچہ آپ اپنی جان۔ مال اور اولاد کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے زیادہ نچھاور کرنے والے تھے۔ انتھی

اور امام شعرانی نے اپنے طبقات میں ابن عطاء رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہوئے کہا کہ ابن عطاء فرماتے ہیں کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مخلوق کے کاموں کی تدبیر نسیم نبوت کی قوت سے بہرہ ور ہو کر تلوار سے کرتے تھے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حضرت عمر آگے بڑھے اور حدود الہیہ کو کوڑے کے ساتھ قائم کیا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کے امور کی تدبیر کوڑے کے ساتھ نہ کر سکے چنانچہ آپ نے کوڑا ایک طرف کر دیا آپ کے امر کو وہ استقامت نہ ملی جو کہ آپ کے دونوں ساتھیوں کو حاصل ہوئی۔ تو جب آپ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مخلوق کے کاموں کی تدبیر تلوار کے سوا کسی چیز کے ساتھ نہ کر پائے کیونکہ آپ نے اسی کو درست جانا۔

اور انہیں سے دوسری حکایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نسیم رسالت کی۔ حضرت عمر نسیم نبوت کی حضرت عثمان نسیم اصطفاء کی اور حضرت علی نسیم محبت کی مہک لیتے تھے۔ چنانچہ ان کے اشارات کا بیان وہی مخصوص کرامت تھی جو ان کی اپنی اپنی پسند تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پسندیدہ ذکر **لاالٰہ الا اللّٰہ**۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پسندیدہ ذکر **اللّٰہ اکبر**۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا پسندیدہ ذکر **سبحان اللّٰہ** جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پسندیدہ ذکر **الحمد للّٰہ** تھا۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دارین میں غیر اللہ کا مشاہدہ نہیں کرتے تھے اس لئے **لاالٰہ الا اللّٰہ** کہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو اسکی عظمت کے سامنے چھوٹا دیکھتے تھے اس لئے آپ اللہ اکبر کہتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے سوا کو منزہ نہیں دیکھتے تھے کیونکہ سب اسی کے ساتھ قائم اور نقصان کے معترف اور جو قائم بالغیر ہو وہ ناقص۔ اس لئے **سبحان اللّٰہ** کہتے تھے۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھانے اور روکنے۔ پسندیدہ اور غیر پسندیدہ میں اللہ تعالیٰ کی

نعمت دیکھتے تھے اس لئے الحمدللہ کہتے تھے۔ انتہی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ذلیل ہوا جس نے اپنا کام کسی عورت کے سپرد کر دیا۔ احنف کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر کی کلام سنی حتی کہ آپ چلے گئے۔ حضرت عمر کی کلام سنی حتی کہ آپ چلے گئے۔ حضرت عثمان کی کلام سنی حتی کہ آپ چلے گئے اور حضرت علی کی کلام سنی حتی کہ آپ چلے گئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے ان میں سے کسی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ بلیغ نہ پایا اور وارد ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کافر سے فرمایا جس نے غار کو جاتے ہوئے آپ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھا کہ یہ ایسا شخص ہے جو مجھے راستہ بتاتا ہے۔ اور ابن جوزی سے حکایت کی گئی کہ آپ منبر پر تھے کہ آپ سے سوال کیا گیا جبکہ نیچے خلیفہ وقت کے خدام اور خواص بیٹھے تھے اور وہ دو فریق تھے سنی اور شیعہ تو آپ سے کہا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ وآلہ وسلم کے بعد افضل الخلق کون ہے؟ ابوبکر یا علی؟۔ فرمایا کہ حضور علیہ السلام کے بعد دونوں میں سے افضل وہ جس کی صاحبزادی اس کے نکاح میں ہے۔ دونوں فریق خوش ہو گئے اور آپ نے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مراد لئے تھے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں جو کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں جبکہ شیعہ سمجھے کہ ابنتہ کی ضمیر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے اور وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں

اور کتاب الحقائق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مجھے روایت کی گئی کہ جس رات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا میں خواب میں دیکھتا ہوں گویا قیامت قائم ہے اور لوگ کھڑے ہیں۔ گویا میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھامے تیز تیز چل رہے ہیں۔ میں نے عرض کی: حضور! کدھر کا ارادہ ہے؟ فرمایا حساب سے پہلے ابوبکر کے متعلق شفاعت کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے عرض کی میں بھی حضور کے ساتھ آ جاؤں؟ تو فرمایا: مجھ سے علیحدہ رہو میں آپ کی ہیبت سے کانپ گیا اور بیدار ہو گیا اور میں نے دل میں کہا کہ جب ابوبکر جیسی شخصیات

یوں ہیں تو دوسرے حکام کا حال کیا ہوگا؟

شیخین کے دشمنوں پر ملائکہ کی لعنت

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی کہ عرش رحمٰن کے تین سو ساٹھ پائے ہیں ۔ ہر پایہ دنیا کے ساٹھ ہزار گنا کی طرح ہے ہر دو پایوں کے درمیان ساٹھ ہزار چٹانیں ہیں ۔ ہر چٹان دنیا کے ساٹھ ہزار گنا کے برابر ہے ہر چٹان میں ساٹھ ہزار جہان ہے ۔ ہر جہان جنوں انسانوں کے ساٹھ ہزار گنا کے برابر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے استغفار کرنے کا حکم دل میں ڈال رکھا ہے جو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے ہیں ۔ اور ان سے بغض رکھنے والے کو قیامت تک لعنت بھیجتے ہیں ۔ ابلیس ملعون پر اسکی سات لاکھ سال کی عبادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک بار لعنت فرمائی جس سے اسکی ساری عبادت ضائع ہو گئی تو جنہیں یہ ملائکہ جن کی کثرت ہم نے ابھی بیان کی ہے لعنت بھیجتے ہیں تو اس کے ہوتے ہوئے اور صدیق وفاروق کے بغض کے ہوتے یہ ہوئے ان کی عبادت کیسے باقی رہے گی ۔ ؟

اور چیزیں اپنی ضدوں سے امتیاز پاتی ہیں تو جن کے لئے یہ ملائکہ استغفار کرتے اور ان کے لئے جنت کی دعا کرتے ہیں تو ملائکہ ابرار کی طرف سے استغفار کے مقابلے میں ان کے گناہ اور بوجھ کیونکر باقی رہ سکتے ہیں ۔ اور اس سب سے زیادہ عجیب وہ روایت ہے جسے صاحب تاریخ الخمیسی نے نقل فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کی : یااللہ ! قیامت کے دن ابوبکر کو درجے میں میرے ساتھ کردے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے آپ کی دعا قبول کرلی ہے ۔ اسی طرح منتقی میں اسے حافظ حسین بن بشر نے اور ملا نے اپنی سیرت میں میمون بن مہران سے انہوں نے ضبتہ بن محصن سے روایت کیا۔

اور اسی کتاب العقائق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت منقول ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ غار میں تھے ۔ آپ کو شدید پیاس

گئی جس کا شکوہ آپ نے حضور علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات والتسلیمات سے کیا تو سرکار علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ غار کے اوپر کی طرف جاؤ اور پانی پی لو۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ میں غار کے اوپر کی طرف گیا اور میں نے شہد سے زیادہ میٹھا دودھ سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ مہکتا پانی پیا۔ پھر میں حضور علیہ السلام کی طرف لوٹا تو فرمایا: پانی پی لیا؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا: اے ابوبکر! کیا تمہیں خوشخبری نہ سناؤں؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے جنتی نہروں کے منتظم فرشتے کو حکم دیا کہ جنت الفردوس کی ایک نہر غار کے اوپر کی سمت میں جاری کردے تاکہ ابوبکر پانی پی لے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا یہ مقام ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا ہاں اور اس سے بھی افضل۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا تیرے ساتھ بغض رکھنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا اگرچہ اسکے پاس ستر انبیاء کے عمل ہوں۔ اسے ملا نے اپنی سیرت میں اور اسی طرح الریاض النضرہ میں روایت فرمایا۔

اور کتاب العقائق سے مروی کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو اس سفید موتی سے بنایا جو کہ دنیا کے ۱۴۰ گنا کے برابر ہے اور اسے ایک ریڑھی پر رکھا جس میں تین سو ساٹھ دستیاں لگائیں۔ اور ہر دستی میں سرخ یا قوت کی زنجیر ہے۔ اور ساٹھ ہزار ملائکہ مقربین کو حکم فرمایا کہ اسے اپنی پوری قوت کے ساتھ جو کہ اللہ تعالیٰ نے خاص انہیں عطا فرمائی ہے ان زنجیروں کے ذریعے کھینچیں جبکہ سورج اس ریڑھی پر ایک کشتی کی طرح ہے۔ اور وہ اس سبز گنبد میں گھوم رہا ہے۔ اہل زمین پر اپنے جمال کی روشنی ڈالتا ہے۔ اور ہر روز خط استواء پر کعبہ شریف کے اوپر کھڑا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ زمین کا مرکز ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب کے فرشتو! جب میں کعبہ کے سامنے جو کہ ایماں والوں کا قبلہ ہے پہنچتا ہوں تو مجھے اس کے اوپر سے گذرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے اور فرشتے اسے اپنی پوری قوت سے کھینچتے ہیں کہ کعبہ کو عبور کرے لیکن وہ نہیں مانتا۔ اور فرشتے اس سے عاجز آجاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف الہام فرماتا ہے تو وہ ندا دیتے ہیں: اے سورج! تجھے اس شخص کی عزت کا واسطہ جس کا نام تیرے رخ

روشن پر نقش ہے اپنی سابقہ سیر کی طرف لوٹ۔ جب وہ یہ سنتا ہے تو مالک کی قدرت کے ساتھ حرکت میں آ جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کون شخص ہے جس کا نام اس پر نقش ہے؟۔ فرمایا وہ ابوبکر صدیق ہے۔

اے عائشہ! جہان کو پیدا کرنے سے پیشتر اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں تھا کہ وہ ہوا کو پیدا فرمائے گا۔ ہوا پر یہ آسمان بنائے گا۔ اور پانی کا سمندر بنائے گا اور اس پر جیسے چاہے گا عجلہ یعنی ریڑھی کی طرح کی مخلوق بنائے گا اس عجلہ کو دنیا کو روشن کرنے والے سورج کی سواری بنائے گا اور سورج جب خط استوا کے اوپر پہنچے گا تو فرشتوں پر سرکشی کرے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک نبی کو تمام نبیوں سے افضل پیدا فرمائے گا اور وہ نبی۔ اے عائشہ! تیرا شوہر ہے۔ دشمنوں کی خواہشات کے بالکل خلاف۔ اور سورج کے چہرے پر اس کے وزیر ابوبکر صدیق مصطفیٰ کا نام نقش فرمادیا۔ تو جب فرشتے اسے اسکی قسم دیتے ہیں تو وہ ڈھل کر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چلنا شروع کر دیتا ہے۔ اور اسی طرح جب میرا گنہگار امتی جہنم کی آگ پر سے گذرے گا۔ اور جہنم کی آگ اس پر ہجوم کرنے کا ارادہ کرے گی تو اس کے دل میں اللہ کی محبت اور اسکی زبان پر اس کے نام کے نقش کی حرمت کی وجہ سے آگ پیچھے کو دوڑے گی اور کسی اور کو ڈھونڈے گی۔ **انتهی بلفظه**۔

اور اسی کتاب سے ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سنت کیا ہے؟ تو فرمایا: شیخین کی محبت سرکار علیہ السلام کے دونوں داماد (حضرت عثمان۔ حضرت علی رضی اللہ عنہما) کی عقیدت۔ جمعہ اور عیدین کی حاضرین اور موزوں پر مسح کرنا۔ **انتھی** اور اسی سے ہے کہ خبر میں وارد ہے کہ ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ہر شخص اپنے حال کی زبان کے ساتھ بات کر رہا تھا تو اپنی بات کے سچے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر دنیا ساری کی ساری میرے پاس ہوتی تو میں فقراء کو دے دیتا حتی کہ وہ امیر لوگوں کے محتاج نہ ہوتے

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر دنیا ساری کی ساری میرے پاس ہوتی تو میں اسے امیر لوگوں کی طرف لوٹا دیتا حتیٰ کہ فقراء کے دل اس میں مشغول نہ ہوتے۔

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر دنیا ساری کی ساری میرے پاس ہوتی تو ایک شخص کو ہی دے دیتا تاکہ صرف ایک ہی کا حساب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ کریم ہے کہ ایک کا حساب کرے اور اسے مخلوق کے درمیان رسوا فرمائے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر دنیا ساری کی ساری میرے پاس ہوتی تو میں اسے کافر کے منہ میں ڈال دیتا تاکہ اس کو پتہ چلے کہ اس کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں نیز دنیا اس کے سوا کسی کے لائق نہیں۔

اور اسی سے منقول ہے کہ خبر میں وارد ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: یارسول اللہ! آپ کس چیز کے ساتھ بھیجے گئے ہیں؟ فرمایا: عقل کے ساتھ۔ پوچھا آپ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟ فرمایا: عقل کا۔ عرض کی: عقل کیا ہے؟ فرمایا اسکی حد نہیں ہے۔ لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کے حلال کو حلال جانا اور اس کے حرام کو حرام جانا وہ عقل مند ہے۔ اس کے بعد اگر مجاہدہ کرے تو عابد کہلائے گا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: دین کا راستہ کیا ہے؟ فرمایا جس نے عقل کو امیر۔ خواہش کو اسیر کیا۔ عرض کی قیامت کے دن کس چیز کی وجہ سے نجات ہوگی؟ فرمایا: دنیا میں عقل کے مطابق کام کرتے کرتے تھک جانے سے۔ عقل ایک گہرا سمندر ہے جس کے کنارے کی حد نہیں۔ اور عقل کے سمندر میں ایسے جواہرات ہیں جن کی قیمت نہیں۔ عقل تجھے جو حکم دے اسے اختیار کر۔ اور جس سے روک دے اس سے رک جا۔ جب تو نے ایسا کیا تو تو درجہ اجتہاد تک پہنچ گیا۔ پھر تو دنیا میں بے رغبت ہوگا اور یہ دار فنا ہے۔ اور جب تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو تو کریم ہے

اے ابوبکر! جسے عقل نہیں اسکی لوگوں کے ہاں کوئی عزت نہیں۔ اور جس کا دین نہیں اس کے لئے کوئی شرف نہیں۔ جس کا تقویٰ نہیں اسکی کوئی قیمت نہیں۔ جسے پرہیزگاری حاصل نہیں اسکی کوئی عزت نہیں

اور اسی کتاب سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے تھے اور جبریل علیہ السلام آپ سے گفتگو کر رہے تھے۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے تو جبریل نے کہا

کہ یہ ابوبکر ہیں اسے آسمان والے زمین والوں کی نسبت زیادہ جانتے ہیں ۔ پھر کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ان سے محبت فرماتے ہیں؟ فرمایا ہاں ۔ کہا یہ آپ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں ۔ بارہ سال سے ان کی داڑھ میں درد ہے لیکن آپ سے صرف اس لئے نہیں کہا کہ اس کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہو گی ۔ اور یہ ان کی عظیم محبت پر دلیل ہے انہیں میری طرف سے سلام کہیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے ابوبکر! جسے تو نے مجھ سے چھپایا وہ صورت حال ظاہر ہو گئی تجھے خوش خبری ہو جبریل تم پر سلام کہہ رہا ہے اور مزاج پرسی کر رہا ہے ۔ تو نے اپنے درد دنداں کی بات مجھ سے کیوں نہ کہی؟ عرض کی: مجھے علم ہے کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ والسلام سے افضل ہیں ۔ اور جادوگروں نے جب عصا دیکھا تو ایمان لے آئے ۔ اور میں نے قضا دیکھی تو صبر کیا ۔ انتہی

سیدہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھایا

اور جب فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جنازہ تیار ہو گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اے ابوبکر! آگے بڑھیں اور سیدہ کی نماز جنازہ پڑھائیں ۔ فرمایا: آپ کی موجودگی میں؟ فرمایا: ہاں ان کی نماز جنازہ آپ کے سوا کوئی نہیں پڑھائے گا ۔ پس حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا جنازہ حضرت ابوبکر صدیق نے امام بن کر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقتدی بن کر پڑھا ۔ میں نے اسے تاریخ خمیسی سے بالمعنی نقل کیا

آیت ثانی اثنین کے چار نکات

اور کتاب العقائد میں یوں فرمایا کہ الا تنصروہ فقد نصرہ اللّٰہ اذا خرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار " یہ آیت چار چیزوں پر مشتمل ہے ۔ ۱ ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غیر کو عتاب ہے ۔ ۲ ۔ رسول کریم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد کرنے کا وعدہ ہے ۔ ۳ ۔ کفار کی شکایت ہے ۔ ۴ ۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف ہے ۔ چنانچہ الا تنصروہ عتاب ۔ فقد نصرہ اللّٰہ وعدہ ۔ اذا خرجہ الذین کفروا شکوہ اور ثانی اثنین اذ ھما

فی الغار تعریف ہے۔

باپ کا حق

اور اسی کتاب سے منقول کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابوبکر! اپنے باپ کی زیارت کر آؤ۔ عرض کی: یا رسول اللہ! وہ بوڑھا اندھا ہے اور غیر مسلم ہے۔ میں اس کے پاس جانا پسند نہیں کرتا۔ فرمایا: اس کے پاس جاؤ۔ عرض کی: طواف کعبہ کر لوں پھر جاتا ہوں۔ فرمایا: اسکے پاس جاؤ۔ تیرے باپ کا حق کعبہ کے حق سے زیادہ عظیم ہے گرچہ کافر ہے

تنبیہہ جب تو اللہ تعالیٰ کے قول **والذین آمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان** یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی۔ اور اپنی دعا میں حضور علیہ السلام کے اس قول کو ساتھ ملا کر کہ یا اللہ! ابوبکر کو قیامت کے دن درجے میں میرے ساتھ کر دے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا ہے اسے منتقی میں حافظ حسین بن بشر نے۔ اور ملا نے اپنی سیرت میں اسی طرح روایت کیا ہے" غور کرے تو تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے خلفاء کے اپنی بڑائی بیان کرنے کو عجیب و غریب نہ سمجھے جیسا کہ ابو المکارم سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ کا قول ہے درجات عزت نے قسم کھائی ہے کہ وہ ہمارے سوا دیکھے نہ جائیں اور اس پر ہمارے پاس عہد و پیمان آئے ہیں۔ محور ہمارا فخر پہلوں کی وجہ سے نہیں۔ وہ تو ہمارے اور ان کی وجہ سے ہے زبانیں ہم پر گردش کر رہی ہیں یعنی تمام عالم کی زبانوں پر ہمارا تذکرہ ہے۔

اور جیسا کہ آپ نے فرمایا: کہ ناٰویں فلک سے تحت الثری تک کوئی ایسا مقام باقی نہیں جہاں ہمارا لشکر جلوہ گر نہ ہو۔ اور اگر کوئی قوم اپنے معبود کے قرب کی تمنا کرے اور ہمارے آستانہ کی خدمت نہ کرے تو قرب نہیں پا سکتی۔

نیز جیسا کہ آپ نے فرمایا: اگر حقد مین کا فخر صحیفے ہیں تو ہم کتاب کی پہلی آیات ہیں۔ جو شخص ہماری خوشنودی چاہتا ہے وہ اپنے آپ کو عزت والا سمجھے کیونکہ جب تک پرندے

درختوں پر نغمہ سرا ہیں۔ عزت ہمارے لئے ہی ہے۔

اور جیسا کہ آپ نے فرمایا: پہلے اور بعد میں زمانہ اس سے بانجھ ہو گیا ہے کہ آفاق میرے جیسے کا احاطہ کریں یعنی میرے جیسا کوئی پائیں نیز جیسا کہ آپ نے فرمایا: کہ سربلند ائمہ میرے قدم چومتے ہیں اور میرے دروازے میں خدام کی طرح حاضر ہیں۔ اور میرا ہاتھ تو چومنے والے سے درجوں اونچا ہے گرچہ بادلوں کا سا فیض لائے اور جیسا کہ فرمایا: ان کے مرید کے لئے مراد سے فائق مراد ہے اور میں ضامن ہوں اور جو کہتا ہوں حقیقت پر مبنی ہے پس ان کی عطاء کثیر اور وسیع ہے اور اس کے سوا پائی جائے تو بہت کم اور محدود۔

اور جیسا کہ ہمارے استاذ سیدی محمد زین العلبدین البکری (اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں وسعت فرمائے) کا قول ہے کہ جو شخص ہماری طرف محبت اور دوستی کے ساتھ منسوب ہے وہ اس سے پاک ہے کہ برائی دیکھے اور اس کا نگہبان ولی ہے۔ اور ہماری خلافت کے دلائل ترتیل سے پڑھے گئے ذکر کی نص قطعی سے حق و صداقت کے ساتھ آئے ہیں۔

اور جیسا کہ آپ نے فرمایا: تو ہمارے احوال سے بچے یا ملے یہ شدید عذاب والے کی طرف سے شدت کے تیر ہیں۔ ہمارے حال سے حال میں ایسے تیر ہیں جو کہ دشمنوں کو تیز بھالے کے ساتھ ہلاک کر دیتے ہیں۔

اور جیسا کہ آپ کے بھائی استاذ عبدالرحمٰن البکری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر میدان میں ان سے گھوڑ سوار ڈرتے ہیں اور ان سے بڑے بڑے بہادر بھی لرزہ براندام ہیں۔ تمام شیر اور عرب و عجم کے سارے بہادر ان کے دبدبے کو تسلیم کرتے ہیں۔

اور اس جیسے بے شمار اقوال ہیں جن کا کثرت کی وجہ سے شمار نہیں ہو سکتا۔ اور جسے ان کے دیوانوں پر اطلاع ہے وہ عجیب و غریب اقوال دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر ان کی برکات لوٹائے۔ اور ہمیں ان کی محبت عطا فرمائے۔

اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ یہ حضرات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں جیسا کہ قرآن مجید نے بیان فرمایا جبکہ حضرت صدیق دونوں جہانوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ اس پر غور کر۔ اسے خالص دودھ پائے گا جو کہ پینے والوں کے لئے انتہائی

خوشگوار ہے۔ اور قرآن و سنت اور اجماع اہل سنت سے تجھ پر وہ حقیقت واضح ہو چکی جس سے تجھے آل صدیق کے مقام اور مرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔ اور اس کے بعد سوائے صاف چمکتے حق کے انکار کے کچھ باقی نہیں رہ جاتا تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکی آیات کے بعد کس چیز پر ایمان لائینگے۔ اور آیات اور ڈرانے والے، بے ایمان قوم کے کچھ کام نہیں آتے۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون

کوڑھ دُور ہونا

مجھے عرب الجماوات کے شیخ محمد المماوی نے ۱۰۷۲ھ میں بیان کیا کہ شباس الغربیہ بستی کے ایک شخص کو کوڑھ کی بیماری لاحق ہو گئی اور وہ کئی سال تک اس میں مبتلا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ذکر صدیق کا الہام فرمایا۔ چنانچہ اس کا پسندیدہ ذکر ابوبکر ابوبکر ہو گیا دن رات یہی کہتا اس سے زاید کچھ نہیں کہتا تھا۔ تو ابوبکر ابوبکر کے ورد کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اسے کوڑھ سے شفا عطا فرما دی۔ اور راوی کی قابل اعتماد گروہ نے تصدیق کی

اور مجھے عالم امت ہمارے شیخ یوسف الفیشی نے بیان فرمایا کہ امام جلال الدین السیوطی سے آل صدیق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: میں ان حضرات کے متعلق کیا کہوں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تعریف فرمائی ہے۔ انتھی۔

اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ جسے حسد نے اندھا کر دیا اور جس پر خدا تعالیٰ کا غضب ہوا وہ ان حضرات کی شان میں بکواس صرف اس لئے کرتا ہے کہ ان کے لباس۔ سواریاں اور رہائش گاہوں کی نعمتیں ظاہر دیکھتا ہے اے کاش وہ سوچتا کہ اس بندہ خدا پر کیا قباحت لازم آتی ہے جو کہ ظاہری باطنی اور سری جہری طور پر اللہ تعالیٰ کی نعمت میں پلتا ہے اور اس سے اس پر جو کچھ واجب ہے اس کا اہتمام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کلام سنتا ہے قل من حرم زینتہ اللّٰہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق یعنی آپ فرما دیجئے یا رسول اللہ! کہ کس نے اللہ تعالیٰ کی آرائش کو حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی اور پاکیزہ رزق؟ اور حضور علیہ السلام کا ارشاد سنتا ہے کہ پاکیزہ کھاؤ۔ نرم پہنو اور اچھے عمل کرو۔ اور ہمیں ہمارے شیخ الاستاذ

محمد البکری کی طرف سے روایت پہنچی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تین سو ساٹھ کرسیاں تھیں اور ہر کرسی پر ہزار دینار کا حلہ تھا۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ امیر صحابہ کرام میں سے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویوں میں سے ایک بیوی کے ساتھ آٹھویں حصے کے چوتھائی حصہ پر اسی ہزار دینار کے ساتھ صلح کی گئی۔

مجھے خاتمہ اہل ادب۔ حجتہ لسان العرب ہمارے شیخ یٰس الشامی رحمتہ اللہ علیہ نے ازہر میں لکھوایا کہ امام فخرالدین رازی بکری کے ہزار غلام تھے۔ اور آپ کے دائیں جانب بادشاہ بیٹھا جس کے ہزار غلام تھے اور آپ کے بائیں طرف بادشاہ بیٹھا تھا اس کے ہزار غلام تھے اور ایسا اتفاق ہوا کہ ایک محفل میں تین ہزار غلاموں نے آپ کی خدمت کی۔ اور امام الائمہ ناصر السنتہ ہمارے امام حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی تین سو ساٹھ لونڈیاں تھیں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس سال بھر میں ایک رات بسر فرماتے تھے اور اسی کی مثل آپ کے پاس حلے تھے۔ ہرروز ایک حلہ زیب تن فرماتے۔ اور امام عبداللہ بن مبارک جن کے تعارف میں امام شعرانی نے فرمایا کہ ان کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے کے ہزرا غلام تھے۔ اور آپ کا دسترخوان دو ریڑھیوں پر کھینچ کر لایا جاتا تھا اس میں کئی دفعہ اونٹوں کا بھنا ہوا گوشت ہوتا۔ اور جب آپ ہارون رشید سے ملنے بغداد میں داخل ہوتے تو ہارون رشید کی ماں نے لگاموں کی جھنکار۔ گھوڑوں کی منہناھٹ۔ پاؤں کی دھمک اور شور سنا جو پورے بغداد میں سنائی دے رہا تھا تو اس نے طاق کا پر وہ اٹھا کر دیکھا اور کہا یہ کون بادشاہ آ رہا ہے؟ تو اسے بتایا گیا کہ یہ صوفیہ کے امام حضرت عبداللہ بن المبارک آ رہے ہیں۔ کہنے لگی یہ ہے بادشاہ۔ میرا بیٹا بادشاہ نہیں۔ اور امام مالک کے شاگرد امام اشہب کے ہزار غلام تھے اور ان کی گذر بسر بادشاہوں کی سی تھی۔ اور ہمیں لیث بن سعد سے خبر پہنچی کہ اس نے وادی کو اس کا خراج مہنگا کرنے کے لئے کئی حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا اور اس پر زکوۃ واجب نہ تھی۔ اسے ایک عورت نے سو رطل شہد کا سوال کیا تو اس نے اس کے لئے وصولی کی رسید لکھی تو سبقت قلم کی وجہ سے سو مطر لکھ دیا۔ اس کے بارے میں اس سے رجوع کیا گیا تو اس نے کہا کہ علم ہم سے زیادہ معزز نہیں اور اسے سو مطر عطا کر دیئے۔

اور ہمیں خبر پہنچی کہ سیدی علی وفا رضی اللہ عنہ کے تین سو غلام تھے۔ اور وہ آپ کے سامنے سونے کے جڑاؤ کے ساز و سامان کے ساتھ چلتے اور ایسا اتفاق ہوا کہ آپ باب زویلہ سے نکلے تو سامنے سے ابن زنبور نامی وزیر آ گیا۔ وہ ایک طرف ہٹ گیا حتیٰ کہ استاذ صاحب گذر گئے۔ وزیر نے اپنے دل میں کہا: انہوں نے ہمارے لئے دنیا کا کوئی حصہ چھوڑا ہی نہیں۔ تو استاذ صاحب نے اسے پیغام بھیجا کہ ہم نے تمہارے لئے دنیا کی رسوائی اور آخرت کا عذاب چھوڑ دیا ہے۔ اور امام محمد بن الحسن کے ہزار غلام تھے اور آپ سونے سے جڑاؤ کی گئی زین کے ساتھ خچر پر سوار ہوتے۔ اور آپ کے دروازے عراقی تھے اور دہلیزوں ہیں پر سونے اور چاندی کا جڑاؤ تھا۔ اسے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے سفرنامے میں ذکر کیا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجھے امام مالک کی معیشت کی تنگی یاد آ گئی جس پر میں نے انہیں چھوڑا تھا اور میں رونے لگا۔ تو مجھے محمد بن الحسن نے فرمایا اے ابو عبداللہ! جو کچھ تو دیکھ رہا ہے تجھے پریشان نہ کرے۔ یہ سب کچھ حقیقتاً حلال اور جائز کمائی سے ہے۔ ہر سال زکوٰۃ نکالتا ہوں۔ اور مجھے گمان نہیں کہ اس میں جو کچھ فرض ہے اللہ تعالیٰ اس کے متعلق مجھ سے مطالبہ فرمائے آدمی کا وہ مال اچھا ہے جو دوست کو خوش کرے اور دشمن کو جلائے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے ایک ہزار دینار قیمتی خلعت پہنائی اور تین ہزار درہم زاد راہ عطا فرمایا۔ اور آپ نے اپنے سارے مال کے متعلق مجھے پیش کش فرمائی کہ نصف حصہ لے لو لیکن میں نے معذرت کر دی۔

اور امام شاطبی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ عالم کے لئے مال اور مرتبہ ضروری ہے تاکہ مخلوق میں کسی کے سامنے عاجزی نہ کرے اور اس کا محتاج نہ ہو۔ انتھی۔

تو یہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور اجماع امت تو معترض کس وجہ سے اعتراض کرتا ہے۔

اھل اللہ پر اعتراض سے بچو

امام شعرانی نے منن میں فرمایا ہے کہ اے بھائی! اپنے زمانے کے علماء میں سے کسی

پر بھی اعتراض کرنے سے پرہیز کرو گرچہ دل سے ہی ہو۔ جب وہ دنیا کی وسعت اور لباس اور سواریوں کی کثرت میں امام مالک اور آپ کے علاوہ دیگر علماء سابقین کی طرح ہوں کیونکہ یہ تیرے جاہل ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ اولیاء اور علماء رسل علیہم السلام کے نقش قدم پر ہیں۔ ان میں سے کسی کے پاس مال تھا اور کسی کے پاس نہیں تھا جیسے حضرت سلیمان اور عیسیٰ علی نبینا و علیہما السلام۔ اور سیدی عبدالقادر الجیلی۔ سیدی مدین۔ ابراہیم بن ادہم اور سیدی احمد الزاہد رضی اللہ عنہم۔ ان میں سے ہر ایک اسے مقام پر کھڑا ہے جس میں وہ کامل ہے وہاں اسے دنیا کی وسعت نقصان دیتی ہے نہ تنگی۔ تو اے بھائی اور سیدی محمد البکری یا سیدی محمد الرملی پر جب وہ اعلیٰ نسل کے گھوڑوں پر سواری کریں نفیس کپڑے پہنیں تو اعتراض نہ کر کیونکہ یہ اعتراض جہالت اور حسد کی وجہ سے ہے۔ اور تیرے متعلق میرا گمان ہے کہ ان کے پاس دنیا کا جو ساز و سامان ہے اگر تجھے مل جائے تو اسے تو کبھی نہ لوٹائے۔ اور اکابر نے اپنے شاگردوں کو دنیا میں بے رغبتی پر اس خطرے کے پیش نظر ابھارا ہے کہ کہیں طمع کی ذلت میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر دنیا ان کے پاس کسی طمع اور میلان کے بغیر آئے تو اللہ تعالیٰ کے دربار کا ادب یہ ہے کہ اسے قبول کیا جائے۔ اور میں نے سیدی محمد البکری کو اور نہ ہی ان کے والد بزرگوار کو کبھی طلب دنیا میں عاجزی کرتے دیکھا۔ وہ تو ان کے پاس طلب اور مانگنے کے بغیر آتی ہے۔ اپنے بچپنے سے اب تک ان کے پاس رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں محمد نامی شخصیتوں کی عمر میں اسلام اور اہل اسلام کے لئے وسعت فرمائے۔ اور ان پر دنیا اور طالبین کی کثرت فرمائے۔ اور ہمیں ان کے زمرے میں جمع فرمائے۔ انتہی۔

اور اسی ضمن سے آپ کا یہ فرمان ہے: اسرار الہیہ جو کہ قلوب عارفین کے سپرد کئے گئے ان کے پاس خدا کی امانت ہے۔ اور یہ ایک عہد و پیمان ہے۔ اور ان سے عہد و پیمان کو پورا کرنے اور مالک کو امانتیں واپس کرنے کا مطالبہ ہو گا کسی دوسرے سے نہیں چنانچہ ان راز داروں کو اگر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو بھی راز ظاہر نہیں کرتے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو تصریح کی بجائے اشارہ کرنے کی قوت بخشے جیسے سیدی محمد

البکری ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حاسدوں کی نظروں سے محفوظ رکھے ۔ تو اس کا کوئی حرج نہیں ۔ کیونکہ اشارہ کرنے والوں کی حالت پر علماء یقین نہیں کر سکتے ۔ چنانچہ شیخ عبدالعزیز المنوفی نے حضرت ابو عبداللہ القرشی رضی اللہ عنہ سے حکایت بیان کی کہ ایک مرتبہ قرشی سے کہا گیا یا سیدی ! آپ ہمارے سامنے کچھ حقائق کیوں بیان نہیں فرماتے ؟ آپ نے فرمایا آج میرے کتنے شاگرد ہیں ؟ کہا گیا چھ سو آدمی ۔ فرمایا ان میں سے چار چن لو ۔ تو انہوں نے الشیخ قطب الدین القسطلانی شیخ عماد الدین ۔ ابن صابونی اور قرطبی کو چن لیا ۔ جو کہ مکاشفات اور کرامات والے تھے ۔ تو شیخ نے فرمایا واللہ اگر میں تم سے اسرار و حقائق کی ایک بات کہہ دوں تو سب سے پہلے میرے قتل کا فتویٰ دینے والے یہی چار حضرات ہونگے انتھی ۔

اور منن میں آپ کی کلام میں سے یہ ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے انعام میں سے میرے درس کے لئے ملائکہ اور جنات کا کثرت سے حاضر ہونا ہے ۔ اور اسی لئے میں ہمیشہ حاضرین کی سمجھ میں آنے کی پابندی کے بغیر مسلسل کلام کئے جاتا ہوں ۔ اور بہت کم فقراء ایسے ہی جو اسے سمجھیں اور میں نے اپنے زمانے میں کسی کو اس قدم پر سوائے سیدی محمد البکری کے نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکات سے نفع بخشے ۔ قریب نہیں کہ آپ کی محفل میں حاضرین میں سے کوئی شخص اس غالب کرم میں سے کچھ سمجھ سکے جو کہ ان ملائکہ اور جنات اور ان جیسے بلند مرتبت حضرات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے جو کہ وہاں حاضر ہوتے ہیں ۔ کیونکہ آپ کی محفل میں ملائکہ ۔ اور جن و انس کے اکابر علماء کی کثرت سے حاضری ہوتی ہے جسے اس حقیقت کا علم نہیں جو ہم نے بیان کی ہے کئی دفعہ کہہ دیتا ہے کہ اس کلام سے کیا حاصل؟ کیونکہ اسے حاضرین تو سمجھ نہیں سکتے ۔ اور اگر اس پر وہ راز کھل جاتا جو ہم نے ذکر کیا تو وہ سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ادب سے پیش آتا ۔ کیونکہ آپ اقطاب ۔ اوتاد ۔ اور ابدال کی گردشوں اور اسرار شریعت پر اطلاع میں زمانے کے نوادرات میں سے ہیں ۔ انتھی

نیز امام شعرانی نے فرمایا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ مجھے اس سے بچایا کہ

اکابر علماء میں سے کسی کو ختنہ کی محفل کی طرف چلنے کی دعوت دوں اور یہ صرف علماء کے احترام کی عظمت کے لیے ہے = اور ایک دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ میرے شاگردوں میں سے ایک شخص نے میری اجازت کے بغیر اپنے بیٹے کے ختنہ کے موقعہ پر میرے حوالے سے سیدی الشیخ العالم العامل الراسخ سیدی محمد البکری بن الشیخ ابو الحسن رضی اللہ عنہما کو دعوت دے دی۔ جب میں نے آپ کو اس محفل میں دیکھا تو تمنا کی کہ زمین مجھے نگل گئی ہوتی اور میں آپ کو اس میں چلتا ہوا نہ دیکھتا باوجودیکہ اس سے پہلے آپ کی عادت نہیں کہ آپ کبھی کسی کے ہاں گئے ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ کی طبیعت ایسی چیزوں کو ناپسند کرتی ہے۔ آپ نے دعوت صرف اس لئے قبول فرمائی کہ آپ پر حیا کا غلبہ ہے۔ تو کسی کو نہیں چاہئے کہ ایسی شخصیت کو ایسے پروگرام کی دعوت دے کیونکہ اس میں علماء کی توہین ہے کیونکہ زفاف تو صرف عورتوں کے ساتھ مخصوص لفظ ہے۔ (جبکہ جس ختنے کے پروگرام میں حضرت شیخ کو دعوت دی گئی اس پر بھی اس کے مشابہہ نام لینے زفہ بولا جاتا تھا) الخ۔

نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ کا مجھ پر انعام ہے کہ علماء صالحین میں سے جب کسی کو دنیا داروں کا سا قیمتی لباس پہنے۔ نفیس گھوڑوں اور خچروں پر سواری کرتے اور لونڈیوں اور امیر زادیوں سے نکاح کرتے دیکھتا ہوں تو ان پر اعتراض و انکار کرنے میں جلدی نہیں کرتا کیونکہ یہ شرع شریف میں جائز ہے تو جو اس کا انکار کرتا ہے جاہل خطا کار ہے یا حسد کرنے والا دشمن۔ تو ایسے لباس پہننے والا اپنے مالک کے مال سے اس کی اجازت سے فائدہ لیتا ہے جبکہ اس سے حسد کرنے والا بد بخت محروم ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے کسی بندے اغنیاء اور متکبرین کی صورت میں عاجزی اور انکساری کرنے والے ہوتے ہیں۔ تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی جمع فرما دی۔ ان میں سے حضرت الشیخ عبد القادر الجیلانی۔ سیدی ابو فاء و سیدی مدین۔ سیدی ابو الحسن البکری اور آپ کے صاحبزادے سیدی محمد ہیں رضی اللہ عنہم۔ تو ایسے حضرات خورد و نوش فرماتے ہیں اور سامان برتتے ہیں جبکہ انشاء اللہ ان کا راس المال کم نہیں ہوتا۔ اور اس کی دلیل ان کے علوم و معارف

کا ہمیشہ ترقی و عروج پر ہونا ہے حالانکہ وہ علمی دفاتر کا مسلسل مطالعہ نہیں کرتے ان میں سے ایک بندہ خدا اپنی زوجہ کے ہمراہ نرم بستر پر صبح تک آرام کرتا ہے پھر اٹھتا ہے تو اس کے قلب سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔ اور ان کے حال کی زبان حاسدوں سے کہتی ہے کہ قل موتوا بغیظکم یعنی اپنے غصے میں گھٹ کر مرجاؤ۔ تو اگر ان حضرات کی کرامات عمل کی طرح ہوتیں تو جب سو جائیں اور عمل میں کمی کریں تو باطل ہو جاتیں۔ اسے خوب سمجھو۔ باوجودیکہ ان کے پاس جو کچھ ہے انہیں طلب اور طریقت میں ذلیل ہوئے بغیر ملا ہے بخلاف ان کے غیر کے۔ انتہی۔

اور نسفی نے شرح الاربعین میں روایت کی کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی منگنی کی بات کی تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ بچی ہے آپ کے لائق نہیں۔ لیکن میں اسے آپ کی خدمت میں بھیج دیتا ہوں اگر حضور کے آستان کرم کے لائق ہو تو میرے لئے سعادت کاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل امین جنتی ورقے پر اس کی صورت لے کر حاضر آیا اور کہا: بیشک اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کی زوجیت میں داخل فرمایا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر اپنے گھر گئے اور کھجوروں کا ایک طباق اوپر سے ڈھک کر حضرت عائشہ سے فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ۔ اور ان سے عرض کرنا: یارسول اللہ! یہ ہے وہ جس کا آپ نے ابوبکر سے ذکر فرمایا ہے۔ اگر آپ کے لائق ہو تو آپ کو مبارک ہو۔ اور اس وقت حضرت عائشہ چھ برس کی تھیں۔ جب عائشہ چلی گئیں اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر پیغام پہنچا دیا تو فرمایا اے عائشہ! ہم نے قبول فرمایا۔ ہم نے قبول فرمایا۔ پھر سرکار علیہ السلام نے ان کے کپڑے کا پلہ کھینچا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ کام اجنبی سا لگا۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا: بیٹی! رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق بد گمانی مت کرنا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں سے وراء تیرا نکاح ان سے کر دیا جبکہ میں نے زمین میں تجھے ان کے نکاح

میں دے دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں کبھی اس قدر خوش نہ ہوئی جس قدر مجھے والد بزرگوار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے خوشی ہوئی کہ میں نے تجھے رسول کریم علیہ الصلوۃ و التسلیم کے نکاح میں دے دیا ہے۔

اور کہا جاتا ہے کہ پہلی محبت جو اسلام میں واقع ہوئی وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو سب سے زیادہ محبت تھی۔ اور آپ کے بے شمار فضائل ہیں۔ آپ کی ازواج مطہرات میں سے کسی کے بستر میں نبی پاک علیہ السلام پر وحی نہیں آئی سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔ دوسری ازواج کی بجائے صرف آپ کو جبریل امین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا سلام پیش کیا۔

(**اقول و باللّٰہ التوفیق**۔ یہ تخصیص حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد کی ہے کیونکہ ان پر بھی جبریل علیہ السلام نے رب کریم کی طرف سے حضور علیہ السلام کے ذریعے سلام پہنچایا جیسا کہ سیرت کی کتاب میں ہے۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ ولوالدیہ) اور آپ نبی پاک علیہ الصلوۃ و السلام کی ازواج مطہرات میں سے افضل ہیں۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ایک ہزار دو سو احادیث روایت کیں۔

انتھی۔

ہم اللہ تعالیٰ کے قول "**و وصینا الانسان بوالدیہ**" کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہ تعظیم اور آپ پر ایسی توجہ ہے کہ مخفی نہیں۔ کیونکہ لازم کرنے یا واجب کرنے کی بجائے وصیت کے ساتھ تعبیر کی گئی۔ اور یہ علماء کرام کے اس قول سے مستثنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انسان کا ذکر مذمت کے انداز میں فرمایا ہے کیونکہ یہاں تعریف کے طور پر بیان فرمایا گیا۔ اور ہر عام سے بعض کو خاص کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **قتل الانسان ما اکفرہ**۔ انسان ہلاک ہو جائے اسے کس چیز نے کافر بنا دیا؟ **وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا** اسے انسان نے اٹھا لیا بیشک وہ ظالم جاہل ہے۔ **یاایھا الانسان ماغرک بربک الکریم**۔

اے انسان تجھے تیرے رب کریم کے متعلق کس چیز نے دھوکا دیا۔ یایھاالانسان انک کادح الی ربک کدحافملاقیہ۔ اے انسان تو اپنے پروردگار کی طرف کوشش کرتا ہے بس اس سے ملاقات ہوگی ان الانسان لفی خسر۔ بیشک انسان خسارے میں ہےانالا نسان لظلوم کفار۔ بیشک انسان البتہ ظالم ناشکرا ہے۔ ہل اتی علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا منکورا۔ بیشک زمانے میں انسان پر ایک ایسا وقت آیا کہ یہ قابل ذکر چیز نہ تھا۔

حملتہ امہ کرھا یعنی اس کی ماں نے اسے تکلیف کے ساتھ اٹھایا۔ اس میں باپ کے مقابلہ میں ماں پر زیادہ متوجہ ہونے کی تاکید ہے۔ اور حدیث میں ہے تیری ماں پھر تیری ماں (کی خدمت کر) پھر تیرا باپ۔

اور و ان اعمل صالحا ترضاہ یعنی میں ایسا عمل صالح کروں جو تجھے پسند ہو۔ اور اللہ تعالٰی نے آپ کی دعا قبول فرمائی حتی کہ آپ نے ایسے اعمال کئے جن سے اللہ تعالٰی راضی ہوگیا۔ پس اللہ تعالٰی نے ان کے عمل کی جنس سے جزا عطا فرمائی اور آپ کے حق میں فرمایا ولسوف یرضٰی۔ ہمارے شیخ الفیشی فرماتے ہیں کہ بکری گھرانے کی خاصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی موت کے وقت فتنے میں مبتلا نہیں کیا جاتا۔ اور اس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ راضی ہوتے ہیں۔

تنبیہہ اللہ تعالٰی کے افعال جزا کے طور پر ہیں اگر کوئی کار خیر کرے تو جزائے خیر اور اگر برا کام کرلے تو اسی قسم کا بدلہ دیتا ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: فاذکرونی اذکرکم۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ ولئن شکرتم لازیدنکم۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں ضرور ضرور زیادہ عطا کروں گا۔ ومکروا ومکراللہ انہوں نے مکر کیا۔ اور اللہ تعالٰی نے خفیہ تدبیر فرمائی۔ فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ و من اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیوتیہ اجرا عظیما۔ جس نے اسے توڑا تو اس کا وبال اسی پر ہے اور جس نے اللہ تعالٰی سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو وہ اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح اگر تم فتح طلب کرتے ہو تو تمہارے پاس فتح آگئی۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی : اے میرے پروردگار ! میرے بیٹے سلیمان کے لئے اسی طرح ہو جا جس طرح تو میرے لئے ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے داؤد ! اپنے بیٹے سلیمان سے کہہ دو کہ وہ میرے لئے اسی طرح رہے جس طرح تو میرے لئے رہا میں اسکے لئے اسی طرح رہوں گا جس طرح تیرے لئے رہا۔

اور جس نے ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے جواب کے بارے میں غور کیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بعد کہ **انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی** (یعنی میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں ۔ عرض کی اور میری اولاد سے ؟) انہیں کہا کہ **لاینال عھدی الظالمین** یعنی میرا وعدہ ظالموں کو شامل نہیں ہو گا ۔ اور جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حکایت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے اس قول کے درمیان غور کیا کہ **واصلح لی فی ذریتی** یعنی میری خاطر میری اولاد میں صالحیت قائم فرما پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا : **اولٰئک الذین نتقبل عنھم احسن ماعملوا و نتجاوز عن سیئاتھم** یعنی وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے اچھے اعمال قبول فرماتے ہیں ۔ اور ان کی برائیوں سے درگذر فرماتے ہیں ۔ تو اس کے لئے حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر پورے لطف و کرم کا اظہار ہو گا ۔ اور خصوصیت ' افضلیت کے منافی نہیں ۔ دیکھو اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اس قدر انعام اور قرب ہے کہ حضرت خلیل و کلیم علی نبینا و علیہما السلام دونوں نے آرزو کی کہ اس امت میں سے ہوں ۔ اور سیدی عمر بن الفارض رضی اللہ عنہ کا اپنی عاجزی کے مقام میں یہ قول دیکھو

و انا سئلتک ان اراک حقیقتہ

فاسمح ولا تجعل جوابی لن تری

جب میں تجھ سے سوال کروں کہ تجھے حقیقتاً دیکھ لوں تو کرم فرما اور مجھے لن ترانی کا جواب نہ دے ۔ یہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حکایت میں اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف اشارہ فرمایا ہے ۔ **رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی** ۔ اور اللہ تعالیٰ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حکایت فرماتے ہوئے یہ قول **انعمت علی وعلی والدی** ۔

یعنی جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمایا۔ یعنی اسلام اور ہدایت کے ساتھ۔ اور اسے نعمت کے ساتھ تعبیر فرمایا کیونکہ اس کا انجام قابل تعریف ہوتا ہے۔ اور جو اصل کے لئے ثابت ہے۔ فرع کے لئے بھی ثابت ہے مگر جسے نص جدا کر دے۔ اور ہم نے کوئی نص نہیں دیکھی جو اس نعمت سے آپ کی اولاد کو آپ سے علیحدہ کر دے بلکہ ہم نے وہ نص دیکھی ہے جو کہ اس نعمت کو ان میں پختہ کرتی ہے **اولئک الذین نتقبل عنھم احسن ماعملو ونتجاوز عن سیئاتھم فی اصحاب الجنتہ وعد الصدق الذی کانوا یوعدون**۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے شکر نعمت اور عمل صالح کی دعا کے بعد جس کی وجہ سے آپ اپنے پروردگار کو راضی کرتے ہیں اپنی اولاد کی اصلاح سے زیادہ اہم کوئی چیز نہیں سمجھی لہٰذا اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔ کیونکہ انسان پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس سے زیادہ باعظمت ہو سوائے اپنے بیٹے کے۔ اسی لئے ابو المکارم سید محمد البکری فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر فخر نہیں کرتا بلکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مجھ پر فخر کرتے ہیں۔ اسے عبد القادر محلی نے روایت کیا ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی نیکیوں سے ایک نیکی ہے اس کا عکس نہیں۔ تو جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ اپنی میزان میں محمد البکری جیسوں کو دیکھتے ہیں جو کہ حاملین عرش میں سے شمار کئے جاتے ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ان پر فخر کرتے ہیں۔

اور عالم امت ہمارے شیخ الفیشی نے روایت فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن البکری نے بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ کے قول **و یحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیتہ** (یعنی اس دن تیرے پروردگار کا عرش آٹھ حضرات اپنے اوپر اٹھائیں گے) کی تفسیر میں درس دیا۔ تو فرمایا اور ان میں سے ایک یہ فقیر ہے۔

تنبیہہ۔ بیٹے کی دو قسمیں ہیں۔ صلبی بیٹا۔ اور قلبی بیٹا۔ اور عارفین کے نزدیک قلبی بیٹا صلبی بیٹے سے پہلے ہے اور کبھی بیٹے میں دونوں امور جمع ہوتے ہیں جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد جن کی صالحیت کی گواہی دی گئی ہے جن کی خطاؤں سے

در گذر کیا گیا اور ان سے اچھے اعمال قبول کئے گئے ۔ اور قلبی بیٹا اور صلبی بیٹا اس کی نیکیاں ہیں جس کی طرف منسوب ہوتے ہیں ۔ اور شاید اپنی اولاد کی اصلاح کے لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعا کی یہی حکمت ہے تاکہ انہیں اپنی میزان میں حسنات کی صورت میں پائیں ۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر کار خیر کا احاطہ کیا ہے جو آپ کو قرب خداوندی عطا کرے ۔ اب صرف اولاد باقی رہ گئی ۔ اور وہ اطاعت یا معصیت کی وجہ سے حسنات ہیں یا سئیات ۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خوف لاحق ہوا کہ آپ کی اولاد کے ذریعے کہیں یہ امر آپ سے ضائع ہو جائے چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان کے متعلق دعا مانگی جسے رب کریم نے ان کے مقصد کے مطابق قبول فرما لیا ۔ اور آپ کی حسنات میں سے زین العلبدین ۔ ابو المواہب ۔ تاج العارفین ۔ ابو السرور ۔ عبد الرحیم ۔ احمد زین العابدین اور ہمارے استاذ محمد زین العابدین جیسی شخصیات کو کیا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے آپ کی زندگی میں وسعت فرمائے اور آپ کے وجود کی برکت سے آپ کے جد امجد کے موسم لوٹائے ۔ پس آپ سے زین العلبدین اور ابو المواہب ظاہر ہوئے اور آپ کی نیکیوں میں شمس الدین الحنفی فخرالدین رازی ۔ ملا خنکار ۔ ابن الوردی ۔ الغمری ۔ اور عبد القادر البغدادی الحنبلی بھی ہیں ۔ ۔ بلکہ تمام صحابہ کرام آپ کے تلامذہ اور قلبی اولاد ہیں ۔ اور جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس قول پر غور کیا کہ وہ تو ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے تو وہ اس بارے میں اہل سنت کے اجماع کا اشارہ معلوم کر لیتا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے شیخ ۔ ان کے سردار اور بزرگ ہیں ۔ آپ نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دفن ۔ آپ کی وراثت اور مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے کے متعلق وہ علم عطا فرمایا جو کہ ان پر مشتبہ تھا ۔ اور یہ بات معلوم و مشہور ہے ۔ اور ان سے عالی مقام ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان اسرار کی ذمہ داری سونپی جو آپ کے علاوہ کسی کو نہیں سونپی ۔

امام سیدی عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ نے الدرر المنثورہ فی بیان زبد

العلوم المشہورہ میں فرمایا: رہا علم تفسیر القرآن کا خلاصہ تو اے بھائی! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اسکی ہمت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز ایسی وسیع لغت میں اتاری ہے جسکی مخلوق کے فہموں میں گنجائش ہے۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری نہیں سونپی گئی کہ وہ اس پر عمل کریں جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا جو کہ مقام رسالت کے ساتھ خاص ہے۔ اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کو **مکلف** نہیں کیا گیا کہ وہ اس پر عمل کریں جسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سمجھا جو کہ مرتبہ **صدیقیت** کے ساتھ خاص ہے۔ اور عالم دین کو **مکلف** نہیں کیا جاتا کہ وہ اس پر عمل کرے جو اکابر اولیاء نے سمجھا جو کہ دائرہ ولایت کبریٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اور عام اہل ایمان اس امر کے **مکلف** نہیں ہیں کہ اس پر عمل کریں جو اکابر علماء کے فہم میں آیا۔ اور تسلسل اسی طرح ہے۔ تو کسی نے کسی کے فہم کو نادرست قرار نہیں دیا مگر اپنی کوتاہی کی وجہ سے۔ اور آپ نے اس مسئلہ میں طویل کلام فرمائی پس اس طرف رجوع کر۔ پس اس سے تجھے روشن ہو گیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے باپ ہیں اور آپ کے بعد ان میں سے افضل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی شمار فرمایا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت مخفی نہیں۔ وہ ایسا سمندر ہیں جس کا ساحل نہیں۔ تو جس سمت سے آئے گا انہیں سمندر پائے گا۔

مرویات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حافظ سیوطی رحمتہ علیہ نے فرمایا: میں نے سوچا کہ یہاں آپ کی احادیث کو اچھے سیاق کے ساتھ مختصر طریقے سے بیان کردوں اور ہر حدیث کے بعد بیان کرتا جاؤں کہ اسکی تخریج کس نے فرمائی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ میں مسند میں ان کے طرق کے ساتھ علیحدہ بھی بیان کروں گا ۔۱۔ حدیث ہجرت جیسے بخاری مسلم اور دیگر حضرات نے روایت فرمایا ۲۔ سمندر کی حدیث **ھو الطھور ماء ہ الحل میتتہ** یعنی اس کا پانی پاک اور مردار یعنی مچھلی

حلال ۔ دار قطنی ۔ ۳ ۔ السواک مطهرة للفم مرضاة للرب ۔ مسواک سے منہ پاک اور رب کریم راضی ہوتا ہے احمد ۔

۴ ۔ ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم اکل کتفاثم صلی و لم یتوضاء ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے بازو کا گوشت کھایا پھر بغیر کلی کئے نماز ادا فرمائی ۔ البزار ۔ ابو یعلی

۵ ۔ کھانا کھانے کے بعد وضو کی ضرورت نہیں ۔ بزار

۶ ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوتے بجانے سے منع فرمایا ۔ ابو یعلی ۔ بزار ۔

۷ ۔ آخری نماز جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے پیچھے ادا فرمائی آپ ایک کپڑا زیب تن فرمائے ہوئے تھے ۔

۸ ۔ جسے اچھا لگے کہ قرآن کریم کو تروتازہ پڑھے جیسا کہ اتارا گیا تو وہ ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود کی قراءت کے مطابق پڑھے ۔ احمد

۹ ۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے ایسی دعا سکھائیں جو میں اپنی نماز میں پڑھوں ۔ فرمایا: یوں کہو: اللهم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفره من عندک وارحمنی انک انت الغفور غفور الرحیم (بخاری ۔ مسلم) یا اللہ ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا جبکہ تیرے سوا گناہ کوئی نہیں بخش سکتا پس میرے لئے مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما ۔ بیشک تو ہی غفور رحیم ہے ۔

۱۰ ۔ جس نے نماز فجر پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم میں ہے تو اللہ تعالیٰ کے عہد میں مداخلت نہ کرو تو جس نے اسے دھوکا دیا اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس فرمائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں اس کے منہ کے بل الٹا پھینکے گا ۔

۱۱ ۔ کسی نبی علیہ السلام کی روح قبض نہیں کی گئی یہاں تک کہ اس کا کوئی امتی اسکی امامت کرے (بزار)

۱۲۔ اللہ تعالٰی نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی ۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ۔ (ابو یعلی)

(اقول و باللہ التوفیق قبر پر یا اسکی طرف سجدہ کرنا حرام ہے البتہ تعظیم کرنا جائز ہے ۔ اہل اللہ کے مزارات کو بوسہ دینا علماء امت کے نزدیک جائز ہے اسے سجدہ قرار دینا جہالت ہے ۔ چنانچہ ابن حجر نے شرح بخاری میں فرمایا **استنبط بعضهم من مشروعيته تقبيل الا ركان جواز تقبيل كل من يستحق المعظمته من آدمى وغيره نقل عن الامام احمد انه سئل عن تقبيل منبر النبى صلى الله عليه وآله و سلم و تقبيل قبره فلم يربه باسا و نقل عن ابن الصنف يمانى احد علماء مكة من الشافعيه جواز تقبيل المصحف وا جزاء الحديث وقبور الصالحين** ۔ یعنی ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگان دین وغیرہم کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضور علیہ السلام کا منبر یا قبر انور چومنا کیسا ہے ؟ فرمایا : کوئی حرج نہیں ۔ اور ابن ابی الصنف یمانی سے جو کہ مکہ معظمہ کے شافعی علماء میں سے ہیں منقول ہے کہ قرآن کریم اور حدیث کے اوراق اور بزرگان دین کی قبریں چومنا جائز ہیں ۔ نیز توشیح میں علامہ جلال الدین اسیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **استنبط بعض العارفين من تقبيل الحجرالاسود تقبيل قبور الصالحين** ۔ حجر اسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگان دین کی قبر کا چومنا ثابت کیا ہے ۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ ولاولادہ)

۱۳۔ میت پر زندوں کے رونے سے گرم پانی چھڑکا جاتا ہے (ابو یعلی)

(اقول و باللہ التوفیق ۔ اس سے مراد کافر میت مراد ہے یا وہ میت جس نے ورثاء کو اس پر رونے کی وصیت کی ہو ۔ جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں حضرت شیخ محقق رحمتہ اللہ علیہ نے اسکی وضاحت فرمائی ۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ ولاولادہ)

۱۴۔ اللہ تعالٰی کے فرائض صدقات ہیں (بخاری وغیرہ)

۱۵۔ آگ سے بچو گرچہ کھجور کے ایک حصہ کے خیرات کے ساتھ ہی ہو کیونکہ

اس سے ٹیڑھا سیدھا ہو جاتا ہے۔ بری موت دور ہو جاتی ہے۔ اور بھوکے کے ہاں یہ صدقہ وہاں پہنچا ہے جہاں شیطان کی جگہ ہے۔ (ابو یعلی)

۱۶ ابن ابی ملیکہ سے ہے آپ نے فرمایا کہ کئی دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے نکیل چھوٹ جاتی تو آپ اپنا بازو مار کر سواری کو بٹھاتے۔ خدام نے کہا: آپ ہمیں حکم کیوں نہیں دیتے کہ ہم آپ کو پکڑا دیں۔ تو فرمایا کہ میرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگوں (احمد)

۱۷۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو جبکہ ان کے ہاں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے حکم دیا کہ غسل کرلے اور دعائیں مانگے۔ (بزار۔ طبرانی)

۱۸۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے پوچھا گیا کہ کون سا حج افضل ہے؟ فرمایا العج والثج۔ بلند آواز سے تلبیہ کہنا اور قربانی کرنا (ترمذی اور ابن ماجہ)

۱۹۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اسے اہل مکہ کی براءت کے لئے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکتا اور کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا۔ (احمد)

۲۰۔ کہ اس نے حجراسود کہ بوسہ دیا اور کہا: اگر میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا (دار قطنی)

۲۱۔ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنتی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ اور میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہے (ابو یعلی)

۲۲۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ابو الھیثم بن التیہان کے گھر جانے کی حدیث طوالت کے ساتھ (ابو یعلی)

۲۳۔ حدیث سونا سونے کے بدلے برابر برابر۔ چاندی چاندی کے بدلے برابر برابر۔ زاید دینے والا اور زاید طلب کرنے والا آگ میں ہے۔ (ابو یعلی اور بزار)

۲۴۔ وہ ملعون ہے جس نے کسی کو نقصان پہنچایا اس کے ساتھ مکر کیا (ترمذی)

۲۵۔ بخیل ۔ دھوکہ دینے والا ۔ خیانت کرنے والا اور برائی میں راسخ انسان جنت میں داخل نہیں ہو گا ۔ اور سب سے پہلے وہ غلام جنت میں داخل ہو گا جو کہ اللہ تعالٰی کی اطاعت کرتا ہے اور اپنے مالک کا حکم مانتا ہے (احمد)

۲۶۔ حدیث ولاء اس کے لئے جو آزاد کرے (الضیاء المقدسی)

۲۷۔ حدیث ۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ۔ ہم جو چھوڑ جائیں صدقہ ہے (بخاری)

۲۸۔ حدیث ۔ اللہ تعالٰی جب کسی نبی کو لقمہ کھلائے پھر اسے قبض کر لے تو اسے اسکے لئے کر دیتا ہے جو اس کے بعد قائم ہوتا ہے (ابو داؤد)

۲۹۔ حدیث ۔ اس نے اللہ تعالٰی کی ناشکری کی جو کہ برا بھلا کہتا ہے الخ (بزار)

۳۰۔ حدیث ۔ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے ۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ اس کا مقصد نان و نفقہ ہے (بیہقی)

۳۱۔ حدیث ۔ جس کے قدم اللہ تعالٰی کی راہ میں غبار آلود ہوئے انہیں اللہ تعالٰی آگ پر حرام کر دیتا ہے (بزار)

۳۲۔ حدیث ۔ مجھے لوگوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے الخ (بخاری و مسلم وغیرہم)

۳۳۔ حدیث ۔ اللہ تعالٰی کا بندہ اور قبیلے کا بھائی خالد بن ولید کیا ہی اچھا ہے ۔ اللہ تعالٰی کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالٰی نے کفار پر بے نیام فرمایا ہے ۔ (احمد)

۳۴۔ حدیث ۔ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو کہ عمر سے بہتر ہو ۔ (ترمذی)

۳۵۔ حدیث ۔ جسے مسلمانوں کا حاکم بنایا جائے اور وہ ان پر عدل و انصاف کے خلاف کسی کو مسلط کر دے تو اس پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے اس سے کوئی بدل یا معاوضہ قبول نہیں فرماتا حتی کہ اسے جہنم میں داخل کر دیتا ہے اور جس نے کسی کو اللہ تعالٰی کی ممنوعہ چیز دی اس نے بے حرمتی کی اور جسے استحقاق کے بغیر اللہ تعالٰی کی ممنوعہ چیز دی گئی

اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (احمد)

۳۶۔ ماعز اور ان کے رجم کے واقعہ پر مبنی حدیث (احمد)

۳۷۔ حدیث۔ اس نے اصرار نہیں کیا جس نے استغفار کیا گرچہ ایک دن میں ستر مرتبہ اعادہ کرے۔ (ترمذی)

۳۸۔ حدیث۔ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے متعلق مشورہ فرمایا۔ (طبرانی)

۳۹۔ حدیث۔ من یعمل سوء یجزبہ نزول والی حدیث (ترمذی) (ابن حبان وغیرہما)

۴۰۔ حدیث۔ تم یہ آیت پڑھتے ہو یایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم (احمد۔ابن حبان)

۴۱۔ حدیث۔ ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے (بخاری۔ مسلم)

۴۲۔ حدیث۔ الٰہی طعن اور طاعون سے بچا (ابو یعلی)

۴۳۔ حدیث مجھے سورت ھود نے بوڑھا کر دیا (دار قطنی نے علل میں تخریج فرمائی)

۴۴۔ حدیث۔ میری امت میں شرک چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ مخفی ہے الخ (ابو یعلی وغیرہ)

۴۵۔ حدیث۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے وہ دعا سکھائیں جو صبح اور شام کے وقت پڑھوں الخ (الھیثم بن کلیب نے اپنی مسند میں تخریج فرمائی جبکہ ترمذی وغیرہ کے نزدیک یہ مسند ابی ہریرہ سے ہے۔

۴۶۔ حدیث۔ لاالہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) کا ورد اور استغفار لازم کرو۔ کیونکہ ابلیس کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں کے ساتھ ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لاالہ الا اللہ اور استغفار کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے انہیں خواہشات

کے ساتھ ہلاک کردیا اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ (ابو یعلی)

۴۷۔ حدیث۔ جب آیت لاترفعوا اصوتکم فوق صوت النبی الخ اتری تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ میں آپ سے سرگوشی کے انداز میں بات کروں گا۔ (بزار)

۴۸۔ حدیث۔ ہر ایک کے لئے وہ عمل آسان کردیا جاتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا (احمد)

۴۹۔ حدیث۔ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ گھڑا یا اس نے اس چیز کو مجھ پر لوٹایا جس کا میں نے حکم دیا تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا چاہئے (ابویعلی)

۵۰۔ حدیث۔ نجات کس میں ہے؟ فرمایا لاالہ الا اللہ میں (احمد وغیرہ)

۵۱۔ حدیث۔ باہر جاؤ اور لوگوں میں اعلان کردو کہ جس نے لاالہ الا اللہ کی گواہی دی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ میں باہر نکلا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی الخ (ابویعلی)۔ اور یہ حدیث ابی بکر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے محفوظ ہونے کے اعتبار سے زیادہ غریب ہے۔

۵۲۔ حدیث۔ میری امت کی دو قسمیں جنت میں داخل نہیں ہونگی مرجئہ اور قدریہ (دار قطنی نے علل میں تخریج فرمائی)

۵۳۔ حدیث۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو (احمد۔ نسائی۔ ابن ماجہ اور یہ آپ سے کئی طرق سے مروی ہے)

۵۴۔ حدیث۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کام کا ارادہ فرماتے تو دعا مانگتے یااللہ میرے لئے خیر فرما اور اختیار فرما (ترمذی)

۵۵۔ حدیث۔ قرضے کی دعا اللھم فارج الھم الخ (بزار۔ حاکم)

۵۶۔ حدیث۔ ہر وہ جسم جس کی حرام سے نشوونما ہوئی تو وہ آگ کے زیادہ لائق ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جسے حرام غذا دی گئی۔ (ابو یعلی)

۵۷۔ حدیث۔ جسم کی ہر چیز زبان کی تیزی کا شکوہ کرتی ہے۔ (ابو یعلی)

۵۸۔ حدیث۔ اللہ تعالیٰ شعبان کے درمیان کی رات میں نزول اجلال فرماتا ہے پس کافر اور دل میں کینہ رکھنے والوں کے سوا سب کی بخشش فرماتا ہے (دار قطنی)

۵۹۔ حدیث۔ دجال مشرق کی خراساں نامی سرزمین سے نکلے گا جس کی پیروی ایسی اقوام کریں گی جن کے چہرے ڈھال کی طرح ہوں گے (ترمذی۔ ابن ماجہ)

۶۰۔ حدیث۔ مجھے ۷۰ ہزار ایسے افراد عطا کئے گئے جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہونگے الخ (احمد)

۶۱۔ حدیث شفاعت پوری طوالت کے ساتھ کہ لوگ ایک نبی سے دوسرے نبی علیہ السلام کے پاس جائینگے (احمد)

۶۲۔ حدیث۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری میں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا (احمد)

۶۳۔ حدیث۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت انصار کے متعلق وصیت فرمائی کہ ان کے نیک کو قبول کرنا اور ان کے خطاکار سے درگذر کرنا۔ (بزار۔ طبرانی)

۶۴۔ حدیث۔ قریش اس امر کے والی ہیں۔ ان کا نیک ان کے نیکوں کے تابع اور ان کا گنہگار ان کے گنہگار کے تابع ہے (احمد)

۶۵۔ حدیث۔ میں ایسی سرزمین کو جانتا ہوں جس کا نام عمان ہے اسکی وادی پر سمندر ترشح کرتا ہے۔ وہاں عرب کا ایک قبیلہ ہے اگر ان کے پاس میرا قاصد آئے تو اس پر کوئی تیر یا پتھر نہیں چلائیں گے۔ (احمد۔ ابو یعلی)

۶۶۔ حدیث۔ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا گذر امام حسن کے پاس سے ہوا جبکہ وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ نے انہیں اٹھالیا اور فرمایا میں قربان۔ نبی علیہ السلام کے مشابہہ ہے نہ کہ علی کے رضی اللہ عنہ۔ (بخاری)۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ یہ آپ کے اس قول کی قوت رکھتا ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم امام حسن کے مشابہہ تھے۔

۶۷۔ حدیث۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ام ایمن کی زیارت کو جایا کرتے (مسلم)

۶۸۔ حدیث۔ پانچویں دفعہ چور کو قتل فرمایا۔ (ابو یعلی)

۶۹۔ حدیث۔ واقعہ غزوہ احد۔ (طیالسی طبرانی)

۷۰۔ حدیث۔ ایک دفعہ میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ میں نے دیکھا کہ آپ اپنے سے کسی چیز کو روک رہے ہیں جبکہ مجھے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ ! آپ کس چیز کو روک رہے ہیں ؟ فرمایا کہ دنیا میرے لئے پھیل رہی تھی تو میں نے اسے کہا کہ مجھ سے دور ہو جا۔ تو اس نے مجھے کہا کہ آپ مجھے پانے والے نہیں۔ (بزار) یہ وہ روایات ہیں جنہیں حافظ ابن کثیر نے مسند الصدیق میں مرفوع احادیث کے زمرے میں ذکر کیا ہے۔ اور ان سے کئی احادیث رہ گئیں جن کا میں نے نووی کے شمار کو پورا کرنے کے لئے تجسس کیا۔

۷۱۔ حدیث: فرد کو قتل کر دو۔ وہ لوگوں میں سے کوئی بھی ہو۔

(اقول و باللہ التوفیق۔ اس فرد سے مراد وہ شخص ہے جو کہ اجماع امت کی مخالفت کرے اور اپنی خواہش سے علیحدہ راستہ اختیار کرے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا **اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار** سواد اعظم کی پیروی کرو یعنی عقائد و اعمال میں اہل اسلام کی کثرت والی جماعت کی پیروی کرو۔ کیونکہ جس نے علیحدگی اختیار کی وہ تنہا کر کے آگ میں ڈالا جائے گا۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ اسکی شرح میں فرماتے ہیں اے **من انفرد عن الجماعته باعتقاد اوقول و فعل لم یکونوا علیه** ۔یعنی جو شخص اعتقاد۔ قول اور فعل میں جماعت سے علیحدگی اختیار کرے یعنی عقیدہ اور عمل ایسا اپنائے جو کہ اسلاف کا نہیں۔ تو اسے اہل جنت سے جدا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ)

۷۲۔ حدیث۔ غور کرو تم کن کے گھر بسا رہے ہو۔ اور کن کی زمین آباد کر

رہے ہو اور کن کی راہ میں چل رہے ہو (دیلمی)

۷۳۔ حدیث۔ مجھ پر درود شریف زیادہ پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتے کی ڈیوٹی لگائی ہے۔ تو جب میری امت میں سے کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے اس وقت آپ پر درود شریف پڑھا ہے۔ (دیلمی)

۷۴۔ حدیث۔ جمعہ سے جمعہ تک درمیان کی مدت کا کفارہ ہے اور جمعہ کے دن کا غسل کفارہ ہے الخ (عقیلی نے ضعفاء میں تخریج فرمائی)

۷۵۔ حدیث۔ میری امت پر جہنم کی گرمی حمام کی طرح ہو گی۔ (طبرانی)

۷۶۔ حدیث۔ اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کہ جھوٹ ایمان کے خلاف ہے (ابن لال نے مکارم الاخلاق میں تخریج کی)

۷۷۔ حدیث۔ جس نے بدر میں حاضری دی اسے جنت کی بشارت دو (دار قطنی نے افراد میں تخریج فرمائی)

۷۸۔ حدیث۔ دین یعنی قرض اللہ تعالیٰ کا وزنی جھنڈا ہے وہ کون ہے جو اسے اٹھانے کی ہمت رکھتا ہے؟ (دیلمی)

۷۹۔ حدیث۔ سورت یٰس کو معمہ کہا جاتا ہے۔ الخ۔ (دیلمی۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں)

۸۰۔ حدیث بادشاہ عادل جو کہ عاجزی اختیار کرنے والا ہو زمین میں اللہ تعالیٰ کا سایہ اور اس کا نیزہ ہے ہر دن رات میں اس کے لئے ساٹھ صدیقین کے اعمال اوپر پہنچائے جاتے ہیں (ابو الشیخ۔ ابن حبان نے کتاب الثواب میں تخریج فرمائی)

۸۱۔ حدیث۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے پروردگار! جو شخص فوت شدہ بیٹے کی ماں سے تعزیت کرے اس کے لئے کیا اجر ہے؟ فرمایا میں اسے اپنے (عرش کے) سایہ میں بٹھاؤں گا۔ (دیلمی)

۸۲۔ حدیث۔ یا اللہ! اسلام کو عمر بن الخطاب کے ساتھ پختگی عطا فرما۔ (طبرانی نے اوسط میں تخریج فرمائی)

۸۳ ۔ حدیث ۔ جو شکار کیا جاتا ہے اور جو خاردار درخت یا کوئی درخت کاٹا جاتا ہے تو تسبیح کی قلت کی وجہ سے (ابن راھویہ نے اپنی مسند میں تخریج فرمائی ۔)

۸۴ ۔ حدیث ۔ اگر میں تم میں مبعوث نہ کیا جاتا تو عمر مبعوث کیا جاتا الخ (دیلمی)

۸۵ ۔ حدیث ۔ اگر اہل جنت تجارت کرتے تو گندم کی تجارت کرتے الخ (ابو یعلی)

۸۶ ۔ حدیث ۔ جو شخص اپنے یا کسی دوسرے کی طرف بلاتا ہوا خروج یعنی بغاوت کرے جبکہ لوگوں پر حاکم عادل موجود ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ ۔ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے اسے قتل کردو ۔ (دیلمی)

۸۷ ۔ حدیث ۔ جس نے مجھ سے کوئی علم کی بات یا حدیث لکھی تو جب تک وہ علم یا حدیث باقی ہے اس کے لئے اجر لکھا جاتا رہے گا (حاکم نے تاریخ میں تخریج کی)

۸۸ ۔ حدیث ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طاعت میں ننگے پاؤں چلا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے فرائض کے متعلق سوال نہیں فرمائے گا طبرانی اوسط میں تخریج فرمائی (کیونکہ جس نے اطاعت خداوندی میں اس قدر مشقت برداشت کی کہ اپنی طبعی سہولیات کا بھی اہتمام نہیں کیا وہ فرائض خداوندی سے لا پرواہی کیونکہ کرے گا ۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ)

۸۹ ۔ حدیث ۔ جسے یہ بات اچھی لگے کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی گرمی سے سایہ عطا فرمائے اور اسے اپنے سایہ میں رکھے تو ایمان والوں پر سخت نہ ہو ۔ ان پر مہربان ہو ۔ (ابن لال نے مکارم الاخلاق میں اور ابو الشیخ نے کتاب الثواب میں تخریج فرمائی)

۹۰ ۔ حدیث ۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی طاعت کی نیت سے صبح کی اس کے لئے اللہ تعالیٰ اس دن کا اجر لکھ دیتا ہے گرچہ خطا ہوئی (دیلمی)

۹۱ ۔ حدیث ۔ جو قوم جہاد ترک کردے اللہ تعالیٰ انہیں عام عذاب میں مبتلا فرما دیتا ہے ۔ (طبرانی اوسط)

۹۲ ۔ حدیث ۔ بہتان باندھنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا (دیلمی)

۹۳ ۔ حدیث ۔ کسی مسلمان کو حقیر مت جانو کیونکہ چھوٹا مسلمان اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا ہے (دیلمی)

۹۴ ۔ حدیث ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری رحمت چاہتے ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو (ابو شیخ نے ثواب میں اور دیلمی نے تخریج فرمائی)۔

۹۵ ۔ حدیث ۔ میں نے رسول کریم علیہ السلام سے چادر کے متعلق پوچھا تو آپ نے پنڈلی کے موٹے حصے کو پکڑا ۔ میں نے عرض کی: میرے لئے زیادہ فرمائیں ۔ تو آپ نے اس موٹے حصے کے ابتدائی حصے کو پکڑا ۔ میں نے عرض کی اور زیادہ فرمائیں ۔ تو فرمایا اس سے نیچے میں کوئی خیر نہیں ہے ۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم ہلاک ہو گئے ۔ فرمایا: اے ابوبکر! درست رہو ۔ قرب حاصل کرو نجات پاؤ گے ۔ (ابو نعیم نے حلیہ میں)

۹۶ ۔ حدیث ۔ عدل میں میری ہتھیلی اور علی کی ہتھیلی برابر ہے (دیلمی عساکر)

۹۷ ۔ حدیث شیطان سے پناہ مانگنے میں غفلت نہ کرو ۔ کیونکہ گرچہ تم اسے نہیں دیکھتے ہو لیکن وہ تم سے غافل نہیں ہے (دیلمی ۔ مگر اسے مسند نہیں کیا)

۹۸ ۔ حدیث ۔ جس نے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے ۔ (طبرانی نے اوسط میں)

۹۹ ۔ حدیث ۔ جس نے یہ سبزی کھائی (لہسن) ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے ۔ (طبرانی اوسط)

۱۰۰ ۔ حدیث ۔ نماز کے آغاز میں اور رکوع و سجدہ میں ہاتھ اُٹھاتے (بیہقی نے سنن)

یہ اس وقت کی بات ہے جب تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع کرنے کے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین ہوتا تھا ۔ ازاں بعد منسوخ ہو گیا جس پر بیشمار احادیث شاہد عدل ہیں ۔ چنانچہ ترمذی ۔ ابوداؤد ۔ نسائی اور ابن ابی خیثمہ نے حضرت علقمہ سے

روایت کی قال قال لنا ابن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ مع تکبیرۃ الا فتتاح ۔ وقال الترمذی حدیث بن مسعود حدیث حسن و بہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم والتابعین ۔ ایک دفعہ ہم سے عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے سامنے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نماز نہ پڑھوں ؟ ۔ پس آپ نے نماز پڑھی اس میں سوائے تکبیر تحریمہ کے کبھی ہاتھ نہ اٹھائے امام ترمذی نے فرمایا کہ ابن مسعود کی حدیث حسن ہے ۔ اس سے رفع یدین نہ کرنے پر بہت سے علماء صحابہ کرام اور تابعین کا عمل ہے ۔

نیز حاکم اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت فرمائی قال رسول اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ترفع الایدی فی سبع مواطن عند افتتاح الصلوۃ استقبال والصفا والمروۃ والموقفین و الجمرتین ۔یعنی حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا کہ سات جگہ ہاتھ اٹھائے جائیں ۔ نماز شروع کرتے وقت ۔ کعبہ شریف کے سامنے منہ کرتے وقت ۔ صفا و مروہ پہاڑیوں پر دو موقف ۔ یعنی منی اور مزدلفہ میں اور دونوں جمروں کے سامنے ۔ اس حدیث کو بزار نے حضرت ابن عمر سے ۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے ۔ بیہقی نے ابن عباس سے طبرانی نے اور بخاری نے کتاب المفرد میں عبداللہ بن عباس سے کچھ فرق کے ساتھ بیان کیا ۔

۱۰۱ ۔ حدیث ۔ حضور علیہ السلام نے ابو جہل کا اونٹ ہدی بنایا ۔ اسماعیلی نے اپنی معجم میں ۔

۱۰۲ ۔ حدیث ۔ میری طرف دیکھنا عبادت ہے ۔ ابن عساکر

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توبہ

ہم اللہ تعالٰی کے اس قول کی طرف لوٹتے ہیں جو کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حکایت کے طور پر فرمایا انی تبت الیک و انی من المسلمین ۔ یعنی میں تیری طرف توبہ

کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ توبہ میں دو خطاب آئے ہیں۔ ایک عموم کے لئے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے! **وتوبو الی اللّٰہ جمیعا ایھا المؤمنون** ایمان والو! سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو۔ اور دوسرا خصوص کے لئے ہے **یایھا الذین آمنوا توبوا الی اللّٰہ توبۃ نصوحا**۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی توبہ کرو کہ آئندہ کو نصیحت ہو جائے۔ نصوح ہے **نصح** سے۔ یہ فعول کے وزن پر نصیحت میں مبالغہ کے لئے ہے۔ اسے نون کے ضمہ کے ساتھ نصوحا بھی پڑھا گیا ہے اس وقت یہ مصدر ہو گا۔ اور اس کا معنی ہے خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے توبہ کرو۔ بعض نے کہا کہ اس کا **اشتقاق نصاح** سے ہے اور یہ بمعنی خط ہے۔ یعنی بالکل خالص۔ کسی چیز کے ساتھ متعلق ہو نہ اسکے ساتھ کوئی چیز متعلق ہو۔ اور یہ طاعت پر کسی معصیت کی طرف سمٹے بغیر قائم رہنا ہے جیسا کہ لومڑی سمٹتی۔ اور اس کا نفس قدرت پانے پر معصیت کی طرف لوٹنے کی بات نہ کرے اور گناہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ترک کر دے جس طرح کہ اپنے قلب اور شہوت کے اجتماع کے ساتھ اپنی خواہش کی خاطر اس گناہ کا ارتکاب کیا تھا تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور خواہش سے پاک دل کے ساتھ حاضر ہوا اور اس نے سنت پر قائم رہتے ہوئے عمل صالح کو اپنایا تو اس کے لئے اچھے خاتمہ کی مہر لگ گئی۔ پس اس وقت اسے گذشتہ اچھائی پہنچ جاتی ہے اور یہ ہے توبہ نصوح۔ اور یہی بندہ بہت توبہ کرنے والا پاک صاف محبوب ہے اور یہ ان کے متعلق خبر دی گئی ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھائی کا فیصلہ پہلے ہو چکا کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **ان اللّٰہ یحب التوابین و یحب المتطھرین** اور جیسا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ ابو طالب مکی نے اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔

اور ابو محمد نے فرمایا: تائب پر کوئی شے برتری حاصل نہیں کرتی۔ اس دل عرش کے ساتھ متعلق ہے حتیٰ کہ نفس سے جدا ہو جاتا ہے۔ اسکی خوراک صرف اسی قدر ہے کہ زندگی باقی رہے۔ اپنی گذشتہ عمر پر غمگین ہوتا ہے اور مستقبل میں۔ تعمیل امر اور خواہش سے جدا رہنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ سب کچھ ہر چیز میں علم الیقین

استعمال کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔ پھر اعمال صالحہ میں مبالغہ چاہئے تاکہ ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ویدرؤن بالحسنتہ السیئتہ اولئک لھم عقبی الدار** ۔ یعنی وہ نیکی کے ساتھ برائی کو روکتے ہیں ۔ ان لوگوں کے لئے ہی دار آخرت کا اچھا انجام ہے ۔ یعنی گذشتہ برائیوں کو عملی اچھائیوں کے ساتھ دفع کرتے ہیں ۔ اسی لئے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تجھ سے برائی صادر ہو تو اسکے بعد نیکی کر۔ مخفی ' مخفی کے ساتھ اور اعلانیہ ' اعلانیہ کے ساتھ ۔ اور معاذ رضی اللہ عنہ کی وصیت میں فرمایا برائی کے پیچھے نیکی اختیار کرو اسے مٹادے گی ۔ ابو محمد فرماتے ہیں کہ اس مخلوق پر توبہ سے زیادہ کوئی چیز واجب نہیں اور ان پر توبہ گم کرنے سے زیادہ شدید عذاب اور کوئی نہیں ۔ **انتھی** ۔

اور یہ معلوم ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقام توحید کی اس حد تک پہنچے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا ساری مخلوق میں آپ کے سوا کوئی نہیں پہنچا ۔ اور ماسواء حق کا ترک کرنا ماسوی اللہ سے آنکھیں بند کرنا اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کی قدر شناسی کرنا اس کے لوازمات میں سے ہے ۔ کیونکہ آپ کو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات التسلیمات کا سردار بنایا گیا ہے ۔ اور اس سے ساری امتوں پر آپ کی سرداری لازم آتی ہے ۔ اور آپ کو سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وزیر اعظم بنایا گیا ہے آپ کے تمام اموال حسنات ۔ تمام اقوال حسنات اور تمام اعمال حسنات قرار دیئے گئے ۔ اور آپ کو اس سے اس قدر حصہ ملا ہے کہ ریت کے ذروں ۔ بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ ہے ۔ اور حضرت باری تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا ۔ تو آپ کو حق سبحانہ تعالیٰ کی جانب غیرت نے پکڑ لیا تو آپ نے غیر مولیٰ سے آنکھ بند کرلی ۔ اور کہا: میں ان سب سے تیری طرف توبہ کرتا ہوں ۔ پس کوئی حسنات ہیں نہ درجات جن پر میں بھروسہ کروں یا جن کی طرف مائل ہوں ۔ میں ان کی طرف دیکھنے اور ان کے ساتھ ٹھہرنے سے تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں ان مسلمانوں میں سے ہوں جنہوں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کردیا اور تیرے حکم کی لجام کی وجہ سے تیرے ارادے کے سلطان

کے سامنے جھک گئے۔ تو تجھ میں ان کی امید تیری معصیت کے وقت کم نہیں ہوتی۔ اور تیری طرف ان کی طاعت سے ان کا خوف زیادہ ہو جاتا ہے پس اپنے مجھے سوا کسی قول یا عمل کے سپرد نہ فرما۔ ابن عطاء اللہ اسکندری نے حکم کے آغاز میں کہا ہے کہ عمل پر اعتماد کی علامت یہ ہے کہ لغزش پائے جانے پر امید کم ہو جائے۔

ابن عباد نے ذکر فرمایا: حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے پاس نماز عشاء کے بعد حاضر ہوئے اور آپ کو دیکھا کہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ سجدہ گاہ پر نظر ہے اور سر جھکا ہوا ہے اور آدھی رات تک اسی طرح رہے۔ پھر رکوع سجدہ کیا اور دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے حتی کہ فجر کی روشنی کا وقت ہو گیا۔ آپ نے رکوع و سجدہ کیا۔ حضرت جنید نے سنا کہ سجدے میں دعا کر رہے ہیں: اے میرے اللہ! لوگوں نے تجھ سے پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا مانگا تو نے انہیں عطا فرمایا اور وہ اس پر تجھ سے راضی ہو گئے اور میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ایک قوم نے تجھ سے کائنات میں تصرف کرنا مانگا۔ تو نے انہیں عطا فرمایا۔ پس وہ اس پر تجھ سے راضی ہو گئے۔ اور میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یہاں تک کہ آپ نے بیس سے کچھ اوپر مقامات اولیاء شمار کئے۔ پھر سلام پھیرا۔ اور توجہ فرمائی تو مجھے دیکھ کر فرمانے لگے: یہاں کب سے بیٹھا ہے؟ میں نے عرض کی یا سیدی! نماز عشاء کے بعد سے۔ فرمانے لگے: اے جنید! میں تیرے لئے ایک چیز بیان کرتا ہوں جو تیرے لائق ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں۔ عرش اور جنت و مافیہا کی طرف بلند فرمایا پھر مجھے ساتویں زمین کے نیچے یعنی تحت الثریٰ تک نیچے اتارا۔ پھر مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کر کے فرمایا: جو چیز تجھے پسند آئی ہو مجھ سے طلب کر میں تجھے عطا کروں گا۔ میں نے عرض کی اے میرے پروردگار! کیا میں نے کوئی چیز دیکھی ہے کہ اسے پسند کرتا؟ فرمایا تو ہے میرا سچا بندہ۔ تو سچائی کے ساتھ میری خاطر میری عبادت کرتا ہے۔ جنید فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی! اے استاذ محترم! آپ نے اس سے اسکی معرفت کیوں نہ مانگی؟ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ نے ایسی چیخ ماری قریب تھا کہ آپ کی روح پرواز کر جاتی۔ اور فرمایا: تجھ پر افسوس میں نے اس پر اپنے سے غیرت

کی کیونکہ مجھے پسند نہیں کہ اسے اس کے سوا کوئی جانے۔ انتھی۔

پس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توبہ ماسوی اللہ کو دیکھنے سے ہے۔ پس آپ کا اسکے غیر کو دیکھنا آپ کے نزدیک گناہ ہے جس سے آپ استغفار کرتے ہیں۔ آپ کے بیٹے ابوالحسن البکری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ سے اس کے ماسوا سے استغفار کرتا ہوں۔ یعنی اسکی طرف مائل ہونے اور اعتماد کرنے سے نہ کہ دیکھنے سے۔ کیونکہ شے کو دیکھنے سے اس کے متعلق مکمل غور و فکر اور اس کا اعتبار کرنا لازم نہیں۔ و تراھم ینظرون الیک و ھم لا یبصرون۔ اور سیدی عمر بن الفارض رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

وان خطرت لی فی سواک ارادة

علی خاطری سھوا قضیت بردتی

اگر تیرے سوا کے بارے میں میرے دل میں بھول کر بھی ارادہ کھٹک جائے تو میں اپنے ارتداد کا فتویٰ دوں گا۔ یعنی اپنے مقام سے واپس لوٹنے۔ وہ لوٹنا مراد نہیں جو کفر ہے یعنی مرتد ہونا۔

عارف محی الدین ابو عبداللہ محمد بن العربی نے فرمایا: جس بندے کو مخلوق میں سے کسی صاحب حق پر متوجہ ہونے کی وجہ سے غفلت ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کے لئے اسکی عبودیت اسی مقدار کے مطابق کم ہو گئی۔ کیونکہ یہ مخلوق اس سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہے۔ جبکہ اسے اس پر غلبہ ہے تو وہ خالص بندہ خدا نہیں ہو گا اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف منقطع ہونے والوں کے نزدیک ان کا مخلوق سے منقطع ہونا سیر و سیاحت' اور جنگلوں کو لازم کرنا' لوگوں سے بھاگنا اور جاندار کی ملک سے جدا ہونا ترجیح پاتا ہے۔ کیونکہ وہ اسکی بدولت پوری کائنات سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ انتھی۔

چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے خالص بندہ آزاد تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں ماسوا سے آزاد فرمایا دیا۔ اور غیر کے ہر شائبہ سے ان پر رحمت سے توجہ فرمائی۔ اور اپنی نازل فرمودہ کتاب میں ان کے حق میں یوں گواہی دی وما لاحد عندہ من نعمة

تجزی الا ابتغاء وجه ربه الاعلی ولسوف یرضی ۔ یعنی کسی کا اس پر احسان نہیں جس کا صلہ دیا جائے سوائے اپنے پروردگار اعلیٰ کی رضا طلب کرنے کے ۔ اور وہ عنقریب راضی ہو گا غیر سے اپنے پروردگار کی طرف رجوع کی وجہ سے ۔ پس وہ عبد خالص کہہ رہا ہے کہ جیسے تو نے مجھ پر اپنے غیر سے توبہ کا انعام فرمایا حتی کہ میں نے تیری خاص توحید کے ساتھ تجھے ایک جانا پس میں نے کسی کو تیرا شریک نہیں ٹھہرایا میری خاطر اولاد میں اصلاح مقرر فرما کہ وہ ذات کے اعتبار سے مجھ سے ہیں اور روح کے اعتبار سے تجھ سے ہیں ۔ پس ان میں اپنے اوصاف کی بقا کے ساتھ ان کے اوصاف کو فنا کر کے ان کی اصلاح فرما ۔ پس ظاہر میں ان کے ناسوت کو چمکائے اور باطن میں ان کے لاہوت کو عام ہو ۔ اور استاذ محترم ابو المکارم نے فرمایا ہے

وقام یرقص ناسوت الوجودنا
کشفا فنظهروا لاهوت یخفیا

یعنی ظاہر میں ناسوت وجود ہمارے ساتھ رقص کرنے لگا پس ہم ظاہر ہیں جبکہ لاہوت ہمیں چھپاتا ہے ۔

عالم الامت ہمارے شیخ النفیشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا : قرآن پاک کے بعد میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سب سے عظیم معجزہ سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ کی زیارت ہے اور ہمارے شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے قول کا مصداق استاذ محترم بکری کا یہ قول ہے

فان شئت ان تلقی المحبین کلهم
فحسبک من کل الوری ان ترانیا

یعنی اگر تو تمام محبین کو ملنا چاہتا ہے تو ساری مخلوق سے تجھے یہی کافی ہے کہ ہمیں دیکھ لے ۔

اور اے بھائی ! حضرت نوح علیہ السلام کا قول دیکھ **رب ان ابنی من اهلی وان وعدک الحق** ۔ اے میرے پروردگار ! میرا بیٹا میرے اہل خانہ سے ہے اور بیشک تیرا

وعدہ برحق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا۔ ارشاد ہےانا منجوک واھلک کہ ہم تجھے اور تیرے اہل خانہ کو بچالیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو انہیں جواب دیا انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ کہ وہ تیرا بیٹا نہیں اس کے اعمال غیر صالح ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے جو صدیق اکبر کا قول حکایت فرمایا اصلح لی فی ذریتی اور ان کی اولاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھو اولئک الذین نتقبل عنھم احسن ماعملوا ونتجاوز عن سیئاتھم۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو ان کے اہل خانہ سے صرف اس کے برے عمل کی وجہ سے نکالا اور اس کا کوئی اچھا عمل نہیں ہے البتہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد کا عمل اگر اچھا ہوا تو قبول کیا جائے گا کیونکہ افعل التفضیل! جو کہ احسن ماعملوا میں ہے وہ اپنے دستور پر نہیں ہے۔ اور ان کا عمل برا ہوا تو اس سے درگذر ہوگی۔

واذا الحبیب اتی بذنب واحد

جاء ت محاسنہ بالف شفیع

یعنی جب محبوب سے ایک خطا ہوتی ہے تو اسکی خوبیاں ہزار سفارشی لے کر آجاتی ہیں۔ اور یہ ازلی سعادت اور ابدی سیادت ہے جو کہ کسی سبب پر موقوف نہیں جسے آل ابوبکر نے کسی آگے بھیجے ہوئے عمل یا کسی کار خیر کو عمل میں لانے کی وجہ سے نہیں پایا بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی سابقہ عنایت ہے

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔ اور امام۔ مجتہد مطلق ابو الحسن البکری رضی اللہ عنہ کا اس آیت کی تفسیر میں یہ فرمانا کہ آپ کی دعا جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی پہلی اولاد کے متعلق قبول فرمائی مجھے امید ہے کہ پچھلوں کے حق میں بھی قبول فرمائے گا یا اسی کے ہم معنی گفتگو فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اولیک الذین نتقبل عنھم الخ

۔ اسے مضارع سے تعبیر کرنا جو کہ اول و آخر۔ حال اور مستقبل کو عام ہے آپ کی امید کو ثابت کرتا ہے کیونکہ وہ اس بارے میں صریح ہے

تنبیہہ ۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کے والدین کے بارے میں نصیحت فرمائی اور آپ نے وصیت کو لازم کیا اور اس پر عمل کیا اور اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا جیسا کہ آپ کے مقام کے لائق ہے۔ رضی اللہ عنہ۔ اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا **عفواتعف نسائکم و بروا آباء کم تبرکم ابناء کم**۔ یعنی پاک دامن رہو تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی۔ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔ اور آپ کی اولاد کی اصلاح آپ کی نیکی ہے۔ تاکہ انہیں اپنی نیکیوں میں سے پائیں جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ تو گویا آپ عرض کر رہے ہیں: جیسے تو نے مجھے میرے والدین کے بارے میں نصیحت فرمائی میں تیری طرف رغبت کرتا ہوں اور اپنی اولاد کی اصلاح کی تجھ سے پوری جزا مانگتا ہوں تو آپ نے وہی کچھ مانگا جو کہ جائز الوقوع ہے۔ اور آپ کا سوال اللہ تعالیٰ کی نصیحت کے عین مطابق ہے اور قبولیت کا مقام حاصل کیا۔ پس وہ کچھ ہوا جو ہوا۔

فوائد

(فائدہ)۔ تسخیر کے فرشتے چار ہیں۔ حضرت جبریل۔ میکائیل۔ اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام۔ اور ان میں سے ہر ایک کے معاون فرشتے ہیں جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اور ان چاروں فرشتوں میں سے ہر ایک کی مخصوص وقت کی مخصوص دعا ہے تو جس نے اسکی خاص دعا خاص وقت میں مانگی اسی وقت قبول ہو گی۔ اور جو اس دعا اور وقت کو پہچاننا چاہئے تو کتاب شمس المعارف الکبریٰ کی طرف رجوع کرے۔

(دوسرا فائدہ) جو شخص کسی مرض۔ یا ظالم یا جسمانی یا مالی یا اولاد کی مصیبت میں مبتلا ہوا اسے اللہ تعالیٰ کی طرف پیش کر دے اس سے پہلے کہ اسے اس کے غیر کی طرف پیش کرے جیسے بیٹا۔ بیوی۔ بھائی یا ساتھی وغیرہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس پر نازل ہونے والی مصیبت فوراً دور فرما دیتا ہے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ یہ کبریت احمر اور عجیب و غریب راز ہے۔ اسے اپنے طبقات میں ذکر فرمایا

(فائدہ) جب تو چاہے کہ قبولیت تیرے ہاتھ میں ہو تو دو رکعت نماز ادا کر سلام پھرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود شریف پڑھ ازاں بعد یہ دعا مانگ

یاقوی	من	للضعیف	غیرک
یاقادر	من	للعاجز	غیرک
یاعزیز	من	للذلیل	غیرک
یاغنی	من	للفقیر	غیرک

یعنی اے قوی! کمزور کے لئے تیرے سوا کون ہے؟ اے قادر! عاجز کے لئے تیرے سوا کون ہے؟ اے عزیز! ذلیل کے لئے تیرے سوا کون ہے؟ اے غنی! محتاج کے لئے تیرے سوا کون ہے؟ تو قبولیت پالے گا۔ اسے ابن عباد نے شرح الحکم میں ذکر فرمایا ہے۔

(فائدہ) جب تو چاہے کہے

اللھم انی اسالک بالف احمد وحاء محمد ومیم احمد و دال محمد ان تصلی وتسلم علی سید نا محمد وان تفعل لی کذا و کذا ۔ مجرب اور نفع بخش ہے۔ ہمارے استاذ محترم شیخ محمد زین العابدین سے مروی ہے۔ اور یہ افضل دعا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔ کیونکہ یہ حمد کی جامع ہے۔ **انتھی**۔ اگرچہ قبولیت میں تاخیر ہو تو اپنے آپ کو نا امیدی سے بچا۔ صاحب الحکم نے فرمایا: دعا میں زاری کے باوجود عطا میں تاخیر تیرے نا امید ہونے کا موجب نہ ہو کیونکہ وہ اس چیز میں جو تیرے لئے وہ پسند فرمائے قبول فرمانے کا ضامن ہے۔ نہ کہ اس میں جو تو خود اپنے لئے پسند کرے۔ اور اس وقت میں ضامن ہوں۔ جو وہ چاہتا ہے نہ اس وقت میں جو تو چاہتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا جبکہ آپ نے کہا **ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم الخ** اور فرعون کے غرق ہونے میں چالیس سال کا عرصہ ہے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **قد اجیبت دعوتکما فاستقیما** یعنی تمہاری دونوں کی دعا قبول کی جا چکی ہے پس ہمارے طریقے پر ثابت قدم

رہو۔ **ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون۔** اور ان لوگوں کی راہ کی پیروی نہ کرنا جو نہیں جانتے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو کہ قبولیت دعا جلد طلب کرتے ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مصر سے فرعونوں کی جڑ کاٹ دی۔

(استطراد) تجھے معلوم ہو کہ اہل مصر بدوی ہوں یا شہری کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم کا نسب معلوم ہے اور ایک قسم کا نسب مجہول ہے۔ تو جو معلوم النسب ہیں وہ عربی قبائل ہیں جیسے بنی ہاشم۔ آل صدیق بنو عدی بنو حرام۔ بنو جذام۔ بنو محارب بنو قطاب۔ بنو سعد۔ بنو جہینہ۔ بنو ہوازن۔ بنو لوانہ۔ بنو مزینہ۔ اولادبقر۔ عزالہ۔ خرا علہ۔ جواشنہ وغیرہم۔ میں نے مقریزی کی ایک کتاب دیکھی ہے جس کا نام "**الاعراب فی سائر من دخل مصر من الاعراب**" ہے اس میں آپ نے تمام مشرقی قبائل جمع کئے ہیں۔ تو ان لوگوں کے نسب میں کوئی طعن نہیں بلکہ انہیں نسب کی بزرگی اور حسب پر فخر حاصل ہے۔ اور جس قسم کا نسب مجہول ہے تین احوال سے خالی نہیں۔

مجہول النسب مصریوں کے تین احوال۔

یا تو ان صحابہ کرام اور عربوں کی اولاد سے ہوں گے جو کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی معیت میں اور آپ کے بعد مصر میں داخل ہوئے کیونکہ ولید بن عبدالملک کے دور میں ۱۵۰۰ھ میں قیس کا ایک خاندان مصر میں آیا جن کی نسل چلی۔ اور جنگل سے ان کے ہاں جو لوگ بھی آئے ان کی تعداد محمد بن سعید کی حکومت میں چھوٹے بڑے ملا کر پانچ ہزار دو سو تک شمار کی گئی۔ اور یہ خمیر سے جدا ہیں۔ اور ان کی تعداد بڑھتی رہی اور وہ پھیلتے پنتپیے رہے۔ عرصہ دراز ہو گیا۔ نسب ضائع ہو گئے۔ تو یہ قسم قابل احترام نسب والی ہے۔ اور ان کی محبت واجب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عرب کی محبت ایمان سے ہے اور ان سے بغض منافقت ہے۔

مجہول النسب مصریوں کی دوسری قسم۔ یا تو یہ حضرات ان قبطیوں کی اولاد سے ہونگے جنھوں نے فتح مصر پر حضور علیہ السلام کے اصحاب کی معاونت کی اور قوت کے

ساتھ ان کی مدد کی ۔ اور تین انبیاء علیہم السلام ان کے داماد ہوئے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شرف بخشا۔ یوسف علیہ السلام نے عین الشمس کے مالک کی بیٹی کو بطور کنیز شرف بخشا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماریہ قبطیہ ام ابراہیم کو مشرف فرمایا ۔ تو اس قسم والے لوگ تکریم و تعظیم کے لائق ہیں ۔ کہ ان کے اصول کو تین انبیاء علیہم السلام کے سسرال ہونے کا شرف حاصل ہوا ۔ پھر اسلام میں ان کی نسل چلی اور مدت گذر گئی ۔ ان کے حقدمین مسلمان آباء واجداد ہیں ۔ تو اس وجہ سے ان کی بزرگی ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد تم پر مصر فتح ہو گا تو اس کے قبطیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کرنا کیونکہ تمہارے لئے ان سے دامادی اور ذمہ داری ہے ۔ اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابن رافع نے دلائل النبوۃ میں روایت فرمایا ۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وصال کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ قبط مصر کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا کیونکہ تم ان پر غالب آؤ گے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تمہاری قوت اور مدد گار ہوں گے ۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے ان کے ساتھ خیر کی تاکید کرنا کیونکہ وہ تمہارے لئے تمہارے دشمن کے خلاف طاقت اور مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہوں گے ۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ قبطیوں کے ساتھ خیر کی تاکید کرنا کیونکہ تم انہیں اپنے دشمن کے خلاف جنگ میں بہتر مدد گار پاؤ گے ۔ علاوہ ازیں اور احادیث صحیحہ بھی ہیں ۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ نصرانی تھے تو ان کی مسلمان اولاد کے ساتھ تیرا سلوک کیا ہو گا؟ ان کے لئے ناقابل انکار فضیلت حاصل ہے ۔

مجہولین کی تیسری قسم کے لوگ یا تو ہرقل کے اہل کار رومیوں کی اولاد ہونگے جو کہ مصر میں اس کا لشکر ہیں ۔ کیونکہ وہاں ہر قلی رومیوں کے لشکر کے اتنے گروہ تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ۔ مصر میں ان کی اولادیں ہوئیں اور ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت عطا فرمائی ۔ اور شہروں میں ان کی نسل جاری رہی ۔ تو ان کے لئے ایک

تو ان کے آباؤ اجداد کی حکومت کا فخر ہے اور خود ان کے لئے اسلام کا فخر ہے۔ کیونکہ ان کے آباء مصر کے بادشاہ اور حکام تھے۔ تو انصاف سے غور کر تو مصر کی ساری رعایا کو باعظمت پائے گا اور اسکی بات پر کان نہ دھر جو کہتا ہے کہ کاشتکار بلکہ غیر کا شتکار فرعون کی جنس سے ہیں کیونکہ اس کلام کی کوئی اصل نہیں۔ اور یہ بات وہ شخص کہتا ہے جسے تاریخ کا علم نہیں۔ اس سے اس کا مقصد مسلمان کی توہین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مصر سے فرعونوں کی جڑ کاٹ دی اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فلما اسفونا انتقمنا منهم فاغرقناهم اجمعين**۔ (الزخرف آیت ۵۵) تو جب انہوں نے ہمیں ناراض کر دیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا پھر ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ اور فرمایا**واترک البحر رهوا انهم جندمغرقون** (الدخان آیت ۲۴) اور سمندر کو تھما ہوا رہنے دو بیشک وہ ایسا لشکر ہے جسے غرق کیا جائے گا۔ نیز فرمایا: **و دمرنا ما كان يصنع فرعون وقومه وما كانوايعرشون**۔ (الاعراف آیت ۱۳۷) اور ہم نے برباد کر دیا وہ جو کچھ فرعون کیا کرتا تھا اور اسکی قوم اور جو وہ بلند مکان تعمیر کیا کرتے تھے۔ اور یہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ جو تو دیکھ رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف ہی شکوہ ہے۔ اسے خوب سمجھ لے کیونکہ یہ مسئلہ اس کتاب کے سوا اور میری کتاب **ادلة التسيلم فى فضل البحيرة على سائر الاقليم** کے سوا تو کہیں نہیں پائے گا۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ مجھ سے پہلے علماء تاریخ میں سے کسی نے یہ کام کیا ہو۔

تنبیہہ ۔ اللہ تعالیٰ کے قول **ونتجاوز عن سيئاتهم** میں ایک لطیف حکمت ہے جو کہ آل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت اور لطف و کرم پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے **نتجاوز** فرمایا نہ کہ **نكفر**۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے جو برائی رونما ہوتی ہے ہم ان پر اس کا شمار ہی نہیں کرتے گویا وہ ان سے بالکل صادر ہی نہیں ہوئی اور ملائکہ نے اسے لکھا ہی نہیں۔ یا تو حق سبحانہ و تعالیٰ کاتب پر نسیان طاری کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے یا اس سے پہلے کہ فرشتہ اسے برائی کی صورت میں لکھے اللہ تعالیٰ ان کے دل میں توبہ ڈال دیتا ہے پس وہ اسے نیکی کی صورت میں

لکھتا ہے۔ یا یہ کسی وجہ سے نہیں صرف ان کی خصوصیت ہے۔ کیونکہ نص صریح تاویل قبول نہیں کرتی اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ان کی برائیوں سے درگذر کرنے کی صراحت کرتی ہے تو اسے اس کے ظاہر کے خلاف پر محمول کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے مقام میں واقع ہے جبکہ آپ نے اپنی اولاد میں اصلاح کا سوال کیا تو گویا حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابوبکر! تیرے ہم سے سوال کرنے کی وجہ سے ہم نے تیری خاطر تیری آل کی اصلاح فرمادی اگر وہ اچھا عمل کریں تو ہم ان سے قبول فرمائیں گے اور اگر ان سے برائی سرزد ہوئی تو ہم ان سے درگذر فرمائیں گے۔ اور درگذر کی حقیقت یہ ہے کہ شمار ہی نہ ہو۔ کیونکہ جو کسی شے سے درگذر کرتا ہے اسکی طرف توجہ نہیں کرتا اور اس کے کرنے والے پر اسے شمار نہیں کرتا۔ اور اس صورت میں فاعل کی تعظیم و تکریم میں وہ مبالغہ ہے جو کہ اس کے لئے حاصل نہیں جس کی برائیوں کا شمار ہوتا ہے پھر اسے لاحق ہونے والی ندامت اور رسوائی کی وجہ سے معاف کردیا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تخصیص فرماتے ہوئے اپنے فضل و کرم سے ان سے درگذر فرمایا۔ **ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔**

پھر تجھ پر مخفی نہ رہے کہ ان کے گھر کا ستون۔ ان کا ممدوح گھر اور شمول و استغراق کے ساتھ انکے قطب دائرہ استاذ ابو المکارم البکری ہیں۔ کیونکہ استاذ سیدی عبد الوہاب الشعرانی نے اکابر اولیاء میں سے ہر ایک کا تعارف اس حد کے ساتھ کرایا جو ان کے ذہن میں حاضر ہو اس علامت کے ساتھ جو اسے واضح کرے اور اس تعریف کے ساتھ جو کہ اسکی ذات کی حقیقت کھول دے سوائے سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ کے۔ کیونکہ امام شعرانی نے ان کا تعارف کرانے سے عاجزی کا اعتراف کیا اور ان کے متعلق فرمایا کہ ان کا معاملہ صرف آخرت میں ہی ظاہر ہوگا۔

حضرت سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ کا تعارف

اسی لئے میں نے چاہا کہ حصول برکت کے لئے آپ کا کچھ تعارف بیان کروں۔

آپ نے خود اپنے تعارف میں یوں ارشاد فرمایا: فقیر کی ولادت بدھ کی رات ۱۳ ذوالحجہ ۹۳۰ ھ کے خاتمے پر ہوئی۔ شیخ ابو السرور البکری نے فرمایا کہ آپ کا وصال شب جمعتہ المبارک ۱۴ صفرا لمظفر ۹۹۴ ھ کو ہوا پھر حضرت استاذ محترم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے والد بزرگوار استاذ اعظم۔ مجتہد مطلق عالم ربانی ابو الحسن۔ تاج العارفین البکری الصدیقی کی گود میں نشو و نما پائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں انہیں تمام نعمتوں سے نوازے اور حظائر قدس سے ان کی تقدس کے ساتھ مشرف فرمائے اور میں نے اپنی عمر کے ساتویں سال کے اواخر میں قرآن کریم کا حفظ مکمل کیا۔ اور آٹھویں سال کعبتہ اللہ کے قریب مالکی مصلا میں رمضان پاک میں تراویح کی امامت میں قرآن پاک سنایا۔ اور اسی سال میں نے ابن مالک کا الفیہ حفظ کیا اور مکہ معظمہ کے جلیل القدر علماء کرام پر پیش کیا۔ ان کے شافعی علامہ اسماعیل القیروانی۔ ان کے مالکی عالم کامل محمد الحطاب الکبیر۔ اور ان کے حنفی مفتی دیار حلبیہ علامہ برکتہ المسلمین ابن بلاد ہیں جو کہ اس سال مکہ شریف میں مجاور تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک نے مجھے ان سب کی مشہور اجازت لکھ دی جس کی روایت اسے اور اس سے جائز ہے۔ اور میں نے امام الحجتہ المجتہد ولی اللہ الشیخ ابو اسحاق الشیرازی کی تنبیہہ کا حفظ جو کہ ہمارا امام اعظم محمد بن ادریس الشافعی رضی اللہ عنہ کی فقہ میں ہے اپنی عمر کے دسویں سال کے مکمل ہونے سے پہلے مکمل کیا۔ اور اسے اپنے شہر مصر کے اس وقت کے سربرآوردہ علمائے کرام پر پیش کیا۔ تو ان کے شافعی شیخ الاسلام ابوالعباس احمد الرملی۔ ان کے مالکی محقق العصر ناصرالدین اللقانی اور ان کے حنبلی قاضی القضاۃ شیخ الاسلام ابوالحسن طرابلسی ہیں اللہ تعالیٰ سب کے لئے اپنی رحمت عام فرمائے۔ اور میں نے اپنے والد بزرگوار کے درسوں میں بحث و استفادہ اور آپ پر مختلف علوم کی قراء ت کے لئے حاضر ہونا شروع کیا جو کہ اس وقت سے لے کر آپ کی وفات تک جاری رہا۔ اور یہ حاضری میری قراء ت سماعت اور فہم واخذ میں میرے حال کے اختلاف کے حوالے سے مختلف رہی۔ اور میں نے قرآن عظیم کی تفسیر کے درسوں میں اپنی قراءت اور دوسروں کی قراء ت کے ساتھ کئی بار مکمل حاضری کا شرف پایا۔ نیز امام بخاری کی صحیح کے زیادہ حصے کی

درایت اور اسکی باقی اس کے باقی حصے کی روایت ۔ صحیح مسلم اور اس کے علاوہ دوسری کتب سنت ۔ حدیث کے مجموعے اور کتب فقہ کے درس میں حاضری دی خلاصہ کلام یہ ہے کہ بحث اور خاص شاگردی کے سلیقوں کے طریقے سے میرے والد بزرگوار ۔ رضی اللہ عنہ کے سوا میرا کوئی شیخ نہیں ۔

اور میں نے سولہویں سال کی حدود میں کار تصنیف کا آغاز کیا پس اس وقت میں نے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی فقہ کی الاختصار کی شرح کی ۔ اور اس کے بعد مولفات قصیہ کے اجزاء اور صوفیہ کے رسائل کاملہ کی شروح لکھیں ۔ اور مجھے میرے والد بزرگوار رضی اللہ عنہ نے قوم کے طریقے پر کہ حق سے فیض پاکر روایت کے بغیر خلق پر پیش کرتے ہیں لوگوں کے سامنے گفتگو کرنے کی اجازت عطا فرمائی گرچہ یہ فیض الٰہی کے گھاٹ سے سیر ہونے کے ساتھ ہوتا ہے ۔ اور یہ اجازت ۹۴۸ ھ میں شوال کے آخر میں لوگوں کے سامنے اپنی گفتگو کی مجلس میں عطا فرمائی ۔

سیدنا محمد البکری کا بارگاہ نبوی سے فیض

اور میں نے قرآن کریم ۔ حدیث شریف اور فقہ کی قراءت کا آغاز ۹۵۱ ھ میں جامع ابیض کے نام سے مشہور مسجد میں کیا جو کہ میرے جد امجد اور والد بزرگوار رضی اللہ عنہما کے نام سے پہچانی جاتی تھی ۔ اور اسی سال میرے والد بزرگوار نے لوگوں کی ایک محفل میں فرمایا جبکہ آپ مکہ معظمہ میں اور میں مصر میں تھا کہ میرے بیٹے محمد کو اس سال جو فیض حاصل ہوا اگر میری جماعت کے بعض حضرات اور ان کے نامی گرامی فضلا : ساٹھ سال تک مشغول رہیں تو وہاں تک نہ پہنچیں ۔ اور آپ نے آخری حج میں مجھے فرمایا کہ اگر اس دفعہ میری حاضری ہوئی تو تربیت کرنے والا شیخ ہو گا ۔ تو جب آپ آئے تو میں آپ سے ملا اور عرض کی : والد بزرگوار ! کیا آپ نے میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا فرمایا ؟ فرمایا : ہاں ۔ بلکہ زیادہ ۔ میں نے تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی : میرے بیٹے محمد کے لئے کیا کچھ ہے ؟ تو فرمایا : اگر میں قریش کو بتا

دوں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا کچھ ہے تو غرور میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اور ۱۳ ربیع الاول شریف کی نماز ظہر کے بعد۔ پیر کے دن ۹۵۳ھ ۵۴ سال ۵۸ دن کی عمر میں میرے والد بزرگوار رحمتہ اللہ علیہ نے وفات پائی اور دار آخرت کی طرف آپ کے منتقل ہونے سے پہلے آپ کی اجازت سے میں جامع ازہر میں آپ کی تدریس کے مقام پر علوم شرعیہ تفسیر۔ حدیث اور فقہ پڑھانے کے لئے اور حقائق وتعارف کی زبان میں گفتگو کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ مجھ پر اس قدر احسانات فرماتا رہا کہ ستاروں سے بھی زیادہ بلکہ جب تک گردش فلک قائم ہے انہیں پورے طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا اور میں نے طریقت میں ترجمان الا سرار کے نام سے ایک منظوم دیوان لکھا کہ اسلوب شعری کے اعتبار سے کئی دفعہ اس کا بعض حصہ قبولیت کے نشانے پر بیٹھتا ہے۔ اور وہ درحقیقت قسم قسم کے مقاصد اور مشارع کا جامع خلاصہ ہے۔ اس کی ظاہری عبارات نورانی اور مفاہیم رحمانی ہیں۔ اس میں گفتگو ایسی صورت کی طرف نکل جاتی ہے جنہیں کند ذہن ایک پست کلام سمجھتا ہے اور اسے معلوم نہیں کہ یہ اوج معنوی ہے اور بیان کا طویل وعریض تفاخر ہے اس کا قصد کرنے والا اس کے ساتھ اس کے باطنی درجات تک بلندی حاصل کرتا ہے۔ جو کہ رفعت کے اعتبار سے ثریا کو ایک طرف کر دیتے ہیں بلکہ بلندی میں اس سے کہیں اوپر ہیں۔ اور وہ سمجھ نہیں سکا کہ کوائف غیب چننا ایک ایسا امر ہے جس کے سامنے ہمتیں حیران اور افکار پریشان ہیں اور اسکے تحت عقلیں دگرگوں۔

بسم اللہ کی ب کا نقطہ

پھر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے کہ مجھے جامع ازہر میں بسم اللہ شریف کے نقطے کے متعلق گفتگو کرنے کا انعام فرمایا جسے دو ہزار دو سو مجلسوں میں پورا کیا۔ اور آیتہ الکرسی کے اسم جامع کے آغاز میں الف کے بارے میں اس سے بھی زیادہ گفتگو کی۔ اور ابہام ربانی کے القاء سے دل نے سمجھا ہے کہ یہ عمر کا وظیفہ ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ فقیر کی اولاد میں اللہ تعالیٰ کوئی ایسا پیدا کر دے جو کہ میرے بعد اسے جاری رکھے۔

پھر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا ایک انعام یہ ہے کہ میرا نسب خلیفہ اعظم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ متصل ہے۔ فقیر کا نام ابو المکارم محمد ابوبکر ہے اور میرے والد بزرگوار رحمتہ اللہ عنہ نے میری کنیت ابوبکر رکھی

دوسری نعمت کی اصل یہ کہ میری جدہ مادری حضرت خدیجہ بنت الحافظ جمال الدین البکری ہیں۔ آپ ایک صالح خاتون تھیں۔ حرمین شریفین کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں تیس سال کے قریب اقامت پذیر رہیں حتی کہ مدینہ شریف میں وفات پائی۔ مدینہ والے محبوب علیہ السلام پر درود و سلام ہو۔ جس رات مصر میں میری ولادت ہوئی آپ نے مکہ معظمہ میں خواب میں دیکھا کہ مجھے اٹھا کر آپ کی خدمت میں لے جایا گیا۔ آپ نے مجھے اٹھایا اور کعبہ شریف کے سات چکر یہ دعا کرتے ہوئے لگائے سیدی! میں اسے تجھ سے عالم صالح مانگتی ہوں۔ فرماتی ہیں کہ کعبہ اللہ کی طرف سے ندا دینے والا کہہ رہا تھا اسکی کنیت ابو المکارم رکھو۔ میرا لقب زین العابدین ہے۔ اور میرے والد بزرگوار محمد ابو الحسن تاج العارفین ہیں۔ اور پھر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متعلق اپنا نسب حسب سابق تحریر فرمایا۔ اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اپنی نسبت بھی ذکر فرمائی۔ پھر فرمایا: بحمد اللہ تعالیٰ میری جدہ مادری بنی مخزوم سے ہیں۔ مجھے قریش کے تین گھروں نے جنم دیا ہے۔ بنوتیم بنو مخزوم اور بنو ہاشم۔ ذالک فضل اللہ تعالیٰ۔

پھر اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے دانہ اور گٹھلی کو پھاڑا اور عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اسکی شان کے لائق ہے میرا اس کے سوا کسی پر اعتماد ہے نہ اس کے سوا کسی پر بھروسہ۔ اور اس نے دھوکا کھایا جس کے دل میں گمان گذرا کہ میں اپنے حسب و نسب پر فخر کرتا ہوں پس اس نے گمان کیا کہ یہ کثرت سے فخر کرنا اور علم بلند کرنا ہے۔ ہرگز نہیں۔ میرے رب کی قسم یہ تو عطایائے الہیہ اور احسانات صمدانیہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ مقصد و ارادہ کو جاننے والا ہے ولا حول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔ استاذ محترم کی گفتگو ختم ہوئی۔

اور جب استاذ محترم اپنی عمر کے اٹھارہویں سال میں تھے تو حق تعالیٰ نے آپ کے

والد گرامی الشیخ محمد ابو الحسن رضی اللہ عنہ کی زبان پر جامع ابیض میں معاصر علماء کرام کے جم غفیر کی موجودگی میں درس تصوف کے دوران یہ الفاظ جاری فرمائے کہ میں اپنے اس بیٹے محمد کو جو کہ اس وقت حاضر تھے اجازت دیتا ہوں کہ کسی تیاری اور استعداد کے بغیر قوم کی زبان پر گفتگو کرے۔ اور جس نے خیانت کی نہ رہا۔ پھر استاذ محترم نے اپنے شاگردوں میں سے بعض کو فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ جس نے خیانت کی نہ رہا؟ عرض کی: نہیں فرمایا یہ صاحب درس شیخ کی طرف لوٹتا ہے شیخ جب درس تصوف کی طرف جانے کا ارادہ کرے پس اسکی عقل میں کوئی بات کھٹکے جسے اچھا جانے پس اس کا نفس اس سے مطالبہ کرے کہ اسے درس میں لائے۔ تو اگر یہ بات حاصل ہوتی تو اس کی طرف سے خیانت ہو گی۔ اور یہ ایسا مقام ہے کہ اسے صرف اس کے اہل حضرات ہی پہچانتے ہیں۔

اور صاحب ترجمہ استاذ محترم کے والد گرامی استاذ شیخ ابو الحسن کی والدہ عبادت گذار۔ شب زندہ دار اور صائم الدہر خواتین میں سے تھیں۔ اور ان کا ایک دستور تھا کہ آپ نے اٹھارہ سال جامع ابیض کی چھت کے اوپر خلوت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی لیکن از راہ ادب کبھی جامع کی چھت پر تھوکا تک نہیں۔ اور عجیب اتفاق کہ آپ اپنے بیٹے ابو الحسن رضی اللہ عنہ کے کجاوے کے مشابہہ تخت رواں پر جسے لوگ اٹھا کر چلتے ہیں بیٹھ کر حج و زیارت کا سفر کرنے اور اچھے ملبوسات زیب تن کرنے پر سخت اعتراض کرتی تھیں۔ اور ہمیشہ سخت کلامی فرماتیں حتی کہ ایک مدت گذر گئی۔ جبکہ آپ ان کے احترام میں ازحد مبالغہ فرماتے۔ حتی کہ آپ نے ایک دن ان سے عرض کی: اے بنت شیخ! کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان حاکم عادل رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں انہوں نے غضبناک ہو کر فرمایا: تو کون ہے جو ایسی بات کرے؟ آپ نے کہا کہ عنقریب آپ دیکھ لیں گی جس سے آپ کا انکار زائل ہو جائے گا۔ اور مجھے آپ کی ملامت سے چھٹکارا ملے گا۔ حضرت استاذ فرماتے ہیں کہ اس رات آپ نے اپنی خواب میں دیکھا کہ مسجد نبوی کے اندر موجود ہیں۔ اور روضہ انور میں بے شمار بڑی بڑی قندیلیں ہیں اور ان میں ایک قندیل بہت ہی بڑی ہے جو کہ حسن۔ روشنی اور صورت میں سب سے

زیادہ عظیم ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کس کے لئے ہے؟ آپ سے کہا گیا کہ یہ آپ کے بیٹے ابو الحسن کے لئے ہے۔ پھر وہ حجرہ شریفہ کی طرف متوجہ ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اور مجھے بھی دیکھا کہ میں اس لباس فاخرہ میں ملبوس ہوں جسے پہن کر سرکار علیہ السلام کے دربار عالی میں حاضر ہونے پر اعتراض فرماتی تھیں۔ فرماتی ہیں: کہ میں نے اپنے جی میں کہا اس مقام عالی میں ایسے کپڑے پہنتا ہے۔ فرماتی ہیں: کہ دربار عالیہ سے اس انکار پر مجھے جھڑکی ملی تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں توبہ کرتی ہوں۔ استاذ محترم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے اب تک انہیں مجھ پر اعتراض کا شائبہ تک نہیں کھٹکا۔ نہ ہی کسی طرح مجھے ملامت فرمائی الکوکب الدری کا اقتباس ختم ہوا

کرامت شیخ ابوالحسن الصدیقی رضی اللہ عنہ

یہ آپ کی کرامت مجھ سے عالم امت ہمارے شیخ النفیثی نے بیان فرمائی کہ جب ابوالحس البکری نے وقوف عرفات فرمایا تو ایک سائل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ پر قرض ہیں اور صاحب عیال ہوں اور ہم آپ کی غنا کے فضل کے محتاج ہیں آپ نے قلم دوات اور کاغذ منگوایا اور لکھا کہ ہم قدرت کے صراف کو حکم دیتے ہیں کہ اسے ہر روز ایک دینار سونے کا دیا کرے۔ ابوالحسن البکری آپ کا بحوالہ الکوکب الدری ایسا اتفاق ہوا کہ شیخ محمد البکری کی ولادت آپ کے والد گرامی کے حج کے سال ہوئی۔ تو جب آپ مکہ معظمہ پہنچے آپ کی والدہ محترمہ حسب دستور سابق لوٹا پکڑے ہوئے آپ سے ملیں۔ آپ نے اس سے پانی پیا اور والدہ محترمہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ فرمانے لگیں: اے ابو الحسن: امۃ القادر کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے؟ عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا اس کا کیا نام رکھا ہے؟ عرض کی: محمد۔ فرمایا اسکی کنیت کیا رکھی ہے؟ عرض کی: ابوبکر نے فرمایا: اے ابو الحسن! کیا فلاں رات میں بچے کی ولادت ہوئی ہے؟ عرض کی: جی ہاں فرمانے لگیں واللہ جب تیرا یہ بیٹا پیدا ہوا تو ملا ئکہ سے اٹھا کر مکہ معظمہ لائے۔ اور مجھ سے کہا یہ آپ کے بیٹے ابوالحسن کا بیٹا ہے۔ ابھی اسکی والدہ نے اسے کپڑے نہیں پہنائے تھے میں نے

اسے لے لیااور اپنی اس چادر میں لپیٹا اور چشمہ زمزم کے پاس لے گئی اور اسکے پانی سے اسے غسل دیا۔ اور اسے زمزم پلایا۔ اور اسے لے کر کعبتہ اللہ کے سات چکر لگائے۔ اور اسے ملتزم کے پاس لائی اور اسے کعبتہ اللہ تعالیٰ کے پردوں کے نیچے رکھ دیا۔ تو میں نے ندا سنی کہ اسکی کنیت ابو المکارم رکھو۔ پھر فرشتوں نے اسے مجھ سے لے لیا اور اسکی والدہ کی طرف لے گئے۔ اور آپ نے سب علوم شرعیہ اور تمام حکم ربانیہ اپنے والد ابو الحسن رضی اللہ عنہ سے حاصل کئے اور انہیں نہ چھوڑا کہ سنت۔ حقیقت فقہ۔ حدیث۔ تفسیر۔ نحو۔ صرف۔ معانی۔ بیان۔ قرات۔ تصوف وغیرہ کے لئے علماء اور عارفین کے طفیلی بنیں۔

آپ کا تعارف از شیخ امام عبد الوھاب الشعرانی رحمتہ اللہ علیہ

اور آپ کا تعارف الشیخ العارف القطب الفرد۔ الجامع بلا جماع اور گھوڑسوار قافلوں کے ذریعے اطراف واکناف عالم میں جنکے محلد پہنچے سیدی عبد الوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ نے اپنے طبقات میں یوں لکھا ہے۔ کہ آپ شیخ کامل علوم دینیہ اور عطایاء حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں راسخ۔ کامل بن کامل سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کی شہرت آپ کا تعارف کرانے سے بے نیاز ہے۔ اور کہنے والا ان کے حق میں کیا کہے جن پر اللہ تعالیٰ نے علوم۔ معارف اور اسرار اس انداز میں بہائے ہوں کہ ہماری معلومات کے مطابق ان کی معاصرین میں سے کسی کے متعلق یہ ثابت نہیں ہیں۔ جیساکہ آپ کے لئے ثابت ہیں۔ کیونکہ اس امر پر اجماع ہے کہ روئے زمین پر کوئی شہر ایسا نہیں جس میں مصر سے زیادہ علماء ہوں۔ جبکہ مصر میں ان کا ثانی کوئی نہ تھا۔ تو ان کی فضیلت کا انکار صرف وہی کرے گا جسے حسد اور بغض نے گھیر رکھا ہے۔ اور میں نے آپ کی معیت میں دو حج کئے ہیں۔ میں نے کسی کو خلق میں آپ سے زیادہ عظیم۔ ذات میں آپ سے زیادہ کریم۔ آداب معاشرت میں آپ سے زیادہ باجمال اور گفتگو میں آپ سے زیادہ شیریں بیاں نہیں دیکھا۔ آپ نے ظاہری و باطنی دونوں علوم پڑھائے اور ان میں

فتویٰ دیا۔ اور سب شہروں والوں نے آپ کی جلالت پر اجماع کیا ہے۔ اور اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ کی طرح آپ کی نشونما تقویٰ۔ پرہیزگاری۔ زہد اور عزت نفس پر ہوئی۔ یہاں تک کہ دنیا آپ کے پاس ذلیل و خوار ہو کر آئی۔ اور میں آپ کے ان مناقب سے متعارف ہوں جنہیں حضرات سننے کی ہمت نہیں رکھتے۔ اور یہ سب کچھ تجھ پر دار آخرت میں ظاہر ہو گا۔ کیونکہ آپ یقیناً بکری ہیں۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہیں۔ اور جو اس مرتبہ پر فائز ہو اسکے مناقب گنے نہیں جا سکتے۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف آپ کے نسب کے صحیح ہونے پر وہ واقعہ دلیل ہے۔ جو کہ میں نے مکہ شریف میں دیکھا۔ اور وہ یہ کہ حاسدوں میں سے بعض نے سیدی محمد کا ذکر غیبت کے ساتھ کیا پس میں نے ڈانٹا مگر وہ باز نہ آیا۔ پھر میں نے امام ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ تجھے میرے بیٹے محمد کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس سے مجھے آپ کے نسب کی صحت معلوم ہوئی اور اسی طرح یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص نے حضرت شیخ ابو الحسن رضی اللہ عنہ کی محفل میں مجھے برے لفظوں کے ساتھ یاد کیا جبکہ آپ خاموش ہیں۔ مجھے یہ خبر پہنچی تو میں نے اپنے جی میں اس کا برا منایا۔ تو میں نے امام ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت کی کہ آپ مجھے فرما رہے ہیں میں ا پنے بیٹے حسن کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور معافی چاہتا ہوں۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدہ آمین۔ یہ تعارف کی انتہاء ہے جسے طبقات میں ذکر فرمایا

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے منن میں فرمایا: ہمارے اس دور میں صوفیہ اور علمائے عاملین کی ایک جماعت ہے کہ کئی دفعہ ان کا انکار کرنے والا اس قابل نہیں ہو تا کہ ان کا شاگرد ہو جیسے سیدی محمد ابن الشیخ ابوالحسن البکری اور ان کے علاوہ آپ نے دیگر علماء اور صوفیہ کا ذکر فرمایا۔ اور فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں بعض منکروں پر پیش کیا۔ تو اس نے کہا کہ میں ان سے کسی کا معتقد نہیں ہوں مگر اس وقت جبکہ ان سے کرامت دیکھ لوں

۔ میں نے اس سے کہا کہ علم و عمل سے زیادہ باعظمت کون سی کرامت ہے۔ وہ میری بات کی طرف نہ آیا۔ تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور میری عمر کی قسم جو شخص اپنی ساری زندگی سیدی محمد البکری جیسی شخصیت کو دیکھے اور انہیں علوم و اسرار میں ایسی گفتگو کرتا ہوا سنے کہ عقلیں حیران رہ جائیں حالانکہ ان کی عمر ابھی تھوڑی سی ہے اور پھر معتقد نہ ہو تو ایسا شخص اس دور کے تمام اکابر کی مدد سے محروم ہے۔ کیونکہ یہ سیدی محمد مرتبہ کی ترجمانی میں گفتگو کے اعتبار سے اپنے دور میں حضور سیدی عبد القادر الجیلی رضی اللہ عنہ کی طرح ہیں

اور الاخلاق المتبولیہ میں فرمایا: اور ہمارے اس دور میں ایک جماعت وسعت رزق میں اس قدم پر ہے۔ ان میں سے سیدی محمد البکری ہیں۔ کیونکہ آپ کا کھانے۔ پہننے۔ سواری کرنے او نکاح کرنے کا انداز شاہانہ ہے باوجودیکہ اس کی راہ میں آپ کو کوئی پستی لاحق نہیں ہوتی آپ اپنے زمانے کے یگانہ روزگار ہیں۔ اس سلسلے میں اگر آپ کے معاصر فقراء میں سے کوئی ارادہ کرے کہ آپ کی پیروی کرے تو ہلاک و مضمحل ہو جاتے۔ اور سوائے پژمردگی اور رسوائی کے کچھ حاصل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ہمیں آپ کی برکات سے نفع بخشے۔

اور ۔ص نے فرمایا: شیخ عبدالوہاب نے جو شیخ محمد البکری کا تعارف لکھا اور انہیں ان پاکیزہ اوصاف اور قابل تحسین و آفرین مناقب کے ساتھ یاد کیا یہ سب کچھ آپ کے قطبیت غوثیت کے مقام تک پہنچنے سے پہلے ہے۔ خلاصتہ الکلام یہ کہ آپ اس جہان میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی نگاہ کرم میں ہیں اور اپنے اس قول کا مصداق ہیں کہ تو وجود کا شرق و غرب گھوم پھر کر دیکھ میری مثل اور میرا ہم شکل نہیں پائے گا۔ اور فرمایا: میری مثل کون؟ جبکہ میرا باطن کعبتہ المنیف ہے تجھے معمور میں عتیق دکھاتا ہے۔ غور کر تو معمور میں عتیق دیکھ لے گا کیونکہ عتیق پہلے خلیفہ حضرت صدیق ہیں۔ اور محمد البکری سے جو خلیفہ ظاہر ہوتا ہے اس میں تو عتیق دیکھے گا اور وہ صدیق ہے۔ تو آپ کی کلام میں معمور سے مراد وہ ہر زمانے میں صاحب رتبہ حالیہ ہے۔ اسی لئے اسے ال کے ساتھ معرفہ لایا گیا

جو کہ حال پر دلالت کرتا ہے جیسے کے اللہ تعالیٰ کا یہ قول الیوم اکملت لکم دینکم۔ اور ان معنوں پر محمول کرنے کا صحیح ہونا اس قول سے واضح ہے جو کہ اس سے پہلے نصف آخر میں آپ نے فرمایا کیونکہ ظہور میں حق کا جمل روشن ہو گا۔ پھر فرمایا: میرا ہم مثل کون ہے؟ جو کہ سابق شعر میں ہے۔ تو آپ نے بتایا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا جمل اس سے روشن ہو گا جو آپ سے ظہور پذیر ہو اور وہ آپ کی اولاد اور ان کی اولاد ہے۔ ختم اکبر تک۔ اور ہم نے جو کہا ہے حسن کا صاف طور پر مشاہدہ اس کی تائید کرتا ہے کیونکہ انوار حق کی تجلیات ہمارے استاذ محمد زین العابدین میں اور آپ کی اولاد میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فیوض عطا فرمائے اور آپ ہی اس زمانے میں صاحب رتبہ معمور و منظور ہیں۔ آپ کے جد امجد نے فرمایا پس میرا دروازہ پکڑ اور اسے لازم کر کیونکہ یہی دروازہ اللہ کا دروازہ ہے اور گھر بہت عجیب ہے کیونکہ ابو الحسن کا نام محمد ابوالحسن ہے۔ اور ان سے محمد زین العابدین ظاہر ہوئے اور محمد زین العابدین سے محمد زین العابدین ظاہر ہوئے۔ نیز محمد زین العابدین سے محمد زین العابدین ظاہر ہوئے اور ہمارے استاذ محمد زین العابدین سے محمد زین العابدین ظاہر ہوئے پس اب محمد ابوالحسن کے دروازوں محمد بن محمد بن محمد بن محمد پانچوں کو پکڑ لے۔ یہ حضرات مظاہر حق ہیں۔ اور نظائر میں ابن مالک کا قول کس قدر اچھا ہے الو' عالمون علمونا وارضون شذ والسنونا۔

بعض عارفین نے فرمایا: سب سے پہلے یہ مرتبہ جنہیں عطا فرمایا گیا سیدی عبدالقادر الجیلی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے بعد ابو المعزا المغربی۔ ان کے بعد سیدی ابو الحسن الشاذلی رضی اللہ عنہ۔ پھر ان کے بعد سیدی علی وفا رضی اللہ عنہ کو یہ مرتبہ عطا فرمایا گیا۔ اور سیدی علی وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جیسا کہ شعرانی نے اخلاق متبولیہ میں سیدی محمد المغربی الانصاری سے ان کی سیدی علی وفا تک سند کے ساتھ روایت فرمائی کہ آپ نے لوگوں کی جماعت کے سامنے فرمایا کہ آل صدیق سے محمد البکری نامی ایک شخص ظاہر ہو گا جو کہ احوال میں ہمارے مقام کا وارث ہو گا۔ اور جمع اور تفصیل ذوقی کی زبان پائے گا۔ اور ہمارا مرتبہ ناطقہ پائے گا۔ انتھی۔ پھر ان کے بعد سیدی شمس الدین

الحنفی رضی اللہ عنہ ۔ پھر ان کے بعد سیدی محمد البکری ۔ انتہی پھر آپ کے بعد صاحب زمان اور ختام دوان پر اجماع فرمایا ۔ جو کہ جب چاہے وہ کچھ کہہ دے جو کہ ابن الفارض نے فرمایا: ساری مخلوق اولاد آدم ہے ۔ صرف مجھے صحوالجمع کا فخر حاصل ہے میرے بھائیوں کو نہیں

وہ استاذ محمد زین العابدین البکری ہیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حیات میں وسعت فرمائے ۔ تو ان حضرات میں سے ہر ایک اپنی ذات میں تجھے عتیق دکھاتا ہے ۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ کے خلفاء میں سے ہر ایک حقیقت میں شریعت کی علامات اور شریعت میں حقیقت کے نشانات ظاہر کرتا ہے کیونکہ اس توجیہہ پر عتیق سے مراد البیت الحرام ہے اور وہ معمولات شریعت کا مقام ہے ۔ اور معمور وہ گھر ہے جو کہ چوتھے آسمان میں ہے اور وہ اسرار حقیقت کا محل ہے ۔ پس آل ابوبکر سے ظاہر ہونے والا خلیفہ قول ۔ فعل ۔ لباس اور کھانے پینے میں ایسے مظاہر حقیقیہ کو ظاہر کرتا ہے جنہیں سمجھنے میں علماء کو دقت ہوتی ہے یہاں دوسروں کا کیا مقام ۔ اور حقیقت میں وہ شرعیہ ہیں ۔ پس ان کی حقیقت سے ناواقف کہہ دیتا ہے کیا تو نے اسے توڑ دیا کہ اس کے حاضرین کو غرق کر دے ۔ اور یہ امر سیدی محمد البکری کی اولاد کے ساتھ خاص ہے ۔

کرامات سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ

الکوکب الدری میں فرمایا: آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک سال آپ نے حج کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر انوار کی زیارت کی ۔ جب روضہ شریف اور منبر کے درمیان بیٹھے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے مشافتہ خطاب فرمایا اور آپ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ میں اور تیری اولاد میں برکت فرمائے ۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانے والوں کو کثیر آسانیاں اور علم عظیم عطا فرمایا ہے اور زمانے کے خاتمے تک احاطہ برکات کا شرف بخشا ہے ۔ اور ضروری ہے کہ گھر میں ایک ایسا فرد ہو جو کہ ان پر خلیفہ ہو اور اس امر کا مشاہدہ ہے جس میں کوئی شک نہیں

ہے۔ اور استاذ محترم نے اس کی طرف اپنے قصیدہ بائیہ میں یوں اشارہ فرمایا ہے کہ۔

ہر دور میں ان میں سے ایک سردار ہوتا ہے جو کہ حق کی تائید فرماتا ہے اور شک کو مٹاتا ہے۔ اور یہ ایسی کرامت ہے جو کہ میرے نزدیک آپ کے عظیم مناقب میں سے ہے۔ کیونکہ سیدی عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ کے کشف نے ملک و ملکوت کے حجابات کھول دیئے اور آپ نے جنت۔ دوزخ اور حشر کے بارے میں گفتگو فرمائی اور کہا کہ یہ نقل سے نہیں بلکہ کشف سے بیان کر رہا ہوں۔ اور اس کے باوجود آپ کا کشف سیدی محمد البکری کے اشارات سے ان کے عالیمقام ہونے کی وجہ سے عاجز رہا۔

کرامت

امام شعرانی نے اپنی کتاب عقود العہود میں فرمایا ہے: کہ حسین پاشا امیر عمر بن عیسیٰ پر ناراض ہو گیا جو کہ بحیرہ کے حاکم تھے۔ اور انہیں حاضر کرنے کے لئے سپاہی بھیجے اور ارادہ کیا کہ جیسے ہی حاضر ہو اسے قتل کر دوں گا۔ سپاہیوں نے انہیں حاضر کیا اور قلیوب کے نزدیک پہنچے تو امیر عمر نے انہیں کہا کہ میں تمہارے احسان کی وجہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے شیخ محمد البکری کے دروازے پر سے گذارو تاکہ ان سے حسین پاشا کے پاس سفارش کرنے کو عرض کر سکوں۔ سپاہی مان گئے۔ جب استاذ محترم رحمتہ اللہ علیہ کے دروازے پر پہنچے۔ ظہر کا وقت تھا استاذ محترم کے متعلق پتہ کیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ اس وقت اندرون خانہ ہیں ملاقات ممکن نہیں۔ پس وہ چلے گئے اور استاذ صاحب کی ملاقات نہ ہوئی۔ لیکن سپاہیوں سے فرمایا کہ میں تم سے اتنی درخواست کرتا ہوں کہ مجھے شیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ کے پاس لے چلو۔ انہوں نے قبول کر لیا۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے مطالبہ کیا کہ ان کے بارے میں حسین پاشا سے بات کروں۔ میں نے کہا کہ اس شخص سے میری ملاقات نہیں لیکن میں شیخ محمد البکری کے پاس جاتا ہوں اور آپ کے متعلق ان سے سفارش طلب کرتا ہوں۔ اور یہ کہ آپ کے بارے میں جلد اقدام نمائی فرمائیں۔ اور میں نے ان کے لئے دعا کی۔ سپاہی انہیں لے کر چلے گئے۔ میں نے مدرسہ سے نکل کر شیخ محمد بکری رضی

اللہ عنہ کی طرف رخ کیا اور ان کے بارے میں گفتگو کی۔ تو آپ نے فرمایا: مولانا! میں اسکے متعلق اس کے ماموں کو نصیحت کرتا ہوں۔ اور اس سے زیادہ مجھ سے کچھ نہ فرمایا۔ اور آپ پر ایک شدید کیفیت طاری ہو گئی میں وہاں سے دلگرفتہ ہو کر چلا آیا کہ میں نے وہاں جانے کے متعلق کہا تھا مگر آپ نے مجھے ایسا جواب دیا جس کا کوئی مقصد معلوم نہیں ہوتا۔ ادھر تو یہ صورت حال پیش آئی۔

امیر عمر کی والدہ نے جو کہ سفید رنگ کی لونڈی تھی جب اپنے بیٹے کے متعلق ایسی صورت میں آنے کا سنا تو پاشا کے حرم میں آئیں۔ اس وقت پاشا اپنے حرم میں موجود تھا۔ اسے خبر ملی کہ امیر عمر پہنچ گئے ہیں۔ وہ لباس پہننے لگا کہ دیوان قصر پہنچے۔ امیر عمر کی والدہ نے آکر حسین پاشا کے ساتھ اپنے بیٹے کے بارے میں گفتگو کی۔ پاشا نے پوچھا کہ تو کس علاقہ سے ہے۔ کہنے لگی فلاں بستی اور فلاں خاندان سے ہوں۔ پاشا نے پوچھا تمہارا کوئی بھائی بھی ہے؟ کہنے لگی ہاں۔ اس کا یہ نام ہے۔ اور اسکی ایک علامت مجھے معلوم ہے اور اس کے کندھے میں ایک داغ ہے۔ تو اس سے پاشا نے کہا کہ میں تیرا بھائی ہوں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا اور معانقہ کیا۔ اور استاذ محترم کی کرامت ظاہر ہو گئی اور ان کا مجھے یہ کہنا کہ میں اس کے متعلق اسکے ماموں کو نصیحت کرتا ہوں۔ اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔ پس پاشا امیر عمر کے پاس آئے اور انہیں واقعہ بیان کیا۔ اور انہیں خلعت پہنائی اور انہیں ان کے منصب پر لوٹا دیا۔ شیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی خلعت کے ساتھ سیدھے میرے پاس آئے اور مجھے سارا واقعہ سنایا اور میرا شکریہ ادا کیا۔ میں نے کہا کہ یہ سیدی محمد البکری کی برکت ہے۔ اور ان کی خدمت میں اپنی حاضری کا واقعہ بیان کیا اور میں نے کہا کہ ان کی خدمت میں جائیں اور شکریہ ادا کریں۔ پس وہ استاذ محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کی توجہ حاصل کی۔

تو اس کشف کے مشمولات پر غور کرو جن کا غیب ایسے شخص پر واضح نہیں جس کے کشف نے حجابات کھول دیئے

شیخ محمد مغربی شاذلی رحمتہ اللہ علیہ جن وصال ۷۹۳ھ کے اواخر میں ہوا فرماتے ہیں

کہ وہ ایک سال بیت اللہ الحرام کے حج کے لئے گئے۔ اور حج شریف میں شیخ محمد البکری موجود تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ عالیہ چلا گیا علی ساکنہا افضل الصلوۃ و السلام ایک دن مزار پر انوار کی زیارت کے لئے داخل ہوا تو دیکھتا ہوں کہ شیخ محمد البکری حرم نبوی میں موجود ہیں اور درس دے رہے ہیں جس کے دوران آپ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ کہوں کہ اب میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ فرمایا: مجھے پتہ چل گیا کہ آپ کو قطبانیت کبری عطا کی گئی ہے اور یہ اسکی زبان حال ہے۔ میں جلد آپ کے خدمت میں پہنچا اور قدمین شریفین کو بوسہ دیا۔ اور شرف بیعت حاصل کیا۔ اور میں نے اولیاء کو دیکھا کہ پروانوں کی طرح گر رہے ہیں۔ جو حیات ظاہری میں تھے وہ جسموں کے ساتھ اور جو وفات پاگئے وہ روحوں کے ساتھ۔ اور میں نے فوراً ابن الفارض کا بیت پڑھا کہ شش جہات سب کی سب میری طرف عبادات۔ حج اور عمرہ کے ساتھ متوجہ ہو گئیں۔

کرامت

ایک دن آپ سیر کے لئے نکلے اور اپنے خدام میں سے ایک شخص سے فرمایا: جاؤ ہمارے لئے کھانا خرید کر لاؤ۔ اس نے عرض کی: یا سیدی! جس کے پاس پیسے ہیں وہ ابھی نہیں آیا۔ استاذ محترم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارا خرچ سوائے واحد احد کے کسی پر موقوف نہیں۔ اور ایک درخت کے پتے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسے توڑا اور اس شخص کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس نے دیکھا تو دینار ہے۔ فرمایا جاؤ اور ہمارے لئے کھانا خرید کر لاؤ۔ حاضرین سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ میں نے اسے الکوکب الدری سے نقل کیا ہے۔

اس میں فرمایا کہ تکالیف برداشت کرنا آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت ہے یہاں تک کہ یہ آپ کی جبلت بن چکی تھی خصوصا منکر اور دشمن سے۔ کیونکہ صاحب فضیلت انسان گو کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہوں حاسد یا دشمن کے وجود سے خالی نہیں۔ حضرت سیدی ابوالفضل الاحمری رضی اللہ عنہ نے یوں ہی فرمایا ہے۔ حق

سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی جبلت میں تمام قابل تحسین اور پسندیدہ اخلاق پھیلا دیئے تھے۔ اور آپ کے دور میں آپ کے ابنائے جنس میں سے کوئی بھی آپ سے زیادہ وسیع الصدر اور تکالیف برداشت کرنے والا نہ تھا۔ اس کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے جبکہ آپ درس سے باہر تشریف لا رہے تھے آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔ آپ نے اسے ہاتھ کے ساتھ صاف کر دیا اور فرمایا پاک چیز پاک پر ہے اسی طرح ایک شخص نے آپ کے لئے اپنی آستین میں گندگی چھپا رکھی تھی جبکہ آپ کسی دوسرے وقت میں درس سے باہر آ رہے تھے۔ آپ نے اسے اسکی آستین میں ہی قابو کر لیا حتیٰ کہ باہر نکل کر اسے پھینک دیا۔ پھر اس شخص کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے۔ اور ایسی بے شمار چیزیں ہیں۔ انتھی اور جس نے حضرت صدیق اللہ عنہ کی وراثت پائی ہو اور اپنے دور کا سید الصدیقین ہو اسے یہ حوصلہ کوئی عجیب بات نہیں ایک شخص نے آپ کے جد اعلیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں واللہ تجھے وہ گالی دوں گا کہ قبر تک تیرے ساتھ جائے۔ فرمایا: اے میرے بھائی! تیرے ساتھ جائے گی نہ کہ میرے ساتھ۔

کرامت متعلقہ اسم اعظم

حضرت محمد البکری کے وسیلہ سے دعا

الکوکب الدری میں فرمایا کہ آپ کی ایک کرامت یہ ہے جسے شیخ محمد بن ابو القاسم المالکی نے ذکر فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے استاذ محترم رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مجھے اسم اعظم کی تعلیم دیں۔ آپ نے میرے ساتھ وعدہ فرمالیا۔ وعدہ لمبا ہو گیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ میرے ساتھ حضرت کا وعدہ طویل ہو گیا۔ جانے کب تک؟ اچانک دیکھتا ہوں کہ استاذ صاحب رضی اللہ عنہ میرے پیچھے کھڑے ہیں۔ آپ نے مجھے دھکیلا تو اپنے آپ کو جبل قاف کے پیچھے پاتا ہوں۔ میں نے وہاں تین اشخاص کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف پایا۔ میں نے ان پر سلام کہا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے

پوچھا آپ اس جگہ کیا کرتے ہیں ؟ کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اسے وحدہ لاشریک مانتے ہیں اسکی عبادت کرتے ہیں اور کسی کو اسکی عبادت میں شریک نہیں ٹھہراتے ۔ اور جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں اس وقت سے لے کر آج کے دن تک اس پہاڑ میں اسی حالت پر ہیں ۔ اور ہم میں سے ہر ایک پر ایک دن ذمہ داری ہے پس وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے ۔ تو ہم پر آسمان سے دستر خوان نازل ہوتا ہے اور ہم وہ حلال پاک رزق کھاتے ہیں جو ہمیں اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے ۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا میں تین دن تک آپ لوگوں کے ساتھ رہ سکتا ہوں ۔ فرماتے ہیں کہ انہوں نے قبول کر لیا اور اپنی عادت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تو ان پر دستر خوان نازل ہو جاتا ۔ جب چوتھا دن آیا تو کہنے لگے کہ آج کا دن تمہارا ہے اگر ہمارے پاس رہنے کا ارادہ ہے تو تم دعا کرو ۔ ورنہ نہیں ۔ فرماتے ہیں کہ میں نے سچی نیت کے ساتھ ہاتھ پھیلائے اور یہ دعا مانگی : یا اللہ ! میں تیری جناب میں وہی دعا کرتا ہوں جو تجھ سے تیرے یہ بندے مانگتے ہیں کہ تو ہم پر وہی دستر خوان نازل فرما ۔ فرماتے ہیں کہ ابھی کلام پوری نہیں ہوئی کہ دسترخوان اتر آیا انہیں اس سے تعجب ہوا ۔ پھر انہوں نے کھانا کھایا ۔ جب فارغ ہوئے تو کہنے لگے کہ تجھے اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے پوچھتے ہیں تو نے اللہ تعالیٰ سے کیا دعا مانگی ہے کہ اس نے تجھے اس کرامت سے نوازا ؟ میں نے کہا اگر تم بتا دو تو میں بھی بتا دوں گا ۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو یہ دعا کرتے ہیں **اللھم انت ربنا ورب کل شئی نسائلک ببرکات سیدی محمد البکری الامانزلت علینا مائدۃ من السماء** ۔ یااللہ ! تو ہمارا رب ہے اور ہر چیز کا رب ہے ہم تجھ سے سیدی محمد البکری کی برکات کے وسیلے سے مانگتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے دستر خوان نازل فرما ۔ تو ہم پر شیخ کے نام کی برکت سے آسمان سے دستر خوان نازل ہو جاتا ہے ۔ اور آج تک ہمارا یہی معمول ہے ۔ فرمایا کہ میں نے یوں عرض کی : یااللہ ! میں تجھ سے وہی دعا کرتا ہوں جو یہ تیرے بندے تجھ سے کرتے ہیں ۔ پس اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی ۔ ابھی ان کے ساتھ میری گفتگو پوری ہوا ہی چاہتی ہے کہ میری پچھلی سمت سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا ۔ میں نے دیکھا کہ سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے ۔

جس نے مجھے کھینچ لیا تو اپنے آپ کو حضرت کی مجلس میں بیٹھا ہوا پاتا ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس سے توبہ کی جو کچھ مجھ سے صادر ہوا۔ انتھی

تجھے اس کی طرف سے اشارہ ہی کافی رہے گا اور اسے جمال کے ساتھ محفوظ محجوب رہنا ہے۔

خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے لے کر ہمارے دور کے قطب ہمارے شیخ محمد بن زین العابدین تک (اللہ تعالیٰ ان کی توجہات کے ساتھ ہماری مدد فرمائے) ان میں سے جو ستارہ بھی غروب ہوا اس کے بعد اصلح لی فی ذریتی کا چاند طلوع ہوا۔ اور ان کی اصلاح ہے کہ ان میں سے ہر خلیفہ اپنے ماقبل سے اعظم ہوتا ہے اور یہ وہ دعا ہے کہ قبول فرمائی گئی

بشارت متعلقہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ

یمن کے بوڑھے سے ملاقات اور بات چیت

ہم اللہ تعالیٰ کے قول انی تبت الیک وانی من المسلمین کی طرف لوٹتے ہیں ۔ کتاب المختار فی مناقب الاخیار سے علامہ ابو السعادات بن الاثیر رحمتہ اللہ علیہ کے ترجمہ میں یہ بات مجھ سے نقل کی گئی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت شریفہ سے پہلے میں نے یمن کی طرف سفر کیا اور ازد کے ایک شیخ کے پاس ٹھہرا جس نے بے شمار کتابیں پڑھی تھیں اور علم کثیر رکھتا تھا۔ تین سو نوے سال کی عمر تھی۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا میرے خیال میں تو حرم کا رہنے والا ہے ؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا ہاں میں اہل حرم سے ہوں۔ کہا میرے خیال میں تو تیمی ہے ؟ میں نے کہا: ہاں میں بنو ہاتیم بن مرۃ سے ہوں میں عبداللہ بن عثمان بن عامر ہوں۔ کہنے لگا تجھ میں ایک چیز باقی رہ گئی۔ میں نے کہا: وہ کیا ؟ کہنے لگا میرے سامنے اپنا پیٹ کھولو۔ میں نے کہا میں یہ کام

نہیں کروں گا یا پھر مجھے اصل صورت حال بیان کرو۔

کہنے لگا میں صحیح۔ پاک اور سچے علم میں لکھا پاتا ہوں کہ حرم میں ایک نبی مبعوث ہو گا جس کے کام پر ایک نوجوان اور ایک ادھیڑ عمر آدمی تعاون کرے گا۔ رہا نوجوان وہ تو وہ سختیوں میں بلا تکلف داخل ہونے والا اور مشکلات کو دور کرنے والا ہو گا۔ رہا ادھیڑ عمر کا انسان تو سفید رنگ کمزور جسم والا۔ اس کے پیٹ پر ایک داغ ہو گا اور اسکی بائیں ران پر ایک علامت ہو گی۔ اور کوئی حرج نہیں اگر تو مجھے اس کا مشاہدہ کرادے جو میں چاہتا ہوں ۔ بیشک باقی صفات تجھ میں پوری ہیں سوائے ایک مخفی چیز کے۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ میں نے اپنا پیٹ کھولا۔ اس نے میری ناف سے اوپر ایک سیاہ داغ دیکھا تو کہہ اٹھا کہ کعبہ کے رب کریم کی قسم تو ہی وہ ہے۔ میں پیشگی تجھے اس کام کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اس سے بچنا۔ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ کہنے لگا: اپنے آپ کو ہدایت سے گریز کرنے سے بچانا اور طریقہ وسطی کو مضبوطی سے تھامنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تجھے جو مال و دولت عطا فرمایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یمن میں اپنا مقصد پورا کیا پھر شیخ کو الوداع کرنے اس کے پاس آیا تو اس نے کہا کیا تو میرے وہ چند اشعار لے جائے گا جو کہ میں نے اس نبی علیہ السلام کی شان میں کہے ہیں؟ میں نے کہا: بالکل لے جاؤں گا۔ تو وہ اشعار پڑھنے لگا۔

کیا تو نے دیکھا نہیں کہ میں اپنے اہل وعیال اور اپنی جان جب کر چکا اور میں قبیلے میں ضعیف ہو چکا

میں نے ۳۹۰ سال امن کے ساتھ زندگی بسر کی اور آدمی کے لئے گذشتہ ایام میں عبرت ہے۔

اور اس نے کئی ایک اشعار کہے ان میں سے یہ قول بھی ہے

مجھ سے میری قوت کا شعلہ بجھ چکا اب بوڑھا ہو چکا ہوں مزدوری نہیں کر سکتا۔

جس شہر میں بھی فروکش ہوا ہوں اللہ تعالیٰ سے آہستہ بھی اور علی الاعلان بھی دعا کرتا رہا

ہوں ۔ پس رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں میری طرف سے سلام عرض کرنا کیونکہ میں انہیں کے دین پر زندہ ہوں اور قائم ہوں ۔

حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ میں نے اسکی وصیت اور شعر یاد کر لئے اور مکہ معظمہ آگیا جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اعلان نبوت فرما چکے تھے ۔ میرے پاس عقبہ بن ابی معیط ۔ شیبہ بن ربیعہ ۔ ابو جہل بن ہشام اور دیگر سرداران قریش آئے ۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا تمہیں کوئی حادثہ پیش آگیا ہے یا تم میں کوئی خاص معاملہ رونما ہوا ہے ۔ کہنے لگے : اے ابوبکر! ایک زبردست معاملہ اور بہت بڑا حادثہ پیش آگیا ۔ یتیم ابو طالب گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے ۔ اگر تو نہ ہوتا تو ہم انتظار نہ کرتے اب جبکہ تو آگیا ہے تو اس سلسلے تو ہی کافی ہے ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں حیلے کے ساتھ واپس کر دیا ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ہیں میں نے دروازہ کھٹکھٹایا ۔ آپ باہر تشریف لائے ۔ میں نے عرض کی : اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) آپ اپنے قبیلے کے مکانات میں نہیں ملتے انہوں نے آپ پر فتنے کی تہمت لگائی ہے اور آپ نے اپنے آباء واجداد کا دین ترک کر دیا ہے ۔ آپ نے فرمایا : اے ابوبکر! میں تیری طرف اور سب لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں پس اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ ۔ میں نے کہا : اس پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے ؟ فرمایا : وہ بوڑھا جس سے یمن میں تمہاری ملاقات ہوئی ۔ میں نے کہا : یمن میں کئی بوڑھوں سے میری ملاقات ہوئی اور ان سے خرید و فروخت اور لین دین کیا ۔ فرمایا : وہ بوڑھا جس نے تجھے اشعار عطا کئے ۔ میں نے عرض کی : یا حبیبی ! آپ کو اسکی خبر کس نے دی ؟ فرمایا : اس عظیم فرشتے نے جو کہ مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر آتا رہا ۔ میں نے عرض کی : اپنا دست کرم بڑھائیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ۔ میں واپس ہوا دراں حالیکہ دونوں پہاڑوں کے درمیان رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وجہ سے مجھ سے زیادہ کوئی خوش نہ تھا ۔ انتہی ۔

انی تبت الیک ۔ میں تیری بارگارہ میں تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سوال جواب کرنے اور اس کے بعد ان سے دلیل طلب کرنے سے توبہ کرتا ہوں وانی من المسلمین اور میں قولا عملاً اور اعتقاداً تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں ۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مرتبہ مقام کے لائق یہی ہے غور کرو۔

مسئلہ توبہ

اور صاحب القوت نے یوں فرمایا کہ توبہ سے تو نبی علیہ السلام اپنے کو بڑا نہیں جانتے تو اور کون ہے ؟ اور ہر مقام کی ایک توبہ ہے ۔ اور ہر مشاہدہ ومکاشفہ کے لئے توبہ ہے ۔ توبہ اس توبہ کرنے والے اور رجوع کرنے والے کا حال ہے جو کہ مقرب بار گاہ خداوندی ہے اور اس کے ہاں محبوب ہے ۔ انتھیٰ ۔

توبۃ النصوح کی حقیقت

اور قرآن کریم میں ہے واتبع سبیل من اناب الی اسکی راہ کی پیروی کرو جو کہ میری طرف رجوع کرتا ہے ۔ تفسیر میں فرمایا کہ وہ ابوبکر ہے ۔ پھر قوت میں منیب پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مقام ہے اس کا جو کہ کئی اشیاء کی آزمائش میں مبتلا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے تاکہ اپنے مولا کو دیکھے یعنی اپنے قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف یا اشیاء کی طرف دیکھے یا اپنی ہمت کے ساتھ اسکی طرف اور ان کی طرف پابندی کرتا ہے یا اپنے قلب کے ساتھ اس کے حضور یا ان چیزوں کے سامنے اعتکاف کرتا ہے ۔ یا اپنے وجد کے ساتھ اسکی طرف یاان کی طرف مطمئن ہوتا ہے یا اسے اسکی طرف بھاگتے ہوئے طلب کرتا ہے ۔ پس اس پر ہر ماسوئی کے مشاہدہ کی وجہ سے گناہ ہے ۔ اور اس پر ہر ماسوئی کی طرف سکون پانے میں عتاب ہے جیسا کہ اس کے لئے ہر گواہی میں علم ہے اور سکون میں ہر اظہار سے متعلق ایک حکم ہے ۔ تو اس کے گناہ لاتعداد ہیں اور اللہ

تعالٰی کے حضور توبہ کی بھی کوئی حد نہیں یہ ہے توبہ نصوح کی حقیقت۔ اور ایسا تائب اپنی ذات کو اللہ تعالٰی کے سپرد کرنے والا ہے = اپنی طرف سے احسان کرنے والا راحت پانے والا ہے اللہ تعالٰی کے ہاں اس کا گناہ سیدھا اور اس کے ہاں اس کا مقام اور حال سلیم ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالٰی ہر توبہ کرنے والے آزمائش میں پڑے ہوئے کو پسند فرماتا ہے۔ انتھی۔

توبہ کے حوالے سے لوگوں کی اقسام

بعض ائمہ نے فرمایا ہے کہ توبہ میں لوگوں کی چار اقسام ہیں۔ ہر قسم میں ایک جماعت ہے۔ ان میں سے ذیں سے ہر جماعت کاایک مقام ہے ان میں کوئی گناہ سے تائب اور رجوع پر قائم ہے۔ اپنی مدت حیات تک نافرمانی کی طرف لوٹنے کے متعلق دل میں کھٹکا تک نہیں لاتا۔ اپنے برے اعمال کے بدلے میں صالح حسنات اختیار کرتا ہے۔ یہ ہے خیرات کے ساتھ سبقت کرنے والا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنے والا۔ اور یہی توبہ نصوح ہے۔ اور اسی کا نفس مطمئنہ مرضیہ ہے۔ اور اس سے جو قریب ہے وہ ایسا بندہ خدا ہے جس نے توبہ کا پختہ عہد باندھا۔ اور اس کی نیت قائم رہنے کی ہے۔ معصیت کی کوشش کرتا ہے نہ اہتمام۔ البتہ اس کے قصد کے بغیر کبھی اس پر: گناہ داخل ہو جاتے ہیں اور ارادہ یا گناہ صغیرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو یہ ایمان والوں کی صفات میں سے ہے۔ اسکی استقامت کی امید ہے کیونکہ وہ اسکے راستے میں ہے۔ اور یہ انہیں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے **الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرۃ** (سورۃ النجم آیت ۳۲) جو لوگ بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں مگر شاذ و نادر۔ بے شک آپ کا پروردگار وسیع مغفرت والا ہے۔ اور ایمان والوں کی وصف میں داخل ہے جن کے بارے میں ارشاد فرمایا **والذین اذافعلو فاحشۃ اوظلموا انفسھم ذکر واللّٰہ فاستغفر والذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللّٰہ ولم یصروا علی مافعلوا وھم یعلمون** (آل عمران آیت ۱۳۵)

اور وہ لوگ کہ جب کوئی برا کام کر بیٹھیں یا اپنے آپ پر ظلم کریں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہ کون بخشتا ہے اور وہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے دراں حال کہ وہ جانتے ہیں۔ اور اس کا نفس لوامہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم فرمائی ہے اور وہ متوسط لوگوں میں سے ہے۔ اور یہ اس لئے کہ گناہ نفوس پر ان کی صفات کے مقاصد اور ان کی جبلتوں کی طبائع اور زمین کی نباتات اور رحموں میں ایک سے دوسری تخلیق میں اطوار کی ترکیب کی نشوونما اور فتنوں کے ایک دوسرے میں ملنے سے داخل ہوتے ہیں۔ اسی لئے اس کے بعد ارشاد فرمایا **ھوا علم بکم اذا نشاکم من الارض و اذانتم اجنتہ فی بطون امھاتکم** (النجم آیت ۳۲) وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور جبکہ تم حمل کی صورت میں اپنی ماؤں کے **شکموں** میں تھے۔ اسی لئے کجی کی وجہ سے اس نفس کو پاک سمجھنے سے منع فرما دیا جسے زمین سے پیدا کیا گیا اور اسے ارحام میں مخلوط **نطفوں** سے مرکب کیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فلاتزکوا انفسکم ھوا علم لمن اتقی** پس اپنے نفسوں کو پاک نہ کہو وہ خوب جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے اور وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے پیروکار ہیں چنانچہ فرمایا **وسیجنبھا الاتقی** (اللیل آیت ۱۷) اور اس سے دور رکھا جائے گا نہایت پرہیزگار۔ تو اس کی یہ وصف اس کی ابتدائی حالت میں ہے اسی لئے اسکی تخلیق کو ابتلاء کے ساتھ موصوف فرمایا کہ **امشاج نبتلیہ فجعلناہ سمیعا بصیرا** تاکہ ہم اسے آزمائیں اس لئے ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا بنا دیا۔ اور اس کی شرح طوالت چاہتی ہے اور بات ترکیبات نفوس اور ان کی جبلی فطرتوں کی طرف نکل جائے گی۔ اور اس دور میں یہ ایک اجنبی علم ہے۔ اور اسکی علامت ہمارے شیخ۔ شیخ الصوفیۃ والعارفین الشیخ احمد الدمیاطی تھے۔ اور مجھے گمان نہیں کہ اس وقت ہمارے استاذ شیخ محمد البکری کے سوا کوئی اسے جانتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کے ساتھ ہماری امداد فرمائے۔ اور ایسے عبد کے معنی میں یہ حدیث ہے جو کہ وارد ہوئی کہ مومن آزمایا ہوا توبہ کرنے والا ہے مومن خوشے کی طرح ہے کبھی جھک جاتا ہے اور کبھی لوٹ آتا ہے۔ تو اس بندے کا اپنے نفس کو حقیر

سمجھنا اور دنیا میں اس کی طرف نہ دیکھنا اسے پہچاننے کے لئے اس پر مقرر ہے

تیسرا بندہ وہ ہے جو کہ اپنے حال میں اس دوسرے شخص کے قریب ہے۔ ایک بندہ ہے جس سے گناہ کا صدور ہوتا ہے پھر توبہ کرلیتا ہے۔ پھر گناہ کی طرف لوٹتا ہے۔ پھر قصد اور کوشش کے ساتھ اور طاعت پر ترجیح دے کر اس پر حرص کرتا ہے مگر توبہ کے لئے سوچتا ہے کہ کرلوں گا۔ اور اپنے نفس سے اس پر استقامت کی بات کرتا ہے اور توابین کے مقامات کو پسند کرتا ہے۔ اور اس کا دل مقامات صدیقین کی طرف راحت پاتا ہے۔ اور ابھی اس کا وقت نہیں آیا نہ ہی اس کا مقام ظاہر ہوا کیونکہ خواہش اسے تحریک دیتی ہے۔ عادت اسے کھینچتی ہے اور غفلت اسے پردے میں ڈال دیتی ہے مگر وہ گناہوں کے دوران توبہ کرلیتا ہے اور آگے بڑھنے کی عادت کو لوٹاتا ہے۔ تو اسکی توبہ ایک وقت سے ایک وقت تک ہے۔ اور اس جیسے کے لئے اسکے اچھے اعمال اور گذشتہ کوتاہیوں اور برائیوں کا کفارہ دینے کی وجہ سے استقامت کی امید کی جاتی ہے اور کبھی اس پر اپنی غلطی پر ہمیشگی کی طرف پلٹنے کا خطرہ بھی رہتا ہے۔ اور اس کا نفس مسولہ ہے یعنی اسے دھوکے سے گمراہ کرتا ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے جو کہ اچھے برے اعمال کو مخلوط کرلیتا ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت سے توجہ فرمائے پس وہ استقامت اختیار کر کے سابقین کے ساتھ لاحق ہو جائے۔ یہ شخص دو حالات کے درمیان ہے۔ اس پر وصف نفس غالب آجائے تو اس کے متعلق جو عذاب کا قول گذر چکا ثابت ہو جائے۔ یا اس کی طرف اس کا مولا نگاہ کرم فرمائے اور اسکی ہر کسر پوری فرما دے اور اسکی ہر حاجت عطا فرمائے تو سابقہ احسان کے ساتھ اسکی دستگیری فرمائے اور اسے مقربین کی منزلوں تک پہنچا دے۔ کیونکہ وہ ان کی راہ چلا تو ہے اور اسکی نیت آخرت کی ہے۔

اور چوتھا بندہ تمام بندوں سے بری حالت والا ہے ہے اور اس کے نفس پر وبال سب سے عظیم ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت کم کرم ہوتا ہے۔ ایسا بندہ کہ گناہ کرتا ہے اور اسکے پیچھے اسی جیسا بلکہ اس سے زیادہ بڑا گناہ کرتا ہے۔ اصرار پر قائم رہتا ہے۔ اور جب تک محبت ہے اپنے نفس کے ساتھ اسی اصرار کی باتیں کرتا ہے۔ کوئی توبہ

نہیں کرتا استقامت کا معتقد نہیں ۔ اچھے گمان کی وجہ سے کسی وعدہ رحمت کی امید نہیں کرتا اور بے خوفی کی پختگی کی وجہ سے عذاب کی وارننگ سے ڈرتا نہیں ۔ یہ ہے حقیقت اصرار اور سرکشی اور تکبر کا ایک خطرناک مقام ۔ اور اسی جیسے کے لئے حدیث پاک آئی ہے کہ تدریجی طور پر آگ کی طرف اصرار کرنے والے ہلاک ہو گئے ۔ اور اس کا نفس امارہ بالسوء ہے اس کی روح خیر سے ہمیشہ فرار اختیار کرتی ہے اور اس کے برے خاتمہ کا ڈر ہے ۔ کیونکہ وہ اسکے مقدمات میں ہے اور اسکی راہ پر چل رہا ہے اور بری قضا اور شقاوت سے دور نہیں ۔ اور اسی جیسے کے لئے کہا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے توبہ کرنے میں مستقبل کا وقت مقرر کرتا ہے وہ اسے جھوٹا کر دیتا ہے اور لعنت کا مفہوم ایک گناہ سے اس سے بڑے گناہ کی طرف چلنا ہے ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایاواخرون مرجون لامراللہ اماللہ یعذبھم واما یتوب الیھم واللہ علیم حکیم (التوبہ آیت ۱۰۶) اور دوسرے لوگ جن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حکم تک ملتوی کر دیا گیا چاہے وہ انہیں عذاب دے اور چاہے تو ان کی توبہ قبول فرمائے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ۔ اور یہ عام مسلمانوں کا گروہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت میں ہے چاہے ان کے اصرار کی وجہ سے عذاب دے یا احسان فرماتے ہوئے ان پر رحمت سے توجہ فرمائے ہم اللہ تعالیٰ کی اسکے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں اور اس سے اسکے ثواب کا انعام مانگتے ہیں ۔ ان چاروں اقسام پر غور کرو جنہیں ہم نے جمع کر دیا ہے ۔ کیونکہ یہ سب سے عظیم فائدہ اور لوٹنے والے صلہ میں سب سے زیادہ محظوظ کن ہے ۔

انی تبت الیک وانی من المسلمین میں نے تیرے حضور رجوع کیا اور بے شک میں مسلمانوں سے ہوں ۔ جن میں یہ چار اقسام پائی جاتی ہیں ۔ یہ نفس کی تواضع کے لئے کہا ۔ اس لئے کہ ان کا سردار ہونے کے باوجود اپنے کو خصوصیت کے ساتھ امتیاز نہیں بخشا ۔ جیسا کہ یہ آپ کی عادت ہے

مجھے عالم امت ہمارے شیخ یوسف الفیشی نے بیان فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جبکہ آپ کا قلب خوف خدا سے جل گیا بعض صحابہ کرام نے کہا: کیا آپ کو جنت

کی بشارت نہیں دی گئی؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ بشارت ایسی شرائط پر ہو جو مجھ سے رہ گئی ہوں۔ انتہی

اس لئے عرض کی انی تبت الیک اصلح لی فی ذریتی۔ تو آج تک ان میں کوئی نافرمان نہیں نکلا۔

تنبیہہ۔ اس سے پہلے گذر چکا ہے کہ سیدی علی وفا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ آل صدیق سے ایک شخص ظاہر ہو گا جسے شیخ محمد البکری کہا جائے گا وہ احوال میں ہمارے مقام کا وارث ہو گا۔ اور بعض نے اسے بڑے شیخ محمد البکری پر محمول کیا ہے کیونکہ ان کا زمانہ پہلے ہے جبکہ استاذ علی وفا رضی اللہ عنہ ایسا سمندر ہے جس کا ساحل نہیں۔ سوائے اس کے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں صدیق کے ساتھ فخر نہیں کرتا بلکہ صدیق مجھ پر فخر کرتے ہیں۔ اور کہتا ہے کہ ہمارا فخر سابقین پر نہیں ہے اور وہ تو ہم پر اور ان پر باتیں گھوم رہی ہیں اور آپ کا ایک قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے ما نباء بقاعۃ الوعساء۔ اس کی طرف رجوع کر تجھے معلوم ہو گا کہ سیدی علی وفا کے کلام میں جن کی تصریح ہے وہ اپنے عالی مقام ہونے کی وجہ سے اور میں اور آل صدیق میں شیخ محمد بن ابو الحسن کے بعد سوائے ہمارے شیخ محمد بن زین العلبدین کے اور کوئی ظاہر نہیں جس کا نام شہرہ آفاق ہو اور اس کے سامنے گردنیں جھکی ہوں۔ اور جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ یہی ہے کہ حضرت عارف کبیر سیدی علی وفا رضی اللہ عنہ کی کرامت میں آپ ہی مراد ہیں۔ اور اسکی تصدیق یوں بھی ہوتی ہے کہ حضرت صدیق کے خلفاء میں سلسلہ وفائیہ کے اکابر کی محبت میں سب سے زیادہ قریب آپ جیسا کوئی نہیں کیونکہ آپ ان کے از حد معتقد اور محب ہیں۔ اور آپ کے اور بنی وفاء کے قطب اور ان کے دائرہ کے مالک سیدی ابوالاسعاد رضی اللہ عنہ کے درمیان ایسی دوستی تھی کہ اس سے زیادہ کا تصور ممکن نہیں پھر اسی طرح ان کے صاحبزادے سیدی بنی وفا سیدی ابو التخصیص اور ان کے بھائی سید علی وفا رضی اللہ عنہ عنھما کے ساتھ تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حیات میں فراخی فرمائے اور ہمیں ان کی برکات سے رابطہ صحیحہ کی مدد فرمائے۔ آپ ان کی کرامات سراجرا بیان فرماتے ہیں۔ اور ان میں طعن

کرنے والے کی بات سننا پسند نہیں فرماتے بلکہ اس کارد فرماتے ہیں اور لوگوں پر طاری ہونے والی معاصرانہ چشمک سے آپ بالکل مبرا ہیں ۔ تو آپ ہی سیدی علی وفا رضی اللہ عنہ کے مقام کے وارث ہیں ۔ تو انصاف کرتے ہوئے غور کر اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنے اولیاء کی عقیدت عطا فرمائے

مجھے میرے شیخ استاذ محمد زین العابدین البکری نے ۱۰۴۲ھ میں بیان فرمایا " اللہ تعالیٰ آپ کی حیات سے موجودات کو ہمیشہ نفع بخشے " کہ انہوں نے بعض راتوں میں سحری کے وقت ہاتف غیبی کو کہتے ہوئے سنا: اے محمد! قرافہ میں اپنے جد امجد کی زیارت کر اور یہ بات ہاتف نے زور دے کر کہی ۔ میں گھر سے باہر نکلا تو فجر کی سفیدی ظاہر ہونے کے قریب پائی ۔ میں رک گیا کہ نماز فجر ادا کر لوں پھر سوار ہوتا ہوں ۔ لیکن ہاتف کی آوازیں زیادہ ہو گئیں تو میں آسمان کی طرف دیکھنے لگا اور اسکی زیب و زینت اور روشنی دیکھنے میں مصروف ہو گیا اور گھر کے ساتھ ادھر ادھر گھومنے لگا حتیٰ کہ فجر کا ستون چمکا تو میں نے اندھیرے میں ہی نماز فجر ادا کی ۔ پھر سوار ہو کر قرافہ کی طرف چل نکلا اور خانوادہ بکریہ کے اکابر رضی اللہ عنہم کے مقام تک پہنچا اور جد امجد سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ کی مزار شریف کے پاس بیٹھ گیا ۔ اپنا عمامہ اتارا اور سر اس طاقچہ میں داخل کر دیا جو کہ آپ کے مزار شریف میں ہے ۔ اور آپ کی خدمت میں چند امور کا شکوہ آہستہ آواز میں کہا جو میں آپ کے سوا کسی سے نہیں کہتا نہ ہی مجھے پسند ہے کہ ان پر کسی اور کو اطلاع ہو ۔ پھر میں آپ کے ہاں سے نکلا اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ۔ اور سوار ہونے کی تیاری کی ۔ چنانچہ سوار ہو کر چلا ہی ہوں کہ ایک شخص جس نے سرخ رومی ٹوپی اور سرخ جبہ پہنا ہوا ہے اور بہت لمبے قد کا ہے میری پچھلی سمت سے مجھے آوازیں دے رہا ہے یا محمد ۔ یا بکری یا محمد یا بکری ۔ میں اسکی طرف متوجہ ہوا تو اس نے فوراً کہا کہ آپ کے جد امجد سلام فرما رہے ہیں ۔ انہوں نے آپ کا شکوہ سن لیا ہے ۔ جس وقت آپ نے ان کی خدمت میں شکوہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ! یہ میرے بیٹے زین العابدین کا بیٹا ہے اور مجھے بہت پیارا ہے ۔ اسکی

عرضداشت قبول فرمائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی حاجات کو لازما پورا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور آپ نے اپنے جدامجد سے جو حاجات مانگی ہیں یہ یہ ہیں اور ایک ایک کر کے ساری گن دیں۔ اس سے مجھے اس کشف کی صحت معلوم ہو گئی۔ میں جلدی اسے اترا اور اسے اپنے خدام سے حیاء کرتے ہوئے ایک طرف لے گیا۔ اس نے مجھ سے ایک ایک حاجت بیان کی باوجودیکہ میں نے تابوت کی داخلی جانب اپنے جدامجد کے سوا کسی کے سے لب کشائی تک نہیں کی تھی۔ چنانچہ میں نے اسے تاکیدا گھر چلنے کو کہا۔ اور پیش کش کی کہ آپ میری سواری پر بیٹھیں اور میں گھر تک پیدل چلتا ہوں۔ اس نے اسے بہت بڑا جانا اور ہول سا محسوس کیا اور کہا بلکہ میں آپ کی سواری کے ساتھ چلتا ہوں۔ پس میں سوار ہو گیا۔ ابھی سواری چلی نہیں کہ میں دیکھتا ہوں تو کچھ بھی نظر نہ آیا۔ میں نے اپنی جماعت کے لوگ اس کے پیچھے دوڑائے۔ کوئی قاضی بکار کی طرف تو کوئی سیدی عمر بن الفارض کی سمت نکلا۔ قرافہ کا سارا قبرستان چھان مارا لیکن کسی کو کچھ پتہ نہیں چلا۔ یہ واقعہ آپ نے مجھ سے لفظ بلفظ بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر ان کی برکات لوٹائے۔ (شیخ محمد البکری کی پہلی کرامت)

حضرت محمد بکری علیہ الرحمتہ کا جدامجد کے مزار پر حاضر ہو کر حاجات عرض کرنا

میں نے عالم امت ہمارے شیخ الغیشی کو جامع ازہر میں فرماتے ہوئے سنا: جب شیخ ابو الحسن البکری رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کے صاحبزادے شیخ جلال الدین لشکر کے قاضی کے پاس گئے جو کہ ان کا دوست تھا اور اس نے انکے والد بزرگوار کے سارے وظائف ان کے نام لکھ دیئے۔ اور ان کے بھائی سیدی محمد کے لئے کوئی وظیفہ نہ لکھا۔ سیدی محمد گھر میں داخل ہوئے تو اپنی والدہ محترمہ کو دیکھا کر رو رہی ہیں۔ پوچھا کہ اس رونے کی کیا وجہ ہے؟ کہنے لگیں تیرے بھائی نے تیرے والد بزرگوار کے تعلقات میں سے تیرے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ آپ خچر پر سوار ہوئے۔ ابھی بچپنا ہے رخساروں پر

بال تک نہیں اگے۔ قاضی کے پاس پہنچے اور اس سے گفتگو فرمائی۔ اس نے کہا: بیٹے جب تو جوانی کو پہنچے گا اور علوم حاصل کرے گا تو مستحق ہو گا۔ سیدی محمد نے کہا: مولانا آپ علماء کو جمع کریں اور میرے بھائی کو حاضر کریں وہ گفتگو کرے گا میں سنوں گا۔ یا میں گفتگو کروں گا اور وہ سنے گا۔ جس کا علم زیادہ ہو گا وہ مستحق ہو گا۔ قاضی نے اس تجویز کو پسند کیا اور علماء اور امراء کو جمع کیا اور کہا: یا شیخ جلال الدین آپ کا بھائی مناظرہ کرنا چاہتا ہے اس نے سخت ست کہا۔ قاضی آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا آپ گفتگو کریں۔ سیدی محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مولانا! اللہ تعالٰی کی کتاب پکڑیں اور اسے کھولیں جو آیت سامنے آ گئی اس پر گفتگو کروں گا۔ قاضی نے مصحف شریف لیا اور کھولا۔ اللہ تعالٰی کا یہی ارشاد سامنے آ گیا **آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون** الخ (البقرہ آیت ۲۸۵) اور اس آیت میں ایمان اور رسالت پر گفتگو کرنا جس قدر مشکل ہے مخفی نہیں۔ سیدی محمد البکری اپنے سجادہ پر بیٹھ گئے۔ قبلہ شریف کی طرف منہ کیا بسم اللہ شریف اور حمد باری تعالٰی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر دورود شریف پڑھا۔ آنکھیں بند کر لیں اور یاد سے ہی مفسرین کی کلام کو نہایت فصیح عبارت کے ساتھ بیان فرمایا پھر فرمایا: اور اب ہماری کلام ہے اور ایسے عجیب و غریب علوم میں گفتگو فرمائی کہ علماء میں سے کوئی بھی آپ کے ساتھ گفتگو نہ کر سکا۔ حاضرین کی عقلیں دنگ رہ گئیں آپ دن کے آغاز سے نماز ظہر کی اذان تک گفتگو فرماتے رہے۔ اذان سنتے ہی آپ نے آنکھیں کھولیں جیسے سرخ خون ہو۔ اور فرمایا:

ہر علم پڑھنے سے ہی حاصل نہیں ہوتا۔ افضل علم ہمارا علم ہے جو کہ وہبی خزانہ ہے۔ قاضی نے کھڑے ہو کر آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور علماء و امراء جو بھی حاضر تھے سب نے دست بوسی کی اور آپ خچر پہ سوار ہو گئے اور قاضی اور تمام حاضرین آپ کے ساتھ پیدل چلتے رہے اور آپ کو والدہ محترمہ کی خدمت میں پہنچایا۔ اور قاضی نے آپ کی تمام ضروریات پوری کیں۔ اور سیدی محمد البکری سے ظاہر ہونے والی یہ پہلی کرامت ہے اور اسکی وجہ سے مصر میں شہرت حاصل ہوئی۔ انتھی اور امام شعرانی کا قول پہلے گذر

چکا ہے کہ مجھے آپ کے وہ مناقب معلوم ہیں کہ احباب میں سننے کی ہمت نہیں۔ اسی لئے میں بات کرتا ہوں اور اس سے ڈرتا ہوں جسے اولیاء اللہ کے درجات کی پہچان نہیں کہ جب آپ کی کرامات بیان کروں مبادا مجھے برا بھلا کہنے لگے اوریوں اس کا دین ناقص ہو جائے۔ اور میں اس کی نیکیوں کے ضائع ہونے کا سبب بن جاؤں۔ لیکن آپ کو تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ جب دن کو دلیل کی ضرورت پڑ جائے تو پھر ذہنوں میں کچھ بھی صحیح نہیں ہو گا

حرف ندا سے استغاثہ

مجھے علامہ ہمارے شیخ عبدالقادر الحلی نے آمنے سامنے بیان فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کوئی حاجت ہو گرچہ تو روئے زمین کے کسی حصے میں ہو تو شیخ محمد البکری کے مزار شریف کی طرف توجہ کر اور یوں کہہ: **یاشیخ محمد یا ابن ابی الحسن یا ابیض الوجہ یا بکری تو سلت بک الی اللّٰہ فی قضاء حاجتی کذا و کذا**۔ یعنی اے شیخ محمد اے ابو الحسن کے بیٹے۔ اے روشن چہرے والے! اے بکری! میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں آپ کا وسیلہ اپنی فلاں فلاں حاجت پوری کرنے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ بیشک وہ حاجت پوری ہوگی اور یہ عمل مجرب ہے۔

اقول و باللہ التوفیق۔ معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے توسل کا مسئلہ مقربین بارگاہ خداوندی کا دستور اور معمول۔ یہ حضرات وہی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ اور ہر نماز میں سورۃ الفاتحہ کے انداز میں ہم بارگاہ خداوندی میں ان کے راستہ پر چلنے کی توفیق مانگتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ توسل کرنا انعام یافتہ حضرات کی راہ ہے اس سے انحراف یا اس پر عمل کرنے والوں کو طعن و تشنیع کرنا ان کے مخالفین کی راہ ہے اور وہ ایسے لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور وہ گمراہ ہیں جن کا ذکر سورۃ الفاتحہ میں فوراً متصل ہی ہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین حفظنا اللہ تعالیٰ وانا محمد محفوظ الحق غفرلہ ولولدیہ

اور میں نے اپنے استاذ محترم تاج العلماء الشیخ محمد زین العلبدین البکری (اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فیوض کی موجوں کا فیض عطا فرمائے اور اہل اسلام کے لئے ان کی حیات میں وسعت فرمائے) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے جدامجد شیخ محمد البکری کو حضرت شیخ سید الاولیاء سیدی احمد البدوی رضی اللہ عنہ کی زیارت کے وقت ایک واقعہ پیش آیا کہ آپ جامع مسجد کے صحن میں وضو کی جگہ پر وضو کرنے بیٹھ گئے۔ جو بھی مزار شریف میں آتا یہی کہتا

دستور یا سیدی احمد

اور داخل ہونے والے بار بار اس کا تکرار کر رہے تھے حضرت پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور حالت بدل گئی۔ اور کہنے لگے دستور یا سیدی احمد یابدوی۔ آپ اس کا بار بار تکرار کر رہے تھے۔ کیا عطاء کے خزانے نے صرف سیدی احمد بدوی میں منحصر ہیں؟ مجھ میں بیں احمد بدوی ہیں۔ لوٹا پکڑا اور دیوار پر دے مارا۔ اور ایسا ہی اتفاق والد محترم استاذ زین العلبدین البکری کو ہوا۔ آپ صحن میں بیٹھے وضو کر رہے تھے تو جو بھی داخل ہوتا تھا یہی کہتا دستور یا ابا تاج العارفین۔ داخل ہونے والے اسیکا تکرار کر رہے تھے۔ آپ پر حالت طاری ہو گئی اور آپ بھی اس کا تکرار کرنے لگے یا ابا تاج العارفین۔ کیا عطاء کے خزانے ابو تاج العارفین میں جمع ہو گئے؟ مجھ میں ابو تاج العارفین جیسے بیں ہیں۔ اور لوٹا دیوار پر دے مارا

اور میں نے استاذ محمد زین العلبدین کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے نفوس تمام اولیاء کے سامنے ہماری تواضع کو پسند نہیں کرتے سوائے سیدی احمد البدوی کے کہ ہم ان کے دربار میں اپنے آپ کو غلام شمار کرتے ہیں۔

ہمیں ہمارے ساتھی عالم عامل شیخ نور الدین الصحیمی جو کہ مقام احمدی کے مدرس ہیں نے بیان کیا کہ شیخ ابو المواہب البکری رضی اللہ عنہ نے سیدی احمد البدوی کی زیارت کے بعض موقعوں پر آپ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے

قد قصد نا حماک یا احمد

القوم بقلب من ذنبه فی متاعب

اے قوم صوفیہ کے احمد ہم نے ایسے دل کے ساتھ آپ کی حمایت طلب کی ہے کہ اپنے گناہ کی وجہ سے مشکلات میں ہے۔

ایک شعر یہ ہے

شهدالله ما قصدت حماه

طول عمری و ردنی قط خائب

خدا گواہ ہے کہ ساری زندگی جب بھی میں نے آپ سے حمایت طلب کی آپ نے مجھے ناکام واپس نہیں کیا۔

نیز آپ کا شعر ہے

وابی قبل کان براعی هوا کم

وبارثی هذا بلغت المراتب

پہلے میرے والد بزرگوار آپ کی خواہش کا احترام کرتے تھے اور اپنی اس وراثت سے میں نے مرتبے پائے ہیں

قبر سے آواز آنا

تو قطب اکبر سیدی احمد البدوی نے مزار شریف سے انہیں مخاطب کیا اور فرمایا: اے ابو المواہب عزیز مہمان ہے۔ پھر شیخ ابو المواہب نے اس بارے میں ایک خاص ترکیب کا قصیدہ یوں کہا

من روی ضیف عزیز یا ابا المواهب

گمشدہ چیز مل جانا

اور ایک میرے ساتھ اتفاق ہوا کہ بچپنے میں میری ایک چیز گم گئی جس کے ساتھ

مجھے ایک خاص تعلق تھا۔ میں نے اپنے شیخ۔ امت کے عالم اور پرہیز گار شیخ یوسف النفیشی سے عرض کی کہ امام شافعی کے لئے حلہ لے چلیں یا شیخ محمد البکری کے لئے۔ آپ نے ایسی گفتگو فرمائی جو کہ امام مالک اور۔ امام شافعی کے مقابلے میں شیخ محمد البکری کی خصوصیت کو لازم کرتی تھی۔ میں آپ کے الفاظ لکھ نہیں سکتا لیکن استاذ بکری نے اپنے قصیدہ رائیہ میں اسکی تصریح فرمائی ہے جس سے آپ کی خصوصیت و عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور آپ نے مجھے شیخ محمد البکری کے مزار شریف پر جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں وہاں گیا اور آپ کے مزار شریف پر دو نفل پڑھے۔ اور حلہ بھی لے گیا۔ میں اشرفیہ کے پاس گذر رہا تھا کہ اچانک ایک شخص نے مجھے میری گمشدہ چیز تھما دی۔ اور میرے لئے آپ سے اور ہمارے شیخ استاذ زین العابدین سے کئی واقعات رونما ہوئے جن کی شرح طویل ہے۔ میں نے کئی سال تک آپ کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور میں آپ کا شاگرد ہونے سے اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہوں۔ میں تو صرف اپنے آپ کو حضرت کی خدمت میں آنے جانے والوں میں شمار کرتا ہوں۔ حتی کہ ۵۹ سال کی عمر میں ظہر کے بعد آپ کی نشست گاہ میں تنہائی کے وقت حاضر ہوا اور عرض کی: استاذ محترم! میں آپ سے اللہ تعالٰی کے نام پر سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے بیعت کا عہد لیں۔ چنانچہ آپ نے یہ عہد لیا اور مجھے اپنے وہ برکات و اسرار عطا فرمائے کہ اس پر اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور بیت المقدس کی زیارت سے واپسی کے وقت آپ نے مجھے صخرہ کے قریب ارشاد فرمایا۔: مجھے صدیق کا سر اس وقت سرور بخشتا ہے جب تجھے سواری میں سوار کرتا ہوں اور خود مادہ خر پر سوار ہوتا ہوں اور میں حرم مکہ میں تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: واللہ اگر تو میرے ساتھ نہ ہوتا تو امسال میں مصر نہ لوٹتا۔

اور میں نے آپ کے دونوں بیٹوں کی موجودگی میں ۱۰۷۱ھ میں حج سے واپسی کے وقت عرض کی: یاسیدی! ایک فقہی مسئلہ ہے کہ آپ نے اپنے خدام میں سے ایک کے لئے پانی کا ایک گھڑا مقرر کیا ہے جبکہ میرے پاس ایک لوٹا ہے اسے بھر لیتا ہوں اور ایک گھڑا ہے اسے بھی بھر لیتا ہوں پینے کے لئے مجھے لوٹا کافی ہے جبکہ گھڑے کا پانی ضرورت

مندوں کو پلا دیتا ہوں اور خود تیمم کر لیتا ہوں سوائے اس صورت کے کہ کوئی گھاٹ مل جائے یا تو آپ میرے معمولات کو جائز قرار دیں یا مجھے اسکی اجازت عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: بیٹے میں نے تجھے اپنے تمام زادراہ۔ پانی اور اپنے تمام امور پر ایسی وکالت دی ہے جو کہ تیرے سپرد ہے۔ میں اس سے انتہائی مسرور ہوا۔

ایک دفعہ میں نے آپ سے عرض کی: یاسیدی! آپ میں ایک عیب ہے۔ مسکراتے ہوئے فرمایا وہ کیا؟ میں نے عرض کی کہ میرے جیسے کا آپ کی صحبت میں رہنا۔ آپ کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: تو میرے اصحاب میں سے جلیل القدر ہے۔ اور میں نے آپ کے وہ مکاتیب ایک کتاب کی صورت میں جمع کیے ہیں جو کہ آپ میری طرف بھیجتے تھے اور اس کا نام ریاض العارفین فی مراسلات الاستاذ محمد زین العابدین رکھا ہے۔ پھر میں نے مرد حق آگاہ کے مقام کا پورا عرفان حاصل کیا ہے جس میں میرے ساتھ کوئی اور شریک نہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے۔ اور آپ کی مدد ہے جو کہ ہر قریب و بعید تک پہنچتی ہے۔ پس میں نے قاہرہ کی بجائے بحیرہ کی سکونت اختیار کر لی۔ اور آپ کی مدد سے مجھے وہ نعمت حاصل ہے جو کہ حسد سے خالی ہے۔ اور میں آپ کی نظر کی بجائے مدد سے وہ نفع حاصل کرتا ہوں۔ بخلاف قرب کی نعمت کے کہ اس میں حسد ہے۔ اور حلال کی اولاد کثرت سے ہے اور اپنے پروردگار کی نعمت بیان کر۔

خانوادہ صدیق کی اصلاح کے مختلف پہلو

ہم اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف لوٹتے ہیں جو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حکایت کے طور پر بیان فرمایا اصلح لی فی ذریتی اور ان کی صلاح میں سے اپنی خواتین پر ان کی غیرت ہے تاکہ ان کے پاک نطفے پاکیزہ ارحام میں واقع ہوں۔ تاکہ ان کی اولاد نفیس ہو اور ان کے نسب ثابت ہوں۔ چنانچہ عالم مورخ حافظ السنہ الشیخ عبدالسلام اللقانی فرماتے ہیں: ہر نسب میں کھوٹ اور جھوٹ داخل ہوا سوائے خانوادہ اکابر بکریہ کے۔ انتہی

اور ہمارے استاذ محترم کے گھر کی ان کے اہل خانہ کی غیرت معلوم و مشہور ہے۔

مجھے استاذ محترم سیدی محمد البکری نے بیان فرمایا: کہ ان کے جد محترم مجتہد مطلق الشیخ ابو الحسن الصدیقی رضی اللہ عنہ جب ارادہ فرماتے ہیں کہ ان کی بیویاں حمام میں داخل ہوں۔ اور اس کا ایک دروازہ آپ کے گھر سے اور ایک دروازہ باہر سے ہوتا تو داخل ہو کر حمام کے باہر کا درواز بند کر دیتے اور اکیلے حمام میں داخل ہوتے۔ اور اس کے گوشوں کا چکر لگاتے اور تفتیش کرتے۔ اور پانی کے سنور کا تلوار کے ساتھ دائیں بائیں تجسس کرتے۔ پھر اندر کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور آپ کے اہل خانہ ایک ایک کر کے داخل ہوتے حتی کہ آپ انہیں پہچانتے۔ اور دروازے پر کھڑے رہتے یہاں تک ان میں سے ایک خاتون سامنے آتی۔ آپ قفل لگا دیتے اور اسے پکڑتے۔ پھر دوسری خاتون کی طرف لوٹتے اور اسی طرح آخر تک۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہتی اور جب سفر کے لئے سوار ہوتے تو اہل خانہ کا دروازہ مقفل کر دیتے اور کنجی اپنی جیب میں ڈال لیتے اور جس سلاخ پر تالا لگاتے ہیں اس پر مٹی رکھ دیتے تاکہ جب لوٹیں تو اسے دیکھ لیں۔ اور ان کے صاحبزادے استاذ محمد البکری بھی اسی طرح کرتے۔ البتہ ہمارے استاذ محترم اور آپ کی اولاد کی غیرت اس سے اوپر تھی۔ کیونکہ حضرت سیدی ابولمواہب اور سیدی زین العابدین اپنے والد محترم کے اہل خانہ کے ہاں داخل نہیں ہوتے باوجودیکہ ان کے لئے شرعا جائز ہے۔ اور اس کے باوجودیکہ کہ دل اجسیات سے ان کی پاک دامانی اور حفاظت کی گواہی دیتا ہے۔ گرچہ ان میں سے کوئی خاتون خوبرو ہو اور دور دراز سفر میں ان کے ساتھ ہو۔ پس دوسروں کی تو بات ہی کیا ڈولی اٹھانے والے آتے جاتے آپ کے حرم محترم کا جسم نہیں دیکھ پاتے۔ بلکہ وہ پردے سے ڈھکی ہوتی ڈولی میں رہتی ہیں حتی کہ خیمہ میں داخل ہو جائیں۔ پھر جب چلنے لگیں تو وہ ڈھکی ہوئی ڈولی میں داخل ہو جاتی ہیں پھر کہار ڈولی کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے ہیں۔ اور اسی طرح پڑاؤ ڈالنے کے وقت ہوتا ہے اور یہ اتفاق اس کے گھر کے علاوہ نہیں اصلح فی ذریتی نے ان کے خیموں کو ڈھانپ دیا اور پردے لٹکا دیئے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ء

کے ہاں ہجرت کے لئے تشریف لے گئے تو اندر تشریف نہ لے گئے یہاں تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خود عرض کی: حضور تشریف لائیں یہاں تو صرف عائشہ اور اسماء ہیں۔ اور اسی طرح جب جنگ جمل کے دن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں داخل کیا جبکہ انہیں پتہ نہیں تھا کہ بھائی ہے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمے سے دور رہو اللہ تعالیٰ تجھے آگ کے ساتھ جلائے۔ تو وہ کہنے لگے: ہمشیرہ صاحبہ: دنیا کی آگ؟۔ فرمایا: دنیا کی آگ۔ تو جیسا کہ پہلے گذر چکا ان کی موت جلنے سے ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم قطعی ہے جس کا فیصلہ ہو چکا۔

اور آپ کی خاطر آپ کی اولاد میں اصلاح کا ایک یہ پہلو ہے کہ جس نے انہیں گالی دی وہ بالاجماع کافر ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کے خلاف بکنا۔ جبکہ دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق ایسا نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق۔ اس مسئلہ میں تفصیل ہے اور بہتر ہے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا رسالہ رد الرفضہ دیکھ لیا جائے جو کہ اس سلسلے میں ایک جامع فتویٰ ہے۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ ولوالدیہ

اور متعدد آیات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی افک سے براءت کے متعلق نازل ہوئیں۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے حکایت کے طور پر اللہ تعالیٰ کا قول اصلح لی فی ذریتی ایمان والوں کو کافی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے تو درست مقام پر طوالت سے بیان کرنا قابل تحسین ہے۔ پس ان میں سے بعض آیات براءت بیان کرتی ہیں۔ بعض آیات اس کے عذاب کی گواہی دیتی ہیں جس نے اس بارے میں منفی گفتگو کی۔ بعض آیات میں اس کو جھڑکی دی گئی ہے جو کہ اس کے واقع ہونے کی آرزو کرتا ہے بعض میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وسعت اور فضیلت کی گواہی ہے۔ اور بعض میں حضرت سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل ابی بکر کے درمیان مناسبت کی گواہی ہے۔ اور اس میں آل ابی بکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام کی وہ بلندی ہے جس کی حد کو بیان اور تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔

واقعہ حدیث افک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج میں قرعہ اندازی فرماتے تو جس کا نام قرعہ میں نکلتا اسے رفاقت کا شرف بخشتے۔ اور ایک غزوہ (غزوہ بنی مصطلق) کے موقعہ پر قرعہ میرے نام نکلا تو میں آپ کی معیت میں نکلی۔ جبکہ پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ مجھے کجاوے میں اٹھایا جاتا۔ اور اسی میں اتارا جاتا۔ حتی کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپسی فرمائی جب ہم مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو ایک رات آپ نے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ جب کوچ کی تیاری ہوئی میں سو رہی تھی۔ حوائج ضروریہ کے لئے میں لشکر سے علیحدہ ایک طرف چلی گئی۔ فراغت کے بعد اپنے کجاوے کے پاس آئی تو دیکھتی۔ ہوں کہ میرا قیمتی ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں ڈھونڈنے نکلی۔ دیر ہو گئی۔ اتنے میں وہ لوگ آئے جو مجھے سوار کراتے تھے۔ انہوں نے میرا کجاوہ اٹھایا اور میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی۔ انہیں گمان ہوا کہ میں اس میں موجود ہوں۔ ان دنوں خواتین کا وزن ہلکا ہی ہوتا تھا فربہ نہ ہوتیں۔ کم کھانا کھاتی۔ چنانچہ اٹھاتے وقت انہیں کجاوے کا ہلکا ہونا محسوس نہ ہوا جبکہ میں نو عمر لڑکی تھی۔ انہوں نے اونٹ اٹھایا اور چل دیئے۔ اتنے میں مجھے میرا ہار مل گیا لیکن لشکر جا چکا تھا۔ میں پڑاؤ کی جگہ پر آئی لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ میں اپنے مقام پر آ کر بیٹھ گئی۔ سوچا کہ جب وہ مجھے نہیں پائینگے تو ادھر آئیں گے۔ میں وہاں بیٹھی تھی کہ نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گئی

اور صفوان بن معطل السلمی ثم الذکوانی لشکر کے پیچھے تھا۔ وہ صبح کے وقت وہاں پہنچا۔ اس نے ایک انسانی سایہ محسوس کیا کہ کوئی سو رہا ہے۔ وہ میرے پاس پہنچا۔ اس نے مجھے پردے کی پابندی سے پہلے دیکھا تھا۔ اس کے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھنے

سے میں جاگ اٹھی ۔ اس نے اپنی سواری بٹھائی اور اس کے گھٹنے کو دبائے رکھا حتی کہ میں سوار ہو گئی ۔ وہ سواری کو پکڑ کر آگے آگے چلتا رہا حتی کہ ہم لشکر تک پہنچ گئے جبکہ لشکری دوپہر کے وقت پڑاؤ ڈال چکے تھے ۔ پس جس نے ہلاک ہونا تھا ہلاک ہو گیا ۔ اور بہتان طرازی کا مرکزی کردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا ۔ پس ہم مدینہ عالیہ پہنچے ۔ اور میں ایک ماہ بیمار رہی ۔ اور لوگ بہتان لگانے والوں کی بات کے متعلق چہ میگوئیاں کرتے رہے ۔ مجھے یہ بات کھٹکتی تھی کہ میری تکلیف کے دوران حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اس شفقت کا اظہار نہیں ہوتا تھا جو کہ تکلیف کے دنوں میں مجھ پر فرمایا کرتے تھے ۔ صرف یوں ہوتا کہ آپ میرے پاس تشریف لاتے ۔ سلام فرماتے اور پوچھتے کیا حال ہے ؟ پھر تشریف لے جاتے مجھے کسی شے کا علم نہ ہو سکا ۔ میں شفایاب ہونے کے بعد کمزوری محسوس کرتی تھی ۔ ایک دفعہ میں ام مسطح کی معیت میں مناصع کی طرف نکلی جو کہ حوائج ضروریہ کی جگہ تھی ۔ ہم رات کے وقت ہی ادھر نکلتی تھیں ۔ اور یہ گھروں کے قریب بیت الخلاء بنانے سے پہلے کی بات ہے ۔ پس میں اور ام مسطح بنت رہم چلیں ۔ وہ اپنی چادر میں الجھ کر گر گئی ۔ اس نے کہا مسطح ہلاک ہو جائے ۔ میں نے کہا تو نے بری بات کہی ہے کیا تو ایسے شخص کو کوستی ہے جو کہ غزوہ بدر میں شامل ہوا ؟ وہ بولی کیا آپ نے سنا نہیں کہ اس نے کیا کہا ۔ اس نے مجھے بہتان لگانے کی بات سے باخبر کیا ۔ میں پہلے سے بھی زیادہ بیمار ہو گئی ۔

جب میں گھر پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے ۔ سلام کے بعد فرمایا کیا حال ہے ؟ میں نے عرض کی مجھے والدین کے ہاں جانے کی اجازت ہے ؟ فرماتی ہیں کہ میرا ارادہ تھا کہ میں والدین سے اس خبر کی تحقیق کروں ۔ چنانچہ سرکار علیہ السلام نے مجھے اجازت عطا فرمادی ۔ میں اپنے والدین کے پاس آئی ۔ میں نے والدہ سے کہا کہ لوگ کیا باتیں کرتے ہیں ؟ انہوں نے فرمایا : بیٹی ! اپنے آپ پر آسانی کر ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کسی کے گھر میں خوبصورت بیوی ہو اور اسکی سوکنیں بھی ہوں تو وہ اسکے متعلق اکثر ایسی باتیں کرتی ہیں ۔ میں نے تعجب سے سبحان اللہ کہا ۔ یہ باتیں تو عام لوگ کر رہے ہیں

۔ فرماتی ہیں کہ میں نے وہ ساری رات روتے گذاری ۔ صبح ہو گئی ۔ آنسو نہیں تھمتے تھے ۔ نہ ہی نیند آتی تھی ۔

پھر صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو اپنے اہل خانہ کو جدا کرنے کا مشورہ لینے کے لئے بلایا جبکہ وحی میں بھی تاخیر ہو گئی ۔ اسامہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں اپنی محبت کی بنا پر جو جانتے تھے اس کا مشورہ دیا ۔ اور عرض کی: آپ کے اہل خانہ کے متعلق ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے ہمیں خیر کے سوا کچھ بھی معلوم نہیں ۔ البتہ علی بن ابی طالب نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں فرمائی ۔ اس کے سوا خواتین بہت ہیں ۔ آپ لونڈی سے پوچھ لیں ۔ پس حضور علیہ السلام نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا: کیا تیری دانست میں کوئی شک کی بات ہے؟ بریرہ نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے اس سے کوئی بات نہیں دیکھی جس سے چشم پوشی کروں ۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بچی ہے گوندھا ہوا آٹا پڑا ہوتا ہے اور وہ سو جاتی ہے اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے ۔

پس حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اٹھے اور اس روز آپ نے عبداللہ ابن ابی بن سلول سے عذر طلب فرمایا ۔ اور فرمایا مجھے اس شخص سے کون معذور رکھے گا جس نے مجھے میرے اہل خانہ کے بارے اذیت پہنچائی؟ ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میرے علم میں اپنے اہل خانہ کے متعلق خیر کے سوا کچھ نہیں ۔ پس سعد بن معاذ کھڑے ہو گئے ۔ اور عرض کی: یارسول اللہ! واللہ میں آپ کو اس سے معذور رکھتا ہوں ۔ اگر وہ شخص اوس سے ہے تو ہم اسکی گردن اڑا دیں گے ۔ اور اگر ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہے تو آپ حکم فرمائیں ہم تعمیل کریں گے ۔ پس خزرج کا سردار سعد بن عبادہ کھڑا ہوا ۔ ازیں پیشتر وہ ایک صالح شخص تھا لیکن اسے نسبی عصبیت نے ابھارا ۔ کہنے لگا اللہ کی قسم تو اسے قتل نہیں کرے گا ۔ اور تو ایسا نہیں کر سکتا ۔ پس اسید بن حضیر کھڑے ہو گئے اور کہا: تو نے واللہ جھوٹ کہا ۔ ہم اسے ضرور ضرور قتل کر دیں گے ۔ تو منافق ہے اور منافقوں کی

طرف سے جھگڑ رہا ہے پس اوس اور خزرج دونوں قبیلے چمک اٹھے حتی کہ لڑنے کے لئے تیار ہو گئے جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم منبر پر کھڑے تھے۔ آپ نے اتر کر انہیں خاموش کرایا یہاں تک کہ وہ بھی اور آپ بھی خاموش ہو گئے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں اس دن روتی رہی۔ نیند بھی غائب۔ صبح کے وقت میرے والدین میرے پاس آئے۔ اور دو راتیں اور ایک دن روتے گذر گیا۔ مجھے گمان ہوا کہ رونے سے میرا جگر پھٹ جائے گا۔ وہ میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی کہ انصار کی ایک عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی میں نے اسے اجازت دے دی۔ وہ بھی میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ تشریف فرما ہوئے اور جب سے میرے متعلق بہتان طرازی کی گئی آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ ایک ماہ کا عرصہ گذر چکا تھا اور میرے بارے میں آپ پر وحی کا نزول نہ ہوا۔ فرماتی ہیں کہ آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا: مجھے تیرے متعلق ایسی ایسی بات پہنچی ہے تو بے گناہ ہے تو اللہ تعالیٰ تیری بے گناہی بیان فرما دے گا۔ اور اگر .... تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ اور اس کے حضور توبہ کر۔ کیونکہ بندہ جب اپنی خطا کا اعتراف کرے پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی گفتگو پوری فرمائی لی تو میرے آنسو تھم گئے۔ ایک قطرہ تک محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اور میں نے اپنے والد بزرگوار سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جواب دیں۔ کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ رسول پاک علیہ السلام کی خدمت میں کیا عرض کروں۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ میری طرف سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں جواب عرض کریں۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم میں نہیں جانتی کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کیا عرض کروں

ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نو عمر لڑکی تھی ابھی زیادہ قرآن کریم بھی نہیں پڑھا تھا میں نے کہا: واللہ مجھے معلوم ہے کہ آپ نے لوگوں کی باتیں سنی ہیں جو

کہ دلوں میں پکی ہو گئی ہیں اور سچی معلوم ہوتی ہیں۔ اگر میں آپ سے کہتی ہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو میری تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اور اگر اس امر کا اعتراف کرتی ہوں اور خدا جانتا ہے کہ بے گناہ ہوں تو تصدیق کی جائے گی واللہ میں اپنے اور آپ حضرات کے لئے صرف وہی مثال پاتی ہوں جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والد بزرگوار نے فرمائی **فصبر جمیل واللّٰہ المستعان علی ما تصفون** (سورۃ یوسف) صبر جمیل اختیار کرتا ہوں اور تمہارے بیان پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں۔

پھر میں اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ اور مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ میری بے گناہی بیان فرمائے گا لیکن مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میری بارے میں وحی نازل ہو گی۔ اور میں اپنے آپ میں اس سے حقیر تھی کہ قرآن کریم میرے معاملے میں کلام فرمائے۔ البتہ مجھے یہ امید تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میری بے گناہی کا خواب دیکھیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہیں تشریف فرما تھے اور گھر والوں میں سے ابھی کوئی بھی باہر نکلنے نہ پایا تھا کہ آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جس میں سردی کے موسم میں بھی پسینے کے قطرے موتیوں کی صورت میں ڈھلکنے لگتے۔ جب وحی کی حالت منکشف ہوئی آپ مسکرا رہے تھے اور پہلی بات جو آپ نے فرمائی وہ یہ تھی: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کی حمد کر۔ بیشک اس نے تیری بے گناہی کا اعلان فرما دیا۔ میری والدہ نے کہا: اٹھو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ میں نے کہا: واللہ میں نہیں اٹھوں گی۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کی حمد کرتی ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے **ان الذین جاءو وابا لافک عصبتہ منکم الخ** (سورۃ النور) کی چند آیات نازل فرمائیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے میری براءت میں یہ آیات نازل فرمائیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا جو کہ مسطح بن اثاثہ کے نان ونفقہ کے اخراجات اسکی قرابت کی وجہ سے برداشت کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی قسم میں مسطح پر اس کے بعد کہ اس نے عائشہ کے بارے میں غیر شائستہ بات کہی کبھی کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **ولا یاتل اولوالفضل منکم والسعتہ ان یؤتوا اولی القربی**

والمساكين والمهاجرين فی سبیل اللّٰه ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللّٰه لکم واللّٰه غفور رحیم (سورة النور آیت ۲۲) یعنی تم میں سے برگزیدہ اور خوشحال لوگ قسم نہ اٹھائیں کہ وہ رشتہ داروں ۔ مسکینوں اور راہ خدا میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دیں گے ۔ چاہئے کہ معاف کر دیں اور درگذر کریں ۔ کیا تمہیں پسند نہیں کہ اللہ تمہیں بخش دے ۔ اور اللہ غفور رحیم ہے ۔

اگر کہا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت اللہ تعالیٰ کی کتاب سے معلوم ہو گئی تو دوبارہ اسکی خبر دینے کا کیا فائدہ ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم صرف آپ کی اس تہمت سے براءت میں نازل ہوا جو آپ پر لگائی گئی جبکہ برے نفسوں کا اس طرف جھانکنا باقی رہ گیا کہ آپ کے متعلق جو ناپسندیدہ بات کی گئی اس کا کچھ موجب تو ہو گا یا جس چیز کی تہمت لگائی گئی اس کا کوئی سبب ہو گا تو یہ دوسرا وقوع ہو گا جو کہ اس سے قریب ہے جس سے آپ کی براءت فرمائی گئی ۔ اور علماء نے اسباب نکاح میں اختلاف کیا ہے ۔ کیا یہ نکاح کی طرح ہیں یا نہیں ؟ تو یہ دو قول ہیں ۔ جس نے کہا کہ نکاح کی طرح ہیں ۔ تو یہ دوسری تہمت ہو گی ۔ تو امت میں پھیلنے والی یہ ایسی ہلاکت ہے جس سے خلاصی نہیں ۔ اور علماء نے فرمایا ہے کہ جس نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو کسی بھی ایسی چیز کی تہمت لگائی جس سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے بری فرمایا ہے تو وہ کافر ہے جہنم میں ہمیشہ رہے گا ۔ اور جس نے کہا کہ وہ نکاح کی طرح نہیں تو یہ ایک عار ہے جو کہ آپ کو لاحق ہوتی ہے اور آپ کو عار کا لاحق ہونا اس عزت کی ہتک ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے بیت صداقت اور بیت نبوت کو عطا فرمائی ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے : سات اشخاص پر میں لعنت بھیجتا ہوں اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے ۔ اور ان میں آپ نے اسے شمار فرمایا جو کہ میرے گھر کی عزت کی ہتک کرتا ہے اور یہ دین میں بہت بڑی خرابی ہے ۔ تو یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنے کو بری قرار دینا اگرچہ اس سے ظاہر یہی ہے کہ آپ نے یہ کام اپنے لئے کیا لیکن یہ صرف دین ہے اور ایمان والوں کی براءت ہے جیسا کہ حدیث حدیبیہ میں حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا جبکہ صحابہ

کرام کو بیت اللہ شریف سے روک دیا گیا جبکہ وہ احرام باندھے ہوئے تھے تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ قربانیاں ذبح کر دیں اور حلق کرائیں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے کہ مزاج مبارک متغیر ہے۔ عرض کی: کیا بات ہے؟ فرمایا: میں نے انہیں حکم دیا تھا لیکن انہوں نے تعمیل نہیں کی۔ وہ عرض کرنے لگیں: آقا! انہوں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ وہ تو آپ کے پیروکار ہیں کیونکہ وہ آپ کے فعل کی ابتداء کرتے ہیں۔ آپ یہ کام پہلے خود کریں تو آپ کی پیروی کریں گے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمہ سے باہر تشریف لائے ہوئے اور جس چیز کا انہیں حکم دیا تھا وہ خود عمل میں لائے پس سب نے اسی طرح کیا۔ اور ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی کلام ایمان والوں کے لئے رحمت اور ان پر لطف و کرم تھا۔ کیونکہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مقدس میں واقع ہونے والا تغیر زائل کر دیا جس کی وجہ سے سخت نقصان کا خطرہ تھا۔ اسی طرح یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔

اور اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ ایک شخص کو اپنے آپ سے عار دور کرنے کی اجازت ہے جبکہ اسے قدرت ہو اور ظاہری صورت حال اسکی تصدیق بھی کرتی ہو۔ ورنہ صبر ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑانا کہ اپنے فضل سے اس مصیبت کو دور فرما دے اور ایمان والوں کی اخوت کے حق کی اسی طرح رعایت کرنا چاہئے۔

حکایت

امام اعمش رضی اللہ عنہ سے اسی کے قریب حکایت بیان کی گئی ہے۔ آپ راستے میں جا رہے تھے کہ آپ کا ایک بھینگا شاگرد ملا۔ شاگرد آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ امام اعمش نے فرمایا: بیٹے! اکیلے چلو۔ اس نے پوچھا: کس لئے؟ فرمایا: شیخ کی نظر کمزور ہے اور شاگرد بھینگا ہے۔ پس لوگ ہماری غیبت کریں گے۔ شاگرد نے عرض کی: ہمیں اجر ملے گا اور وہ گنہگار ہوں گے۔ شیخ نے فرمایا ہم بھی بچ جائیں اور وہ بھی بچ جائیں یہ اس سے بہتر ہے

کہ ہمیں اجر ملے اور وہ گنہگار ہوں

اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ میں حضور علیہ السلام کی معیت میں پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد نکلی یہ بعد میں ذکر کی جانے والی صورت حال کی تمہید ہے۔ اور یہ کلام فصیح ہے جب ایک شخص کو کسی شے کے ذکر کی ضرورت پیش آئے تو وہ اپنی کلام کے آغاز میں ایسی کلام لاتا ہے جو کہ اس چیز کے بیان کی تمہید ہوتی ہے جسے وہ بیان کرنا چاہتا ہے۔ اور حجاب کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ آنکھوں کا ذات تک پہنچنے سے پردہ۔ ۲۔ ذات کا پردہ جو کہ اس سے جدا اور علیحدہ ہو۔ پہلی صورت میں اجنبیوں کے لئے مباشرت جائز نہیں کیونکہ اس تک پہنچنا عورت تک پہنچنا ہے۔ جبکہ دوسرا علیحدہ ہے۔ اجنبی کے لئے اس کی مباشرت ضرورت کے وقت جائز ہے جبکہ اجنبی میں اہلیت اور خدمت کرنے کا سلیقہ ہو۔ جیسا کہ اس کجاوے کو اٹھانے والوں میں اہلیت تھی جیسا کہ بعد میں ذکر ہو گا

اور آپ کا فرمانا کہ میں کجاوے میں اٹھائی جاتی اور اسی میں اتاری جاتی اس میں کئی وجوہات ہیں۔ ۱۔ جو چیز دنیا اور اسکی آرائش کے لئے ہوا اور دین کے معاملہ میں مددگار ہو تو وہ دنیا نہیں آخرت کے لئے ہے کیونکہ کجاوہ عرب میں فخر ومباہات کے لئے ہوتا ہے جب شارع علیہ السلام تشریف لائے اور آپ نے اس میں دین کی مصلحت دیکھی تو اسے اس پردے کے لئے استعمال فرمایا جو کہ اس میں پایا جاتا ہے جبکہ اس کے غیر میں ایسا پردہ نہیں ہے۔ ۲۔ چارپائے پر زیادہ بوجھ ڈالنے کا جائز ہو جبکہ اس میں اسکی طاقت ہو۔ کیونکہ کجاوہ وزنی ہے جیسا کہ معلوم ہے لیکن چارپایہ اسکی طاقت رکھتا ہے۔ تو شارع علیہ السلام نے منع نہیں فرمایا

ابو طالب مکی کہتے ہیں کہ نئی چیزوں میں سے یہ کجاوے اور شامیانے ہیں جن کی وجہ سے ناز نعمت اور آسائش کے ساتھ اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی گئی ہے۔ لوگ تو صرف سواریوں اور بار کش جانوروں پر نکلتے۔ دھوپ میں جل جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مشقت اٹھاتے۔ ان کے رنگ بدل جاتے ان کا کھانا اور سونا کم ہو جاتا۔ اور

اونٹوں کی آسائش زیادہ ہوتی اور ان پر مشقت اور بوجھ کم ہوتا۔ اس سے انہیں ثواب زیادہ ہوتا ان کے حج میں پاکیزگی زیادہ ہوتی۔ اونٹوں کی سلامتی زیادہ ہوتی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے زیادہ موافق ہوتا۔ اب انہوں نے بدعت داخل کر کے یہ سب کچھ نکال پھینکا۔ اب سایہ دار شامیانوں کے ساتھ اونٹوں پر اس قدر وزن رکھ کر نکلتے ہیں جسے وہ برداشت نہیں کر سکتے۔ جو کہ ان کے ہلاک ہونے کا موجب ہوتا ہے اور یہ اس میں شریک ہیں۔ انتھی۔

اور آپ کا فرمانا کہ ایک شب کوچ کا اعلان کیا گیا تو جب کوچ کا اعلان ہوا میں اٹھی۔ آپ نے یہ صرف اس لئے فرمایا تاکہ وہ عذر بیان ہو سکے جس کی وجہ سے کجاوے سے پیچھے رہ گئیں اور اسے اٹھا لیا گیا۔ اور اس میں دلیل ہے کہ امام۔ یا سالار لشکر یا جس کے ساتھ رفقاء سفر ہوں اسے چاہئے کہ کوچ کے وقت اپنے ساتھیوں کو خبردار کر دے اور انہیں اس کا اعلان کرے۔ پھر قدرے ان کی انتظار کرے کہ وہ اپنی حوائج ضروریہ اور دیگر ضروریات سے فارغ ہو لیں۔ اور انہیں اسکی انتظار کا علم ہو۔ کیونکہ جس انتظار کا انہیں علم ہی نہیں اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اور پہلے اذن کے علاوہ کوچ کے وقت کی کوئی علامت ہو۔ کیونکہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ کوچ کا اعلان سن کر وہ اپنی حوائج ضروریہ کے لئے اٹھیں۔ اگر ان کے معمول کا انہیں پتہ ہوتا کہ یہ اذن عین کوچ کے لئے تو اس وقت نہ نکلتیں

اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں چلتی ہوئی لشکر سے گذر گئی اس میں اس امر پر دلیل ہے کہ احوال کا اختلاف احکام کے بدلنے کا سبب ہے یا تو سعادت کی وجہ سے یا بدبختی کی وجہ سے۔ کیونکہ آپ بتا رہی ہیں کہ وہ ایک ہی حالت پر تھیں۔ اور ان سے یہی عادت معروف تھی۔ تو جب وہاں موجود عذر کی وجہ سے آپ معہود حالت سے خالی رہ گئیں اسے آپ نے پہلے بھی ظاہر فرما دیا اور پریشان کن واقعہ پیش آنے کے بعد بھی ظاہر فرما دیا۔ لیکن حالت کا بدلنا تین مرتبوں پر ہے۔ پہلا مرتبہ انسان کا اپنے آپ کو معہود حالت سے خود بدلنا۔ دوسرا مرتبہ اس کے ساتھ لوگوں کے حال کا بدلنا۔ تیسرا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف

سے جاری عادت کو بدلنا۔

رہا پہلا مرتبہ تو وہ کسی سبب کی وجہ سے ہے جو یا تو اس کے فعل کے ساتھ واقع ہوا یا کسی گناہ کے واقع ہونے کی وجہ سے واقع ہوا۔ تو جس کی افعال عبادت کے متعلق ہمیشہ کی ایک عادت ہو پھر وہ اس پر قادر نہ رہے اور عاجز ہو جائے تو اسے ضرورت ہے کہ اپنے افعال کی طرف دھیان کرے اور انہیں میزان علم کے مطابق دیکھے۔ اگر اس میں کوئی خلل پائے تو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے۔ توبہ کرے اور معافی مانگے۔ اور اگر کچھ نہ پائے تو اپنے آپ کو متہم قرار دے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ اسے اس کے مخفی امر کی اطلاع بخشے اور اس سے مدد چاہے اور معافی مانگے کیونکہ لازم ہے کہ ازیں پیشتر اس سے کوئی مخالفت رونما ہوئی ہے جس کی وجہ سے اسے یہ سزا ملی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم** (سورۃ الرعد آیت ۱۱) یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود نہ بدل جائیں۔ اسی لئے صوفیہ کے بعض افاضل نے فرمایا کہ میں اپنے حال کے متغیر ہونے کو پہچان لیتا ہوں حتیٰ کہ اپنے گدھے کی عادت میں کیونکہ وہ اپنے نفس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ پس اپنے افعال میں غور و فکر کرتے ہیں کہ ان میں خلل کیسے آیا حتیٰ کہ ان کی نگہبانی یہاں تک سخت ہوتی کہ ان میں سے بعض اپنی آخری عمر میں مفلس ہو گئے تو سوچا کہ یہ ایک گناہ کی شامت ہے جو کہ مجھ سے بیس سال پہلے صادر ہوا کہ میں نے ایک شخص کو کہا تھا: اے مفلس! تو نگہبانی کی شدت کی وجہ سے پہنچان لیا کہ نحوست کہاں سے آئی گرچہ زمانہ طویل ہو چکا تھا۔

رہا دوسرا مرتبہ تو یہ وہ خلل ہے جو کہ تیرے اور تیرے دوست کے درمیان واقع ہوا جس کے ساتھ تیرا معاملہ چلتا رہا تھا تو جس کے لئے یہ خلل واقع ہوا اس کا فرض ہے کہ وہ میزان علم کے ساتھ اپنے متعلق غور کرے کہ کیا اس سے کوئی ایسا کام سرزد ہوا جو اس خلل کا موجب ہوا اگر اسے کوئی چیز مل جائے تو اپنے ساتھی کے سامنے اپنی غلطی اور کوتاہی کا اعتراف کرے اور اپنے فعل سے معافی مانگے۔ اور اگر کچھ نہ پائے تو اس کے متعلق اس سے پوچھے جس کی بابت اسے ظاہر ہوا کہ یہ خلل اسکی طرف سے ہے۔ ہو سکے

ہے کہ اسے اسکی خبر دینے والے کے پاس کوئی عذر ہو تو معذرت کرلے یا غلطی ہو تو اعتراف کرلے ۔ وغیرذالک ۔ کیونکہ متعارف حال کا بدلنا کسی سبب کے بغیر رونما نہیں ہوتا ۔ اور غور کرنے اور اس کے بعد پوچھنے سے اس کا پتہ چل جاتا ہے ۔

رہا تیسرا مرتبہ تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری عادت کا بدلنا ہے ۔ اور اسکی دو قسمیں ہیں ۔ ایک تو یہ کہ عادت کو قطع کرنا عزت کا سبب ہوتا ہے ۔ جیسے کہ اس عادت کا بدلنا جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے رونما ہوا کیونکہ عادت کا بدلنا آپ کی کرامت اور آپ کی شان میں نزول قرآن کریم اور رفعت مرتبہ کا باعث ہوا ۔ دوسری قسم غضب اور دوری پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر اظہار غضب فرمائے تو انہیں موسم گرما میں بارش دیتا ہے اور موسم سرما میں خشک سالی میں مبتلا کرتا ہے تو رسول کریم علیہ اسلام نے بتا دیا کہ ان پر غضب کی وجہ سے ان پر دستور کو بدل دیتا ہے ۔ تو جب ایسی مصیبت نازل ہو تو اس کا علاج توبہ ۔ گناہ کو من کل الوجوہ ترک کرنے اور معافی مانگنے کے سوا کچھ نہیں ۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کثرت استغفار کے ساتھ استسقاء کو اپنی سنت قرار دیا ہے

اور آپ کا فرمانا **فلما قضیت شانی اقبلت الی الرحل فلمست صدری** جب میں نے اپنا کام پورا کیا تو کجاوے کی طرف لوٹی ٹٹولا تو ہار گم پایا ۔ اس میں کئی وجوہ سے گفتگو ہے ۔ ایک تو زبان کو طبعی طور پر مکروہ چیزوں کے ذکر سے محفوظ رکھنا ۔ کیونکہ آپ نے قضائے حاجت کو **قضیت شانی** کے کنائے سے بیان فرمایا اور عرب لوگ اس مقصد کے لئے اشارے کنارے سے بات کرتے ہیں اسی لئے انہوں نے قضائے حاجت کو غائط کا نام دے دیا ۔ کیونکہ ان کے نزدیک غائط نشیبی زمین کو کہتے ہیں جہاں وہ پردے کے پورے اہتمام کے لئے قضائے حاجت کرتے ہیں ۔ تو انہوں نے مکروہات طبعیہ کے ذکر سے بچنے کے لئے کو اس جگہ کا نام دے دیا جسے اس چیز کے لئے استعمال کرتے ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ کی عادت یوں ہی ہے جسے اس نے آل ابوبکر کی زبانوں پر انہیں غیر موزوں گفتگو سے پاک

رکھنے کے لئے جاری فرمایا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ میں نے مصر کی تعریف میں بڑا مشہور قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے۔

میں نے ہر شہر میں غور و فکر کی دولت خرچ کی اور شرق و غرب کے بارے میں بہت کچھ تحریر کیا۔ لیکن خدا جانتا ہے مصر سے کوئی شہر نہیں اور نہ ہی روم اور عرب و عجم میں اس جیسا کوئی مقام ہے۔ ایک شعر یہ ہے

و فیھا لاہل الدین خیر مدارس ۔
وفیھا لاہل الفسق منتزہ الصب ۔

جب استاذ محترم محمد زین العابدین البکری (اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکات کا فیض عطا فرمائے) نے قصیدہ دیکھا تو اسکی تعریف کے بعد فرمایا اسے فسق کے لفظ سے پاک کر دو اور یوں لکھو وفیھا لاہل البسط۔ اور اسی طرح عربوں کے اخلاق کرم۔ بہادری۔ غیرت۔ فصاحت۔ حسن۔ سفروں کے لئے قوت اور کھلی فضا کی محبت ان کی شعار اور نشان ہیں۔ اور ان میں شہریوں جیسی کمزوری۔ بزدلی۔ خست اور ردی معمولات میں سے کوئی شے نہیں پائی جاتی باوجودیکہ عرصہ دراز اور سالہا سال سے شہر ان کے مدفن سے ہیں۔ مگر جوہر کو مٹی میں رہنے کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا گرچہ عرصہ دراز گذر جائے۔ اور ان کی ذات کا جوہر حضرت ابوبکر سے لے کر اب تک قطعاً متغیر نہیں ہوا۔ اور ہم نے استاذ محترم کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے۔۔

لاعز یاعز الاجوب مھمتہ
والعز فی البید بین الریم والرتم
مواطن البید ماضی الحد حاکمھا
عکس الحواضر فیھا الباز کالرخم

دوسری وجہ مال کا تجسس ہے کیونکہ آپ بتا رہی ہیں کہ واپسی کے وقت اپنا ہار گم کر بیٹھی

تیسری وجہ ۔ دوران سفر عورتوں کا زیور پہننا۔ لیکن یہ اس شرط پر ہے کہ زیور کی آواز سنائی نہ دے کیونکہ آپ نے بتایا کہ دوران سفر آپ نے ہار پہنا ہوا تھا اور حرکت کرنے پر ہار کی آواز سنائی نہیں دیتی۔

اور آپ کا فرمانا کہ میرا جزع اظفار کا ہار ٹوٹ گیا۔ ہار کی صفت کا ذکر فائدہ دیتا ہے کہ وہ بیش قیمت نہ تھا جبکہ شارع علیہ السلام نے مال کو ضائع کرنے سے روکا ہے تھوڑا یا زیادہ ۔ پس آپ شارع علیہ الصلوۃ و السلام کے حکم کی وجہ اسکی تلاش کے لئے واپس لوٹ گئیں ۔ اور اس میں ایک فائدہ اور بھی ہے اور وہ یہ کہ حضرات دنیا میں بے غرضی اور زہد کے انداز میں زندگی بسر کرتے تھے کہ سونے اور چاندی کا زیور نہیں پہنتے تھے ۔ آپ کا فرمانا کہ کجاوہ اٹھانے والے آئے .... پس انہوں نے میرا کجاوہ اٹھایا اس میں کئی وجوہ ہیں ۔
پہلی وجہ آپ کا کجاوہ اٹھانے کے ذمہ دار حضرات کو ان کی طرف منسوب غفلت اور ڈیوٹی میں کوتاہی سے بری الزمہ قرار دینا ہے کیونکہ آپ نے فا کو استعمال فرمایا جو کہ تعقیب کے لئے ۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ جب آتے تو کسی توقف کو اختیار کئے بغیر خدمت میں جلدی کرتے تھے ۔ یا یہ ان کی ہمیشہ کی علوت تھی اس میں انہیں کسی نئے اذن کی ضرورت نہیں ہوتی تھی

دوسری وجہ انہیں کوتاہی سے پاک قرار دینا ہے ۔ اور اس کا معنی اس سے قریب ہے جو ابھی پہلے گزر چکا کیونکہ آپ کا ان کی طرف سے خدمت میں جلدی کرنے کی خبر دینا انہیں پاک قرار دینا ہے کہ وہ دربار نبوت کی تعظیم کے لئے جو کچھ واجب تھا وہ اسکی خیر خواہی اور اس کی وفا کا پورا اہتمام کرتے تھے ۔ پھر آپ نے وضاحت اور بیان کے لئے اور اضافہ فرمایا تاکہ ان کی طرف معمولی سی غفلت منسوب نہ کی جائے چنانچہ فرماتی ہیں کہ عورتوں کا وزن زیادہ نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی ان کا جسم پر گوشت ہوتا ۔ کیونکہ جیسا کہ معلوم ہے کجاوہ وزنی ہوتا ہے اور جب زیادہ وزن میں سے کوئی معمولی سی چیز گھٹا دی جائے اور اٹھانے والی ایک جماعت ہو تو اسکے مخفی ہونے کی وجہ سے بہت کم احساس ہوتا ہے ۔ جبکہ آپ نے بتایا ہے کہ آپ کا جسم کمزور تھا پر گوشت نہ تھا جیسا کہ اس وقت کی عورتیں

تھیں ۔ تو آپ کجاوے کے بوجھ کی نسبت سے ایک تھوڑی سی چیز تھیں ۔ تو اس وضاحت کی وجہ سے ان سے کوتاہی کا وہ الزام زائل ہو گیا جس کی ان کے بارے میں توقع ہو سکتی تھی

تیسری وجہ آپ کا اس چیز سے بری ہونا ہے جس کا عیب لگایا جا سکتا ہے کیونکہ عورتوں میں لاغری کبھی ان کے حق میں عیب ہوتا ہے تو آپ نے اسے یوں زائل فرما دیا کہ اس دور مین عورتوں کا وزن ہلکا ہوتا تھا ۔ وہ بوجھل نہ تھیں اور پر گوشت نہ ہوتی تھیں ۔ پس آپ نے بتا دیا کہ آپ کے زمانے کی عورتیں ایسی ہی ہوتی تھیں صرف آپ اکیلی ہی ایسی نہ تھیں ۔ تو جب سب عورتیں اسی حالت پر ہوتی تھیں تو آپ کے حق میں یہ عیب نہیں ہو گا عیب جب تھا کہ صرف آپ اکیلی ایسی ہوتیں ۔ اور آپ کے اس قول پر کبھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ وہ بوجھل نہ تھیں اور پر گوشت نہ تھیں اور وہ یوں کہ ان دو لفظوں کے مابین تکرار کا فائدہ کیا ہے جبکہ ایک کے ذکر سے دوسرے کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی ؟ اور اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں لفظوں کا معنی ایک نہیں ہے کیونکہ ہر موٹا وزنی ہوتا ہے اور ہر وزنی موٹا نہیں ہوتا کیونکہ جس نے کھانا خوب کھایا اور موٹا نہیں ہوا کہ پیٹ کھانے سے بھر گیا ۔ اور رگیں خون سے معمور ۔ اب ثقل تو ہے لیکن موٹاپا نہیں ۔ نہ یہ کہ خوب کھانے سے سب لوگوں کا گوشت زیادہ ہو جاتا ہے اور موٹے ہو جاتے ہیں ۔ کبھی ایسا ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا البتہ بوجھ لازم ۔ تو آپ نے خبر دی کہ آپ میں دونوں چیزیں نہ تھیں

چوتھی وجہ اپنی طرف سے اور دوسری خواتین کی طرف سے عذر پیش کرنا جن کا آپ نے یوں ذکر فرمایا کہ معمولی سا کھانا کھاتی تھیں تو اس میں اپنا اور ان کا عذر ظاہر فرما دیا ۔ اور یہ کہ جس حالت پر وہ تھیں یہ خلقتانہ تھی اسکی وجہ تو کھانے کی قلت تھی ۔

پانچویں وجہ اپنے آپ کا اور اپنے زمانے کی دوسری عورتوں کا تزکیہ بیان کرنا کیونکہ آپ کا فرمانا کہ وہ صرف معمولی سا کھانا کھاتی تھیں ان کے حق میں تزکیہ ہے کیونکہ اس سے ان کا زہد ظاہر ہوتا ہے اور کہ انہیں دنیا کے مقابلے میں دین پسند تھا ۔ کیونکہ صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم کی تمام تر ہمت اور توجہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وابستہ رہنے پر تھی ۔ بنا بریں وہ طلب دنیا اور اس پر راغب ہونے سے بے توجہ رہتے حتیٰ کہ عورتیں اپنے زہد اور قلت اشیاء کی وجہ سے معمولی سا کھاتی تھیں اور اسی پر راضی رہتیں تو جب عورتوں کے خورد و نوش کی یہ حالت تھی تو مرد کیا کھاتے ہونگے کیونکہ وہ بھوک پر عورتوں کے مقابلے میں زیادہ صبر کر سکتے ہیں ۔ چنانچہ مروی ہے کہ وہ کھجور کا ایک دانہ چوستے اور آپس میں پھیرتے رہتے اور اسی کے بل بوتے پر جہاد کرتے

چھٹی وجہ یہ کہ تعریف اور مذمت اس میں ہوتی ہے جو کہ لوگوں کی عادت کے خلاف ہو کیونکہ فقیر ہونا عیب ہے لیکن چونکہ صحابہ کرام علیہ الرضون کا فقر ان کی بے رغبتی اور پرہیز گاری کے حوالے سے تھا اس لئے عیب نہ تھا ۔ ان میں سے بعض نے فرمایا کہ ہم حلال کے ستر دروازے صرف اس ڈر سے چھوڑ دیتے کہ کہیں حرام میں گر پڑیں ۔ تو جب ان کا فقر اس مقصد کے لئے تھا تو ان کے حق میں تعریف بن گیا اور اسی طرح تابعین ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اسی طرح ہے کہ اکثر اہل جنت ابلہ ہیں اور ابلہ اس اعتبار سے ہیں جس کا شارع علیہ السلام نے ارادہ فرمایا اور وہ ان کا دنیا سے منقطع ہونا اور طلب آخرت میں اس قدر معروف ہونا ہے کہ انہیں معلوم ہی نہیں کہ مال کیسے کمایا جاتا ہے ۔ رہے مسائل دینیہ تو وہ انہیں ساری کائنات سے زیادہ پہچانتے ہیں ۔ یہ اس ابلہ کا حال ہے جس کا شارع علیہ السلام نے ارادہ فرمایا ۔ اور اگر آج کوئی شخص کسی انسان کو کہے اے ابلہ جبکہ اس کا وہ ارادہ نہیں جو ان کی اصطلاح میں ہے تو آج کے دن یہ مذمت ہے ۔ کیونکہ ان کے نزدیک ابلہ اسے کہتے ہیں جسے اپنے دین اور دنیا کے مسائل کی تمیز نہ ہو ۔ اور اسی طرح فقر ہے کیونکہ فقیر ہونا ان کے نزدیک بڑا عیب ہے اور انہوں نے غنی کا نام سعادت مند رکھ دیا ہے گرچہ اس کے قبضے میں جو کچھ ہے وہ حرام اور ناجائز ہو ۔ کبھی اس کے قبضے میں جو کچھ ہے اس کے جہنمی ہونے کا سبب ہوتا ہے اور یہ لوگ اسے سعادت مند کہتے ہیں ۔ اور مجھے ایک قائل کا قول تعجب میں ڈالتا ہے ۔ اے بیٹے بعض آدمی سمجھدار صاحب بصارت انسان کی شکل میں جانور ہیں ۔ اس کے مال میں جو

مصیبت وارد ہو اسے سمجھ لیتا ہے لیکن دین کے بارے میں آئے تو اسے شعور تک نہیں ہوتا۔

اور آپ کا فرمانا: میں نو عمر لڑکی تھی۔ آپ نے یہ اس لئے ذکر فرمایا کہ آپ سے جو کچھ سرزد ہوا اس کا عذر ظاہر ہو جائے کہ ہار تلاش کرنے میں مصروف رہیں اور قافلے والوں سے غیر متوجہ حتی کہ وہ کوچ کر گئے۔ تو اس میں آپ کی طرف کوتاہی منسوب ہو سکتی ہے تو آپ نے نو عمری بیان کی تاکہ بیان کریں کہ اس طرز عمل پر آپ کو کس چیز نے ابھارا۔ کیونکہ بچے کو سفروں اور دیگر معاملات کا تجربہ نہیں ہوتا کہ معلوم کر سکے کہ جو صورت حال پیش آئے۔ اور سفر میں جو حالات طاری ہوں ان میں کیا حکمت عملی اپنائی جائے

اور آپ کا فرمانا کہ میں نے اپنی اس منزل کا قصد کیا جس میں میں تھی یعنی آپ نے اپنے کجاوے کی جگہ کا قصد فرمایا اور وہاں ٹھہری رہیں۔ اور اس سے گواہی ملتی ہے کہ آپ کو امور کی پہنچان حاصل تھی۔ کیونکہ اگر آپ اپنے مقام پر نہ بیٹھتیں اور قوم کی تلاش میں چل نکلتیں تو احتمال تھا کہ ان کا راستہ پالیتیں یا اس سے علیحدہ ہو جاتیں۔ اگر علیحدہ ہو جاتیں تو ہلاکت تھی۔ اور رہا آپ کا اپنے مقام پر ٹھہرنا تو اس کے متعلق یقین کیا جا سکتا ہے کہ وہ آپ کی طرف اسی جگہ لوٹیں گے تو جب آپ کے قوم کے پیچھے چلنے میں ضائع ہونے اور انہیں پالنے کا احتمال تھا اور آپ کے اپنی جگہ پر ٹھہرے رہنے کے متعلق یقین قطعی کہ ملاقات ہو جائے گی تو آپ نے وہ کام کیا جس کا قطعی یقین تھا اور احتمال والے کام کو ترک کر دیا۔

اور آپ کا فرمانا کہ میں بیٹھی تھی کہ نیند کا غلبہ ہوا پس میں سو گئی کیونکہ آپ نو عمر تھیں اور نو عمری میں نیند زیادہ آتی ہے کیونکہ اس وقت رطوبات ہوتی ہیں پس نیند کے غلبہ کی وجہ سے بیٹھ نہ سکیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کی نیند آپ کے حق میں اللہ تعالٰی کی طرف کرامت تھی کیونکہ وہ مقام تو بے چینی کا تھا۔ اور نو عمر جب جنگل میں اکیلا ہو تو گھبرا جاتا۔ ہے خصوصا ابھی جہاد سے واپسی ہوئی ہے اور دشمن بے شمار ہیں تو آپ پر

یہ اسباب جمع ہو گئے ۔ اور ان میں ہر ایک خوف کا موجب اور سکون سلب کرنے والا ہے ۔ تو جب سب جمع ہو گئے تو کیفیت کیا ہو گی ؟ پس اللہ تعالیٰ نے آپ پر نیند بھیج دی تاکہ یہ عوارض زائل ہو جائیں اور اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے **اذ یغشیکم النعاس امنة منه** ۔ (سورۃ الانفال آیت ۱۱) یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں غنودگی سے ڈھانپ دیا تا کہ اسکی طرف سے باعث تسکین ہو

اور آپ کا ارشاد کہ صفوان بن معطل السلمی .... میری سواری کو آگے سے پکڑ کر چلتا رہا ۔ اس میں کئی وجوہ ہیں پہلی یہ کہ سفر میں سنت ہے کہ ایک دیانت دار شخص جو کہ صلاحیت اور نیکی میں معروف ہو قوم کے پیچھے پیچھے چلتا رہے ۔ کیونکہ آپ نے بتایا کہ صفوان بن المعطل لشکر کے پیچھے تھا ۔ اور یہ صفوان باصلاحیت اور نیک تھا ۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے لئے اسکی گواہی دی جیسا کہ آگے آ رہا ہے ۔ اور ان کی دیانت اور نیکی معلوم تھی اسی لئے انہیں قوم کے پیچھے چھوڑا گیا ۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب کسی مقام سے قافلہ کوچ کرے تو کبھی اپنی ضرورت کی چیزیں بھول کر چھوڑ جاتے ہیں یا ان کے اموال سے کوئی چیز گر جاتی ہے یا ان سے کوئی کٹ جاتا ہے تو اسکے ضائع ہونے کا کھٹکا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے اتفاق ہوا ۔ اور اس شخص کا نام اس لئے ذکر فرمایا تاکہ اپنی براءت بیان کریں ۔ اور اس کا ایک سبب یہ ہے کہ اس شخص کی صلاحیت اور دینی وفاداری معلوم ہے ۔ رضی اللہ عنہ ۔ اور یہ کہ وہ ایسا ہے ہی نہیں جیسا کہ اسکے متعلق کہا گیا ہے اور اس کے آپ کے پاس آنے کی کیفیت کو بیان فرمایا تاکہ وہاں جو خیال گذر سکتا ہے زائل ہو جائے

دوسری وجہ یہ کہ عورت کجاوے میں بالکل ایسے ہی ہوتی جیسے کہ وہ اپنے گھر میں ہوتی ہے ۔ اور وہاں ستر کا تکلف نہیں ہوتا ۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ صفوان نے مجھے حجاب کے حکم سے پہلے دیکھا تھا ۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اس نے آپ کو پہچان لیا ۔ اور پہچان صرف اس وقت واقع ہوئی جب آپ سے کسی چیز کو ظاہر دیکھا ۔ اگر آپ پردے میں ہوتیں تو کچھ نہ دیکھتا ۔

تیسری وجہ یہ کہ اجنبی عورت کے ساتھ گفتگو سوائے انتہائی ضرورت کے جبکہ سوائے گفتگو کے چارہ نہ رہے جائز نہیں ۔ کیونکہ آپ بتاتی ہیں کہ کہ صفوان نے جب آپ کو پہچان لیا تو آپ کا نام لے کر ندا نہیں دی ۔ نہ ہی آپ سے کچھ پوچھا ۔ صفوان نے صرف استرجاع کیا کیونکہ سوال تو جواب کو چاہتا ہے پس آپ نے سوال کی بجائے ایسی کلام کی جس کے لئے جواب کی ضرورت نہیں ۔ اور یہ آپ کی دینی پختگی کی گواہی ہے ۔ اور استرجاع کا معنی **اناللّٰہ وانا الیہ راجعون** کہنا ہے ۔ نیز **لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم** کہنا اسی طرح ہے ۔ تو جب اس نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا تو اپنی سواری سے استرجاع کرتے ہوئے فوراً نیچے اتر آیا تاکہ استرجاع کی آواز سے بیدار ہو جائیں ۔ پھر اونٹنی کا بازو پاؤں کے نیچے دبا لیا ۔ کیونکہ عربوں کی عادت تھی کہ جب کسی کو سواری پر بٹھانا چاہتے تو اونٹنی کا بازو دبا لیتے تاکہ وہ سوار کے سوار ہونے کے لئے تیار ہو جائے تو گویا مشہور عادت کے مطابق کہہ رہا تھا کہ سوار ہو جائیں تو جب آپ اس کے استرجاع کی وجہ بیدار ہوئیں اور اس کی اس حالت کا مشاہدہ کیا تو سمجھ گئیں کہ وہ ارادہ کرتا ہے کہ اونٹنی پر سوار ہو جائیں ۔ تو آپ سوار ہو گئیں ۔ چنانچہ صفوان رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور آگے آگے چلنے لگا تاکہ ستر کا اہتمام زیادہ رہے ۔ پس آپ کا جسم نہ دیکھ سکے اگر پیچھے چلتا تو آنکھیں نیچے رکھنے کی ضرورت پڑتی اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کو بھی نظر پڑنے کی توقع اور کھٹکا رہتا ۔ پس صفوان آگے ہو گئے تاکہ جدھر چاہیں دیکھ سکیں ۔ اور راستہ بھی نظر آتا رہے ۔ اور یہ سب کچھ آپ کی دینی پختگی ۔ ادب اور حکمت عملی سے ہے ۔ اور آپ میں انہیں خوبیوں کے پائے جانے کی وجہ سے انہیں حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے پیچھے چلنے کے لئے مقرر فرمایا تھا

اور آپ کا فرمانا کہ ہم لشکر تک پہنچ گئے جبکہ لوگ دوپہر کے وقت پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے ۔ یعنی اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ قوم تک پہنچ گئے ۔ اور وہاں پہنچنا دوپہر کے وقت تھا جبکہ لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا اور تعریس کہتے ہیں سفر سے رک جانا پڑاؤ ڈالنا ۔ رات ہو یا دن ۔

اور آپ کا فرمانا پس ہلاک ہوا جو ہلاک ہوا ۔ آپ نے ہلاک ہونے کو مبہم رکھا اور ہلاک ہونے والوں کا نام نہیں لیا کیونکہ یہ بات معلوم ہی تھی اور یہ فرمانا کہ بہتان کا مرکزی کردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا ۔ اور یہ عبداللہ رئیس المنافقین تھا اور وہ بہتان طرازوں کا سرغنہ تھا اور یہ اس لئے ذکر فرمایا کہ اس کا نام بیان کر دیا جائے ۔ تاکہ پتہ چل جائے کہ یہ محض جھوٹ ہے جس میں کوئی شک نہیں ۔ جیسا کہ صفوان کا نام ذکر فرمایا کیونکہ ان کا دین و دیانت مشہور و معلوم ۔ اور ان کا خیر پر راسخ ہونا واضح تھا ۔ اور یہ سب کچھ اس لئے فرمایا تاکہ آپ کی براءت کا یقین ہو ۔ اور اس بارے میں نازل ہونے والی آزمائش سے لوگ بچ جائیں

اور یہ فرمانا کہ اصحاب افک کی گفتگو کا ذکر کرتے تھے یعنی بہتان طرازوں کی گفتگو لوگوں میں مشہور ہو گئی اور وہ اپنے درمیان اس کے متعلق باتیں کرتے ۔ اور کوئی گمان کرنے والا یہ گمان مت کرے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یا ان میں سے کسی ایک نے اس میں کسی قسم کا حصہ لیا ہو یا معاذاللہ اسکی تصدیق کی ہو ۔ ان کی یہ گفتگو تعجب اور انکار کی طرز پر تھی ۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا کہ کیا تو نے وہ بات سنی جو فلاں خاتون کے بارے میں کہی گئی ؟ تو اسکی بیوی کہتی کہ اگر آپ سے میرے بارے میں ایسا کہا جاتا تو کیا آپ تصدیق کرتے ؟ وہ کہتا ہرگز نہیں تو وہ کہتی کہ پھر فلاں خاتون کے متعلق یہ کیونکر ممکن ہے ؟ اور آپ کا فرمانا کہ میری تکلیف بڑھ گئی ..... حتیٰ کہ میں کمزور ہو گئی ۔ اس میں کئی وجوہ ہیں ۔ پہلی وجہ یہ کہ باطن کے تغیر سے بیماری زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ آپ فرماتی ہیں کہ میری بیماری میں اس وقت اضافہ ہو گیا جبکہ میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے وہ لطف و کرم نہیں دیکھتی تھی جو کہ میں اپنی بیماری کے ایام میں آپ سے دیکھا کرتی تھی ۔ اور یریبنی بمعنی یزیدنی ہے یعنی میری بیماری بڑھ گئی ۔ پس آپ کے باطن کے تغیر سے بیماری کا درد زیادہ ہو گیا ۔ کیونکہ بیماری کی حالت میں آپ پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم جو احسان فرماتے اور جو لطف اور مہربانی فرماتے اس میں کمی آ گئی ۔ پھر باطن اور ظاہر کی نسبت سے بیماری کی دو قسمیں ہیں ۔ حسی بیماری

۔ معنوی بیماری ۔ حسی تو وہ ہے جو کہ بدن میں ہوتی ہے ۔ اور معنوی سے مراد وہ تغیرات افکار اور غم ہیں جو کہ نفس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ۔ رہی حسی بیماری تو ایسے بیمار کا کام اگر طب سے ناواقف ہے تو طبیب کی طرف جانا آنا ہے اور دواؤں کے بارے میں اسکے حکم کی تعمیل کرنا ہے تو اگر زندگی ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی تکلیف دور فرما دیتا ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب بیماری پیدا کی تو دوا بھی پیدا فرمائی ہے ۔ اور سب سے شدید بیماری نفس اور شیطان ہے ۔ اور ان کی دوا ان کی مخالفت کے بغیر کچھ نہیں ۔ جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ طب کا علم رکھتی تھیں ۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ تو فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اقدس کو مرض کثرت سے تھی اور آپ علاج فرماتے تھے ۔ آپ ہر مرض میں مبتلا ہوئے اور آپ نے اس کا علاج فرمایا ۔ تو دوا کرنا سنت ہے مگر یہ کہ اپنے پروردگار پر توکل اور بھروسہ کرتے ہوئے چھوڑ دے ۔ تو یہ زیادہ بہتر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے ۷۰ ہزار افراد جنت میں حساب کے بغیر جائینگے ۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو کہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں نہ بد فالی لیتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں ۔ تو جو اس پر قادر ہو تو زیادہ بہتر ہے ۔ اور جو اس پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے سنت میں وسعت ہے ۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ترک فرمایا اور دوا لینے اور علاج کرنے کی طرف رجوع فرمایا کیونکہ آپ شریعت جاری فرمانے والے ہیں ۔ پھر جب علاج کرائے تو اس عقیدے سے بچے کہ اس سے اسے شفا ہوگی بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اسکی امید کرے اور اسی پر بھروسہ کرے ۔ اور اسباب کو سنت کی تعمیل اور حکمت کے اظہار کے لئے اپنائے ۔ یہ تو ہے مرض حسی کا حکم ۔

مرض معنوی کی دو قسمیں

رہی مرض معنوی تو اسکی دو قسمیں ہیں ۔ پہلی قسم نفاق ہے ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فی قلوبھم مرض فزادھم اللّٰہ مرضا (البقرہ آیت ۱۰) ان کے دلوں میں بیماری

ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری بڑھا دی ۔ اور اس بیماری کا علاج سوائے اسلام میں داخل ہونے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے وعید کی تصدیق کرنے کے اور کچھ نہیں ۔

اور دوسری بیماری ایمان والوں میں ہے اور یہ وہ وسوسے ہیں جو ان کے باطن میں کھٹکتے ہیں اور عبادات میں کاہلی ہے ۔ اور اس کا علاج مجاہدات میں داخل ہونے اور باطن میں واقع ہونے والے وساوس پر ٹھہرنے کو ترک کرنے کے سوا کچھ نہیں ۔ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے: ایسا کس نے بنایا ؟ فلاں کو کس نے پیدا کیا؟ ۔ حتیٰ کہ کہتا ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب ایسا وسوسہ ڈالے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریعنی **اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم** کہہ ۔ اور اسکی نیت یہ ہے کہ اسے شیطان کی طرف سے جانے اور اس پر لعنت بھیجے ۔ کیونکہ آدمی اس بات کا مامور نہیں کہ ایسے امور میں سے کچھ بھی اسے نہ کھٹکے ۔ اسے اس بات کا حکم ہے کہ ایسے وساوس کو دور کرے ۔ اور جب یہ زیادہ ہو اور اسے دور کرنے پر قادر نہ ہو تو اس وقت مجاہدات اور مختلف قسم کی عبادات اور ان میں انتہائی انہماک کو کام میں لائے کیونکہ ظاہری تکلیف باطنی وساوس کو دور کرتی ہے ۔ اور یہ معنوی بیماری کا حکم ہے ۔

حکایت

اور میرے بچپنے کے ابتداء میں ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے ایک شیطانی بیماری ایسی جہت سے در پیش ہوئی جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ جس کی وجہ سے ایک مدت تک درماندہ رہا ۔ اور زندہ اور واصل بحق اولیاء کے حضور حاضری دیتا رہا ۔ اور وسعتوں کے باوجود دنیا مجھ پر تنگ ہو گئی ۔ مجھے بعض اولیاء نے شیخ ابراہیم ابو تیجی نامی شخصیت کا پتہ دیا جو کہ مصر میں میروانی حمام پر تنہائی میں رہتے تھے ۔ میں وہاں حاضر ہوا ۔ ان کی خلوت کا دروازہ بند پایا ۔ کافی دیر ٹھہرنے کے بعد میں نے دستک دی ۔ آپ نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر آنے کی اجازت عطا فرمائی اور جب میں داخل ہو رہا تھا تو آپ نے یہ آیت کریمہ

پڑھی واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللّٰہ انہ سمیع علیم ○(سورۃ الاعراف آیت ۲۰۰) اگر (اے مخاطب) تجھے شیطان کی طرف سے ذرا سا وسوسہ پہنچے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ۔ بیشک وہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے تو صرف آیت کی تلاوت کی بدولت ہی مجھ میں پائی جانے والی بیماری زائل ہو گئی۔ گویا کہ وہ تھی ہی نہیں۔ میں نے عرض کی: یاسیدی! میں آپ کی خدمت میں اپنی بیماری کے زائل کرنے کی دعا کرانے آیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے زائل فرما دیا۔ تو کہنے لگے سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اپنے بندوں پر لطف و کرم فرماتا ہے۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں کثرت سے آتا جاتا رہا اور میں نے آپ کی صحبت سے بہت فائدہ حاصل کیا اور آپ سیدی محمد البکری الکبیر کے خدام میں سے ہیں اور ابن الترجمان رحمتہ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہے۔

اب ہم ان وجود کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں جن کا ہماری تقریر کے مطابق حدیث شریف سے استفادہ ہوتا ہے دوسری وجہ آپ کے متعلق عادت کریمہ کا اس وقت بدل جانا جب آپ کی شان میں مذکورہ بات کی گئی۔ اور اس میں سدباب کے قول کی دلیل ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل خانہ کے بارے ہر خیر کو جانتے ہیں اس کے باوجود ان کے لئے عادت میں کمی واقع ہو گئی۔ اور سد باب کے لئے ان سے کچھ کنارہ کشی اختیار فرمائی۔ کیونکہ یہ غیرت دین میں سے ہے۔ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا نہ فرماتے تو اس سے (اغیار) ترک غیرت کی بات کرتے۔ جبکہ غیرت ایمان کا شعبہ ہے۔ تو آپ نے یہ انداز اسی مقصد کے لئے اختیار فرمایا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ بیمار کے بارے سنت یہ ہے کہ اس پر مہربانی کی جائے۔ کیونکہ آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ لطف و کرم نہیں دیکھتی تھی جو میری بیماری کے ایام میں آپ کا معمول تھا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار پر زیادہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔ جبکہ اس کے سوا ایک اور حدیث پاک میں حضور علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ بیمار کے لئے اسکی عمر میں وسعت کی

بات کی جائے کیونکہ بدن کی بیماری حسی ہے اور نفس طویل زندگی سے راحت پاتا ہے اور عافیت چاہتا ہے تو جب اسکی عمر میں وسعت کی بات کی جائے تو اسے معنوی بیماری سے راحت ملتی ہے کیونکہ اس سلسلے میں اسے جو کچھ کہا جائے گا اسکی وجہ سے بیماری کے غم سے راحت ملے۔ اور کبھی یہ بیماری میں خفت کا سبب بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس سے اس کا باطن بھی متغیر ہوتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا کہ میں اور ام مسطح باہر نکلیں ..... میری بیماری پہلے سے زیادہ ہو گئی اس میں مسلمان کی امداد اور اسکی تعظیم کی گواہی ہے اور یہ اپنوں بیگانوں سب کے ساتھ لازم ہے۔ کیونکہ ام مسطح نے جب تعس مسطح کہا یعنی مسطح ہلاک ہو جائے تو آپ نے فرمایا تو نے بری بات کہی کیا تو ایسے شخص کو کوستی ہے جس نے بدر میں حاضری دی۔ اور مسطح اس کا بیٹا تھا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسکی والدہ کے اس قول کا رد فرمایا جو اس نے اس کے متعلق کہا اور فرمایا کہ تو نے بری بات کہی۔ اور حدیث میں موجود لفظ بریہ یا تنزہ اس میں راوی کو شک ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان میں کون سا لفظ فرمایا۔ اور اس میں حالت پر توجہ کرنے کی دلیل ہے کیونکہ آپ نے مسطح کے عادل ہونے کے بارے میں اپنے پاس موجود صورت حال سے دلیل لی کہ یہ بدر میں حاضر ہوا۔ اور اس کے بارے میں جو کہا گیا اس کا انکار فرمایا یہاں تک کہ آپ کے ہاں وہ بات یقین کے ساتھ ثابت ہو گئی اور اس میں دلیل ہے کہ دین کے وانعدار ہونے سے ارباب فضیلت کو انتہائی دکھ ہوتا ہے کیونکہ آپ بتاتی ہیں کہ جب آپ کے بارے میں یہ غیر شائستہ بات کی گئی جو کہ دین کے بارے میں انتہائی عیب ہے تو آپ کو اس قدر غم لاحق ہوا کہ آنکھوں میں نیند تک باقی نہ رہی جیسا کہ آگے آ رہا ہے

اور آپ کا فرمانا کہ جب میں اپنے گھر لوٹی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے ..... سوکنیں اس کے بارے میں کافی باتیں بناتی ہیں۔ اس میں کئی وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ بیوی کو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنے کا حق نہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنے والدین کی زیارت کے لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے اذن طلب کیا

جب آپ نے اذن عطا فرمایا تو اس وقت وہاں سے نکلیں

دوسری وجہ ۔ اس میں عمل مستحب کے جواز کی دلیل ہے جبکہ اس سے مراد وہ عمل ہو جو کہ دین میں سے اعلیٰ ہو ۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اذن طلب کیا والدین کی زیارت کے لئے جو کہ مستحبات میں سے ہے جبکہ مراد یہ تھی کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے اسکی صحیح صورت حال معلوم کی جائے

تیسری وجہ ۔ توریہ کا جائز ہونا اور یہ ہے کسی چیز کا اظہار کرنا جبکہ مراد کچھ اور ہو ۔ کیونکہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والدین کی زیارت کے لئے اذن مانگا جبکہ ارادہ یہ تھا کہ والدین سے اس خبر کے یقینی ہونے کا پتہ کروں ۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی فرمایا کرتے کہ جب کسی سمت غزوہ کے لئے نکلنے کا ارادہ ہوتا تو اشارۃ کسی اور سمت کا ذکر فرماتے ۔ سوائے ایک غزوہ (تبوک) کے کیونکہ یہ مقام بہت دور تھا اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے " رازداری " کے ساتھ مدد طلب کیا کرو ۔

چوتھی وجہ ۔ جس پر کوئی مصیبت نازل ہو جو کہ سچ اور جھوٹ کا احتمال رکھتی ہے تو اس میں جلد بازی نہ کی جائے ۔ تحقیق کی جائے حتیٰ کہ چھان پھٹک کے بعد خبر کا یقینی ہونا ثابت ہو جائے ۔ اور اسکی اصل صورت حال سامنے آجائے ۔ کیونکہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ام مسطح نے ان کے بارے میں کہی گئی غیر شائستہ بات کی خبر دی تو آپ نے ان کی بات پر اعتماد نہ فرمایا یہاں تک کہ جا کر اپنی والدہ سے خبر کے یقینی ہونے کا پتہ کیا ۔ اور معاملہ بالکل اسی طرح پایا جیسے آپ سے کہا گیا تھا ۔ اور خبر واحد پر عمل کیا جائے گا مگر صرف دینی معاملات میں ۔ رہے حوادث و واقعات تو اسکے بارے میں خبر واحد اس واقعہ کے متعلق تحقیق و تفتیش کا سبب ہے یہاں تک کہ اس میں ضعف یا پختگی کا یقین ہو جائے ۔

پانچویں وجہ ۔ جس پر کوئی مصیبت اور حادثہ وارد ہو وہ اس بارے میں اپنے سب سے قریبی اور پسندیدہ شخص کی بات سے دلیل حاصل کرے بشرطیکہ وہ اس واقعہ سے واقف اور امور کے انجام کو سمجھتا ہو کیونکہ جب آپ پر یہ مصیبت نازل ہوئی تو اس

بارے میں اپنے والدین کی طرف متوجہ ہوئیں کیونکہ وہ دونوں سب لوگوں سے آپ کے زیادہ قریبی اور پسندیدہ تھے۔ اور انہیں دین۔ عقل۔ معرفت اور امور کے انجام کو جاننے میں ایسی سبقت حاصل ہے کہ ان کا کوئی شریک نہیں۔ اور تو اسی طرح آل صدیق رضی اللہ عنہ کے ہر شخص کے پاس امور کی ایسی معرفت پائے گا کہ اگر وہ اس کے ساتھ مملکت کی تدبیر کرے تو اسکی بہترین تدبیر کر سکتا ہے

چھٹی وجہ۔ مصیبت کے وقت مصیبت زدہ کو تسلی دینا کیونکہ جب آپ نے اپنی والدہ سے اس سانحے کا شکوہ کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر تسلی دی کہ اپنے آپ پر آسانی کر۔ اور بہت عظیم تسلی اس علت کا بیان کرنا ہے جو کہ ایسے دردناک امر کا موجب ہوتی ہے۔ اور وہ بات ہے جسے انہوں نے بیان کیا کہ کسی شخص کے ہاں باوجاہت بیوی ہو جس سے وہ محبت کرے اور اس کی سوکنیں ہوں تو اکثر ایسی باتیں کی جاتی ہیں۔ اور آپ کے لئے اسے قسما بیان کیا۔

اور اس کلام میں پائی جانے والی استثناء میں بحث کی ضرورت ہے کہ منفصل ہے یا متصل؟۔ اور اگر متصل ہو تو اس سے کیا مراد ہے اور اگر منفصل ہو تو کیا مراد ہے؟۔ تو اگر منفصل ہو تو ان کے قول **الا اکثرن علیھا** سے مراد یہ ہو گی کہ اس زمانے کی بعض عورتیں اکثر ایسی باتیں کرتی ہیں کیونکہ عادت جاری ہے کہ جب کسی خاتون میں ان تینوں میں سے ایک خصلت پائی جائے تو عورتیں اس کے بارے میں کثرت سے باتیں کرتی ہیں تو جب کسی میں مجموعی طور پر تینوں ہی اکٹھی ہو جائیں تو صورت حال کیا ہو گی؟ اور اسے اس توجیہہ پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے اور اس کے ساتھ لگنے والے قرائن سے ظاہر ہے۔ کیونکہ اسکی ضد جو کہ استثنائے متصل ہے محال ہے کیونکہ اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج مطہرات پر محمول کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ کسی کی غیبت نہیں کرتیں۔ تو ایسے معاملے میں کیسے ملوث ہو سکتی ہیں؟ تو ان سے غیبت کا واقع ہونا محال ہے۔ اور اسی طرح آپ کی والدہ نے اس چیز کا گمان حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں نہیں کیونکہ دین کے معاملے میں ان کی پختگی بھی معلوم ہے تو ان سے یہ

گمان کیسے واقع ہو سکتا ہے؟

اور اگر استثناء متصل ہے تو کلام کی تقدیر یوں ہو گی کہ اگر اس کے بارے میں اسکی سوکنوں کی بعض خادمات اکثر ایسی باتیں کرتی ہیں کیونکہ ام عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق یہ محال ہے کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بیویوں کے متعلق ایسی بات کریں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے نہیں فرمائی ۔ اور ازواج مطہرات کے حق میں بھی محال ہے کہ ایسی بات کریں ۔ ان سے ایسی حرکت کیسے صادر ہو سکتی ہے جبکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے لئے منتخب فرمایا ہو ۔ اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ عز و جل نے فرمایا **لستن کا حد من النساء** (الاحزاب آیت ۳۲) تم دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند نہیں ہو ۔ پس استثناء کو متصل تسلیم کرنے کے بعد صرف یہی صورت باقی رہ گئی کہ مراد سوکنون کی خادمات ہوں اور اسکی مثل عربوں کی زبانوں میں بہت ہے ۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے **حتی اذا استیئاالرسل** (یوسف آیت ۱۱۰) حتی کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور یہ تو معلوم ہے کہ رسل علیہم السلام کبھی مایوس نہیں ہوئے ۔ نا امیدی تو ان کے بعض خدام سے واقع ہوئی ۔ اسی قسم سے یہ قول ہے **فان کنت فی شک مما انز لنا الیک فسئل الذین یقرؤن الکتاب من قبلک** (سورۃ یونس آیت ۹۴) اگر تجھے اس میں جو ہم نے تیری طرف اتارا کچھ شک ہو تو ان سے دریافت کر جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں ۔ اور یہ قطعا معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اس کے متعلق کبھی شک نہیں کی جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ۔ اس سے مراد بعض پیروکار ہیں ۔ اور اسی طرح اس آیت میں ہے جس کے ہم درپے ہیں ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ازواج کی خادمات کے لئے شرط نہیں کہ سب کی سب ایمان والیاں ہوں بلکہ ان میں سے ایمان والیاں ہیں اور منافق بھی ہیں ۔ اور اس دور میں بہت سے منافق تھے اور وہ چوری چھپے آستان نبوت کی خدمت کے لئے قرب تلاش کرتے تھے ۔

اور آپ کا سبحان اللہ فرمانا ان [illegible] ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ کی

تنزیہہ کے لئے ہے اور آپ کے الفاظ کو قرآن کریم نے بیان فرمایا **ولولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بھتان عظیم** (النور آیت ۱۶) اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ افواہ سنی تم نے کہہ دیا ہوتا کہ ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ اس کے متعلق گفتگو کریں۔ اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کو صدمہ ثابت ہونے پر اپنے پروردگار کی کتاب کے نزول سے پہلے ہی اس کے موافق گفتگو کی توفیق عطا فرمائی۔

اور آپ کا یہ فرمانا کہ لوگوں نے اس کے متعلق باتیں کیں آپ کی طرف سے تعجب ہے کیونکہ آپ جانتی ہیں کہ اس کا موجب ہے ہی نہیں۔ اور آپ کا فرمانا کہ میں نے یہ رات اس حال میں گذاری کہ میرے آنسو نہیں تھمتے تھے نہ ہی مجھے نیند آتی تھی اسکی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ غموں کی وجہ سے بے خوابی اور آنسوؤں کا بہنا امر لازم۔ کیونکہ جب آپ نے سانحہ کی تحقیق کرلی تو آپ کا غم زیادہ اور آنسو بے حد و حساب ہو گئے اور اسکی وجہ سے نیند ختم ہو گئی۔ اور دوسری وجہ۔ یہ ہے کہ ارباب فضیلت و خیر کا غم واندوہ صرف آخرت کے حوالے سے ہوتا ہے کیونکہ جب آپ پر یہ صدمہ وارد ہوا جو کہ امور آخرت میں ایک بہت بڑا شگاف ہے اور اس سے دین داغدار ہوتا ہے تو اس میں آپ کا غم زیادہ ہو گیا۔ کیونکہ آپ کے متعلق اسکی بات کرنا دین میں نقص ہے۔ اور اگر یہ واقعہ دنیا کی جہت سے ہوتا تو آپ اس قدر غمگین نہ ہوتیں کیونکہ دنیا کو تو ان حضرات نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد سن رکھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو اس سے کافر کو پانی کا ایک گھونٹ تک نہ پلایا جاتا۔ اور حضرت مریم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول اسی طرح محمول کیا جائے گا **یا لیتنی مت قبل ھذا و کنت نسیامنسیا** (سورۃ مریم آیت ۲۳) اے کاش میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بالکل فراموش کردی گئی ہوتی۔ کیونکہ ایک قول کے مطابق آپ صدیقہ ہیں اور ایک قول کے مطابق نبیہ ہیں۔ تو افتراء باندھنے والے کی بات سے کس قدر غمگین ہوئی گی۔ آپ کے لئے اس کا اجر ہے جبکہ ان

پر اس کا بوجھ ہے۔

اقول وباللہ التوفیق۔ حضرت مریم کے نبی ہونے کا قول مرجوح ہے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کوئی خاتون نبی نہیں ہوئی چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے **وما ارسلنا من قبلک الارجالا نوحی الیھم من اہل القری۔** (سورۃ یوسف آیت ۱۰۹) اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے۔ چنانچہ تفسیر نورالعرفان میں حکیم الامت مولانا مفتی احمد رخان گجراتی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتہ۔ جن۔ عورت کبھی نبی نہ ہوئے۔ نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبوت۔ قضا۔ امامت مردوں کے لئے خاص فرمائیں۔ نیز تفسیر خزائن العرفان میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا نہ فرشتے نہ کسی عورت کو نبی بنایا گیا۔ نیز فرماتے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل بادیہ اور عورتوں میں سے کبھی کوئی نبی نہیں کیا گیا۔ نیز علم کلام کی معتمد و مستند منظوم تحریر جو کہ علامہ سراج الدین ابو الحسن علی بن عثمان اوشی کی تحقیق انیق ہے اس میں فرماتے ہیں

وما کانت نبیا قط انثی ولا عبدو شخص زوا فسال۔

اور اس کا حاصل معنی نخبتہ اللا لی میں جو کہ اسکی شرح ہے علامہ محمد بن سلیمان الحلبی الریحاوی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمایا **انہ یجب اعتقاد ان الانبیاء علیھم السلام لم یکن احد منھم انثی ولا عبدا ولا کذابا ولا ساحرا ولا من ارتکب ذنبا لان ذالک کلہ نقص وھم مبرء ون من النقائص افضل خلق اللہ اجمعین علیھم افضل الصلوۃ و التسلیم۔** کہ یہ اعتقاد واجب ہے کہ انبیاء علیھم السلام میں سے کوئی بھی عورت غلام۔ کذاب۔ جادوگر اور گناہ کا مرتکب نہیں ہوا کیونکہ یہ سب کے سب نقص ہیں جبکہ انبیاء علیھم السلام نقائص سے بالکل مبرا اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ ان پر افضل درود اور اکمل سلام ہو۔ نیز اسی شرح یعنی نخبتہ اللالی میں فرمایا **ولا من النساء لانھن ناقصات العقل و قاصرات عن التبلیغ وامور النبوۃ من الخروج الی المحافل والمجامع والتکلم مع کل احد** یعنی عورتوں میں سے کوئی نبی

ہوا کیونکہ یہ ناقصات العقل ہیں ۔ تبلیغ اور امور نبوت سے قاصر کیونکہ نبی کو محافل اور مجمعوں میں نکلنا پڑتا ہے اور ہر کسی کے ساتھ گفتگو کرنا ہوتی ہے جبکہ عورت ایسا نہیں کر سکتی ۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ ولوالیدیہ)اور کہا گیا ہے کہ حضرت مریم نے یہ بات دربار حق سبحانہ و تعالیٰ پر غیرت کے طور پر کہی کہ آپ نے اسے جسم دیا جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ٹھہرایا گیا تو آپ کہہ رہی ہیں **یا لیتنی مت قبل ھذا** ۔ اے کاش میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور مجھ سے اس کا ظہور نہ ہوتا جسکی من دون اللہ عبادت کی گئی ۔ ورنہ آپ کا مقام اس سے بہت ارفع ہے ۔ سیدی ابو العباس المرسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عارف کے خلاف منکرین کی گفتگو اس حقیر سے کیڑے کی طرح ہے جو کہ پہاڑ پر پھونک مارتا ہے ۔ اور سیدی محمد البکری رضی اللہ عنہ اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں اے نفس ! تجھے کیا ہے کہ تو جلن میں ہے کیا حد سے گذرنے والے کی بات کی وجہ سے ہے ؟ ۔ پناہ بخدا کہ تجھ پر اس شخص کی ردی گفتگو کی طرف توجہ غالب آگئی جو کہ کبھی ہدایت نہیں پاتا ۔ ایسا گروہ جو کہ اہل عناد کے سرغنہ ہیں اور اہل فساد انہیں کہ پیروی کرتے ہیں ۔ اگر وہ کسی رتبہ کی بنا پر تجھ سے حسد کرتے ہیں تو اے نفس ! تیرا حق ہے کہ تجھ پر حسد کیا جائے ۔

اور آپ کا قول کہ جب وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو اپنے اہل خانہ کو چھوڑنے کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے بلایا ۔ اور اس میں کئی وجوہ ہیں ۔

پہلی وجہ ۔ اس سانحہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے جو اتفاق ہوا کہ اس بارے میں امر معلوم نہ ہوا تو یہ آپ کے معجزے اور من جانب اللہ کچھ لائے ہیں اس میں آپ کی سچائی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ تواتر سے ثابت ہے کہ آپ سے خارق عادات اشیاء کا ظہور ہوا اور آپ نے قیامت تک ہونے والے حالات کی خبر دی جبکہ اس سانحہ میں جو کہ آپ کے اہل خانہ کے بارے میں رونما ہوا آپ نے کسی شے کا اظہار نہ فرمایا یہاں تک کہ دوسروں سے مشورہ فرمایا کہ اس بارے میں کیا کریں ۔ پس آپ سے

اوصاف بشریہ ظاہر ہوئے تو یہ اس امر پر دلالت ہے کہ آپ جو بھی غیب کی خبریں اور معجزات لائے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہیں ۔ اور اگر صورت حال اس کے خلاف ہوتی جیسا کہ کفار اور معاندین کہتے تھے تو آپ بطریق اولیٰ اس سانحہ اور اس کے مشمولات کے علم کا دعویٰ فرماتے ۔ جب کہ اصل صورت یہ ہے تو پتہ چلا کہ آپ کی تمام معلومات اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطلاع سے ہیں ۔ خود بخود نہیں ۔

دوسری وجہ مشورے کا جواز ۔ لیکن اس شرط پر کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ اس کا اہل ہو ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ کے بعد حضرت علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلایا اور اس مسئلہ میں ان سے مشورہ طلب فرمایا ۔ یہ دونوں حضرات اپنی فضیلت کی بنا پر مشورہ کی اہلیت رکھتے تھے ۔ اور اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ حوادث میں جوانوں سے مشورہ کرنا سنت ہے کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ و السلام نے دونوں سے مشورہ طلب فرمایا جبکہ دونوں جوان تھے اسی لئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب آپ کو حوادث در پیش ہوتے تو جوانوں کو جمع کر کے ان کے متعلق مشورہ طلب فرماتے ۔

اور آپ کا یہ قول کہ **فاما اسامہ فاشار علیہ بالذی لیعلم فی نفسہ من الود لھم** یعنی اسامہ نے اس محبت کے مطابق مشورہ دیا جو کہ انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے معلوم تھی ۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ اسامہ نے کہا یارسول اللہ ! اللہ کی قسم آپ کے اہل خانہ کے بارے میں ہم خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے ۔ اور حضرت اسامہ نے قسم کے ساتھ بات کی کیونکہ آپ سے مشورہ طلب کیا گیا ہے آپ گواہ نہیں ہیں تو اپنے قول پر قسم کھائی ۔ اور آپ کا یہ قول کہ حضرت علی نے کہا: یارسول اللہ ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر پابندی نہیں رکھی ۔ اور اس کے علاوہ خواتین بہت ہیں اور لونڈی سے پوچھ لیں وہ آپ سے سچ کہہ دے گی ۔ آپ نے یہ صرف اس لئے کہا کہ کسی شخصیت کی بہتان سے براءت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول علیہ السلام پر مسئلہ ظاہر کرنے کے مطابق حکم واقع کرنے کا علم ہو سکے ۔ اور چونکہ آپ کے یہ الفاظ کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں فرمائی جدائی واقع کرنے اور باقی رکھنے کا احتمال رکھتے تھے اس لئے آپ نے لونڈی سے پوچھنے کی بات کر کے یہ اشارہ کیا کہ آپ نے باقی رکھنا ہی مراد لیا ہے۔ لیکن از راہ ادب و احترام آپ نے غور کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چھوڑ دیا۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ بریرہ آپ کی خدمت میں ہر اس چیز کا ذکر کرے گی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اہل خانہ کے بارے میں خوشی ہو گی کیونکہ آپ سرکار علیہ السلام کے اہل خانہ میں خیر ہی کا علم رکھتے تھے۔ اس کے سوا آپ کے علم میں کچھ نہیں تھا۔ یہ ہے اس علم کی حقیقت جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخصوص فرمایا یہاں تک کہ آپ نے مذکورہ مسئلہ میں براءت حاصل ہونے کے باوجود غور و فکر کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی چھوڑ دیا۔ تو آپ نے دونوں فائدے ایک ساتھ جمع کر دیئے

اور آپ کا یہ قول کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا کہ تو نے اس میں کوئی شک کی چیز دیکھی ہے؟ اس سے مراد ایسی چیز جو کہ مذکورہ بات کے حوالے ہو۔ تو بریرہ نے عموم کے ساتھ جواب دیا اور آپ سے ہر اس نقص کی نفی کر دی جو کہ اس جنس سے ہو جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوال فرما رہے ہیں یا اس کے علاوہ ہو۔ اور عرض کی: بالکل نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں نے اس سے کوئی ایسا امر نہیں دیکھا جس کا اس پر اعتراض کروں۔ اسکے بعد یوں استثناء کی کہ سوائے اس کے کہ نو عمر بچی ہے گندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے جسے بکری کھا جاتی ہے۔ اور یہ استثناء منفصل ہے۔ اور نیند کوئی ایسی چیز نہیں جس کا کسی پر انکار کیا جائے خصوصاً بریرہ نے اسکی علت بھی بیان کر دی اور عذر بھی اور وہ نو عمری ہے۔ اور نو عمری میں نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور زیادہ آتی ہے۔ پس ان کا عذر ظاہر کر دیا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کہ جب تو بے گناہ ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ تیری بے گناہی کا اعلان فرما دے گا اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ خیر و صلاحیت والوں سے ایسی اشیاء کا مطالبہ کیا جاتا ہے جس کا ان کے غیر سے مطالبہ نہیں کیا جاتا۔

خصوصاً ازواج مطہرات جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **یانساء النبی لستن کا حدمن النساء** ۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ اگر تو نے المام کیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان والوں سے اٹھا لیا ہے **بقولہ تعالیٰ والذین یجتنبون کبائر الاثم الفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرۃ** (سورۃ النجم آیت ۳۲) جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے رہتے ہیں مگر شاذو نادر ۔ بیشک آپ کا پروردگار وسیع مغفرت والا ہے ۔ اور لمم کے متعلق علماء کے اختلاف کے باوجود مراد وہ فرو گذاشت ہے جو کہ بے حیائی سے بہت کم ہے چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں سے ہیں لہٰذا ان سے لمم کا بھی مطالبہ ہوا اس لئے حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے آپ سے فرمایا کہ اگر تو نے المام کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ اور توبہ کر ۔ کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرے پھر توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرمالیتا ہے ۔ تو حضور علیہ السلام نے ان کے المام کو دوسرے سے گناہ واقع ہونے کی طرح قرار دیا ۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا **انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت و یطھرکم تطھیرا** ۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳) اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر نجاست دور کردے اے نبی کے گھروالو! اور تمہیں پوری طرح پاک فرمادے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں صغائر و کبائر سے پاک کرنے کا ارادہ فرمایا ۔ اسی لئے **ویطھرکم تطھیرا** کہہ کر اسے مصدر کے ساتھ تاکید بخشی ۔ اور یہ صغائر کی ترک کو ضمن میں لئے ہوئے ہے ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عقل مند کو وہ سزا دے گا جو کہ ان پڑھ کو نہیں دے گا اور اسے وہ ثواب دے گا جو کہ ان پڑھ کو نہیں دے گا ۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ! امی یعنی ان پڑھ ہے؟ فرمایا جاہل جسکی زبان جھوٹ بولنے والی ہو اور فضولیات میں معروف رہنے والا اگرچہ پڑھنے لکھنے والا ہو ۔ جبکہ حدیث کے آغاز میں عاقل کے متعلق بیان فرمایا جسکی زبان بچی خاموشی طویل اور اس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں تو یہ عقل مند ہے گرچہ کتاب اللہ کی زیادہ تلاوت کرنے والا نہ ہو

رہا تقوے کے بغیر الفاظ و القاب کو اچھا کر کے اور چکنی چپڑی باتیں کر کے زیب و زینت حاصل کرنا تو یہ سب کچھ بے مقصد ہے اور دین اسلام کا مدار تقوی پر ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے یا آپ کے علاوہ کسی اور نے حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کیا ہی اچھے ہوتے اگر نحو کا علم حاصل کر لیتے۔ فرمایا: یہ علم مجھے کون پڑھائے گا؟ امام نے کہا کہ آپ کو میں پڑھاؤں گا۔ فرمایا مجھے اس علم کا ایک قول سنائیں۔ امام نے فرمایا: کہئے ضرب زید عمرا۔ فرمایا اسے کس لئے مارا؟ کہنے لگے یہ تو ایک مثال ہے۔ فرمایا مجھ پر وہ علم لازم نہیں جس کا آغاز جھوٹ ہے۔ پس قیاس اور غور و فکر میں باریک بینی اور ان میں تبحر ہونا مطلوب ہے۔ اور علوم عربیہ میں کمی عیب نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے کلام میں فصاحت اختیار کی اور غیر فصیح بات نہیں کی جبکہ ہم نے اعمال میں خرابی کی انہیں خوبصورت نہیں کیا۔ اے کاش کلام میں گرچہ ہم سے کوتاہی ہوتی لیکن ہم اعمال میں حسن پیدا کرتے۔ میں نے قاسم بن عمیر کے پاس عربیت کا ذکر کیا تو کہنے لگے اس کی ابتداء تکبر اور انتہا سرکشی ہے۔ اور بعض اسلاف نے فرمایا نحو سے دل کا خشوع ختم ہو جاتا ہے۔ اور بعض نے فرمایا: جو چاہے کہ سب کو حقیر سمجھے تو نحو سیکھے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا یہ ارشاد کہ بندہ گناہ کا اعتراف کرے پھر توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرمالیتا ہے احتمال ہے کہ عموم پر ہو اور ہو سکتا ہے کہ مخصوص ہو۔ اگر ہم کہیں کہ عموم پر ہے تو حق غیر سے معارضہ ہو گا کیونکہ اسے ادا کرنا یا اسے معاف کروانا ضروری ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے تو اس صورت میں عموم پر نہیں ہے۔ صرف مخصوص ہے۔ اور وہ یوں کہ اس گناہ سے مراد وہ ہے جو کہ بندے اور رب کے درمیان ہو۔ تو اس کا حکم وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے نص کے ساتھ بیان فرمایا اور وہ گناہ کا اعتراف اور توبہ ہے

توبہ کی چار شرائط

اور فقہاء نے اسکی چار شرائط بیان فرمائی ہیں۔ ندامت۔ گناہ سے باز رہنا۔ حقوق العباد۔ لوٹانا اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم بالجزم۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نص کے ضمن میں چاروں ہی مراد ہیں۔ چنانچہ ندامت اور گناہ سے باز رہنا دونوں حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کے عموم میں داخل ہیں کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرے پھر توبہ کرے۔ کیونکہ اعتراف صرف ندامت اور استغفار کے وقت ہی ہوتا ہے اور استغفار صرف باز رہنے کے وقت ہوتا ہے۔ اور اگر انسان معصیت سے استغفار کرے جبکہ اس کا ارادہ ہے کہ اس کا دوبارہ ارتکاب کرے تو یہ کذابوں کا استغفار ہے۔ اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم ہی توبہ ہے۔ اور توبہ حقوق لوٹائے بغیر مکمل نہیں ہوتی

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی گفتگو پوری فرمائی تو میرے آنسو تھم گئے حتی کہ مجھے ایک آنسو بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ حتی کہ فرماتی ہیں لیکن مجھے امید تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب دیکھیں گے جس سے میری براءت ثابت ہوگی۔ اس میں کئی وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ۔ جب کسی شخص پر غموں کا ہجوم ہو جائے تو اس وقت آنسو ماند پڑ جاتے ہیں کیونکہ آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم علیہ السلام نے اپنی بات پوری فرمائی فلصی دمعی یعنی میرے آنسو منقطع ہو گئے اور آپ کا فرمانا ما احس۔ اس کا معنی یہ ہے آپ کوئی آنسو نہیں پاتی تھیں۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اچانک تشریف لانے سے آپ پر شدید غم وارد ہوا تو آپ کے آنسو خفیف ہو گئے اور منقطع ہو گئے

دوسری وجہ گفتگو اور عذر طلب کرنے میں نائب ہونا کیونکہ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے کہا کہ میری طرف سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو جواب دیں۔ لیکن اس پر کبھی سوال وارد ہو سکتا ہے۔ اور وہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے باطن کے حکم کے بارے سوال کیا جبکہ ان کے سوا کسی کو اسکی معرفت حاصل نہیں کیونکہ

کسی کو معلوم نہیں کہ کسی دوسرے کے باطن میں کیا ہے؟ حتی کہ اسے بیان کرے۔ اور
اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنے والد بزرگوار رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہ میری
طرف سے جواب دیں صرف اس لئے کہی کہ آپ اشارہ فرما رہی ہیں کہ اس مسئلہ میں
آپ کے باطن میں وہی کچھ ہے جو کہ والدین کے باطن میں ہے اور وہ اس غیر شائستہ گفتگو
کے سبب کا نہ ہونا ہے۔

تیسری وجہ۔ مسائل میں ظاہر سے دلیل لینا۔ تو اگر دوسری وجوہ کا احتمال ہو تو کسی
تشویش کے نہ ہوتے ہوئے ظاہر سے دلیل پکڑنا سمجھ میں زیادہ آتا ہے چہ جائیکہ تشویش
اور انتہائی غم بھی ہو۔ کیونکہ جب آپ کے والدین نے آپ کو وہ کچھ کہا جو کہا تو آپ نے
کہا اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں نے لوگوں کی باتیں سنی ہیں اور آپ
کے دلوں میں پکی ہو گئی ہیں اور اسی کی آپ تصدیق کرتے ہیں تو ان طرف یہ منسوب کرنا
کہ انہوں نے اس بات کی تصدیق کی ہے جو کہ آپ کے بارے میں کہی گئی ہے تو حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ بات ان کے جواب سے خاموشی کی وجہ سے ظاہر ہوئی اور یہ
ظاہری الفاظ ان سے سبقت کر گئے۔ جبکہ ان کی خاموشی تو صرف اس لئے تھی کہ اس امر
کے عظیم اور وزنی ہونے کی وجہ سے فی الوقت انہیں جواب دینا مشکل تھا

چوتھی وجہ۔ جسے کسی چیز کی تہمت لگائی گئی پھر اسے اس کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا
یہ صحیح ہے یا نہیں تو اگر اس کے پاس باہر سے کوئی دلیل ہو جو اسکی بات کی تصدیق کرے تو
اس کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے اپنی براءت بیان کرے۔ اور اگر وہاں اسکی
اپنی گفتگو کے سوا کچھ نہ ہو تو اس وقت اسے اسکی گفتگو نفع نہیں دے گی۔ کیونکہ ام
المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے
اس معاملے کے متعلق پوچھا تو کہنے لگیں کہ اگر میں کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور اللہ
تعالیٰ جانتا ہے کہ بے گناہ ہوں اس بارے میں میری تصدیق نہیں کی جائے گی تو اس وقت
اپنی براءت کے درپے نہ ہوئیں۔ اور اپنا عذر بیان کر دیا۔ اور آپ کا اس سے چپ رہنا
اس وجہ سے تھا کہ آپ کے کہنے سے اس وجہ سے تصدیق واقع نہیں ہوگی کہ خارج میں

آپ کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو آپ کی بات کی تصدیق کرتی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی براءت نازل فرما دی تو آپ نے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ بھی کہ کیسے واقعہ ہوا کیونکہ اس بارے میں آپ کی گفتگو کی قرآن کریم تصدیق فرما رہا تھا (سر تسلیم خم کی برکت)

پانچویں وجہ۔ جسے کسی چیز کی تہمت لگائی جائے اور وہ تہمت کی نفی کے ساتھ اپنی مدد نہ کر سکے تو اس کا اللہ تعالیٰ کے حضور سر تسلیم خم کر دینا اور اس کے ماسوا کو ترک کر دینا بہتر ہے۔ کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ سے فرمایا جو فرمایا اور اس وقت آپ کے والدین خاموش رہے اور جواب سے پہلو تہی کی حالانکہ وہ دونوں آپ کے دکھ سکھ کا سہارا تھے تو آپ نے ان دونوں میں سے کسی سے بھی تعلق نہ رکھا بلکہ اسباب سے روگردانی کر کے مسبب سے تعلق قائم رکھا اور مثال کے لئے فصبر جمیل کہا۔ تو یہ ہے حال اور مقال میں رجاء اور قطع اسباب کی صحیح صورت۔ تو جب آپ نے ایسا کیا تو عین وقت پر آپ کو مدد پہنچی۔ اور اسی طرح جو بھی مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے تو اسے وقت پر مدد پہنچتی ہے۔ اسی لئے اہل تصوف کو دوسروں پر فضیلت دی گئی ہے حتی کہ ان میں سے بعض کے دلوں میں کوئی چیز کھٹکتی تک نہیں مگر انہیں طلب کئے بغیر اسی وقت مل جاتی ہے کیونکہ دکھ سکھ میں انہیں اضطرار و مجبوری کی حالت حاصل رہتی ہے۔

سیدی محمد البکری نے فرمایا: میرے تمام اوقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ اضطرار میں ہیں اور میرا کوئی وقت اضطرار کے بغیر نہیں۔

برکات تواضع

چھٹی وجہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔ کیونکہ آپ فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے گمان تک نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری شان میں وحی نازل فرمائے گا۔ اور میں اپنے آپ میں اس منصب سے حقیر تھی کہ میرے معاملہ میں

قرآن کریم کلام فرمائے گا تو جب آپ اپنے آپ میں اس قدر متواضع تھیں تو عنائت خداوندی شامل حال ہوئی یہاں تک کہ آپ کے حق میں قرآن کریم نازل ہوا۔ اور اس کی وجہ سے دوسروں پر آپ کو برتری حاصل ہوئی۔ اور بعض آسمانی کتابوں میں ہے: اے میرے بندے! تیرے لئے میرے دربار میں ایک راز ہے جب تک کہ تیرے لئے تیرے نفس کے ہاں کوئی مرتبہ نہ ہو۔ اور اسی معنی کی بدولت صوفیاء کو دوسروں پر برتری حاصل ہے کیونکہ۔ کیونکہ ان کے نزدیک عمل میں داخل ہونے کی پہلی شرط نفس کو قتل کرنا اور اسکی لذتوں کو ترک کرنا ہے۔ اور صاحب الحکم ابن عطاء اللہ السکندری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے وجود کو گمنامی کی زمین میں دفن کر دے کیونکہ جس سے دفن کئے بغیر کچھ اگے اس کا پھل پورا نہیں ہوتا اور ابن عباد فرماتے ہیں: ہمارا یہ طریقہ صرف انہیں لوگوں کے لائق ہے جنہوں نے اپنی ارواح کو جاروب کشی کر کے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ اور سید العارفین ہمارے استاذ محمد زین العابدین البکری (اللہ تعالٰی ان کی عمر میں وسعت فرمائے) نے فرمایا: اللہ تعالٰی کی قسم اگر کوئی شخص مجھے کان سے پکڑ کر خان الخلیلی کے مقام میں لے جائے اور مجھے بیچنے کی آواز لگائے تو میں مخالفت نہیں کروں گا۔

اور مجھے سیدی ابو السرور ابن الشیخ العمدۃ خاتمۃ المفسرین سیدی محمد بن جلال الدین البکری نے بیان کیا فرماتے ہیں کہ میں نے سیدی ابو المواھب البکری کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے نزدیک سمور اور کھدر کا لباس۔ اعلٰی نسل کے گھوڑے کی اور ننگی پشت والے گدھے کی سواری اور خاص طعام اور نمک کھانا برابر ہے۔ اور میرے نزدیک مذمت اور مدحت برابر ہے۔ شیخ ابو السرور فرماتے ہیں: بحمد اللہ تعالٰی میں سب پر قدرت رکھتا ہوں سوائے مذمت اور مدحت کے۔ کیونکہ جو میری تعریف کرے اسے پسند کرتا ہوں اور جو مذمت کرے اسے پسند نہیں کرتا اور یہ اللہ تعالٰی کا وہ دستور ہے جو کہ اس نے آل ابی بکر میں جاری فرمایا۔ ظاہر میں بادشاہ ہیں اور تواضع میں غلام ہیں۔ اللہ تعالٰی نے اسی لئے انہیں دوسروں پر برتری بخشی اور اسی لئے اہل دنیا نے تکبر کیا اور بلندیاں طلب کرنے کے لئے ان کے خادم بن کر لوٹے۔ پس انہیں نیچا کیا گیا اور وہ تواضع چاہنے والوں

کے غلام بن گئے

پھر ایک سوال رہ گیا جو کہ آپ کے اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ میں نو عمر لڑکی تھی اور وہ یہ سوال ہے کہ اپنی کم سنی کے ذکر کا کیا فائدہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ اس لئے بیان کیا کہ اپنا عذر ظاہر کریں۔ اور یہی وجہ وہ سبب ہے جس کی وجہ سے آپ کو اس وقت قرآن کریم تھوڑا سا حفظ تھا اگر کوئی کہے کہ یہ بیان کرنے کا کیا فائدہ کہ انہیں قرآن کریم زیادہ حفظ نہیں تھا؟ جبکہ اس کے ساتھ یہاں کوئی غرض وابستہ نہیں ہے۔ اسے کہا جائے گا کہ آپ نے یہ اس لئے بیان فرمایا تاکہ اس عذر کو واضح کریں جس کی وجہ سے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات کا جواب نہیں دیا جو کہ سرکار علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمائی بلکہ خاموش رہیں۔ کیونکہ قرآن کریم متعدد احکام پر مشتمل ہے۔ تعلق باللہ اور ترک اسباب۔ ظاہر میں اسباب کو عمل میں لانا اور باطن کو اس سے خالی رکھنا اور یہ زیادہ عظیم اور پاکیزہ ہے

حکمت اور حقیقت توحید

کیونکہ یہ حکمت اور حقیقت توحید کو جمع کرنا ہے۔ اور یہ مقام صرف عارفین کو حاصل ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے توفیق سے نوازا ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی تعریف فرمائی ہے **و انه لذو علم لما علمناه ولکن اکثر الناس لا یعلمون** (سورۃ یوسف آیت ۶۸) اور بیشک وہ علم والے تھے اس وجہ سے کہ ہم نے انہیں پڑھایا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ کیونکہ یعقوب علیہ السلام نے اسباب پر عمل فرمایا اور انہیں پورا کرنے کی پوری کوشش فرمائی اور یہی مقتضائے حکمت ہے۔ پھر سب کام اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیا اور اسی کے سپرد کر دیا اور یہ حقیقت توحید ہے۔ اور یہ اس طرح ہے کہ جب آپ کے بیٹے یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنی پونجی لے کر آپ کی خدمت میں یہ بیان کرنے آئے کہ عزیز مصر نے پونجی واپس کر دی ہے۔ اور آپ سے مطالبہ کیا کہ ان کے بھائی بنیامین کو ان کے ساتھ بھیج دیں تو آپ کے

نزدیک اس معاملہ میں احتمال پیدا ہو گیا کہ کیا یہ ان کی طرف سے بنیامین کو تلف کرنے کا وہی منصوبہ ہے جو کہ یوسف کو تلف کرنے کے لئے اختیار کیا گیا۔ یا کسی اور کی طرف سے حیلہ ہے کہ بنیامین اسکے پاس پہنچ جائے تاکہ اسے یوسف کی خبر دے۔ اور بھائیوں سے ڈرتا ہو کہ انہیں خبر دے تو کہیں اسے اسی طرح ضائع نہ کر دیں جیسے یوسف کو ضائع کیا۔ تو جب آپ کے نزدیک اس امر میں دو وجھوں کا احتمال تھا تو ایک کے لئے تو احتیاط اختیار کی اور وہ ان پر اتلاف بنیامین کی تہمت ہے پس ان سے پختہ عہد لیا۔ اور دوسرے احتمال کے لئے یہ احتیاط کی کہ فرمایا **لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقہ** (یوسف آیت ٦٧) شہر میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ اور یہ اس امید پر کہ بنیامین اکیلا رہ جائے تو یوسف علیہ السلام کی خبر معلوم کرے جس کی آپ کو امید تھی۔ پس یہ تو ہیں اسباب مقتضائے حکمت کے مطابق۔ پھر آپ نے اپنے بطن میں مستور حقیقت توحید کو صاف صاف ظاہر فرما دیا اور جو اسباب اختیار کئے سب سے قطع کر لی۔ چنانچہ فرمایا: **وما اغنی عنکم من اللہ من شیئی ان الحکم الا للہ علیہ توکلت و علیہ فلیتو کل المتو کلین**۔ (سورۃ یوسف آیت ٦٧) اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ حکم صرف اور صرف اللہ کے لئے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی پر چاہئے کہ بھروسہ کرنے والے بھروسہ کریں اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں عظیم حالتوں کے جمع کرنے پر آپ کی تعریف فرمائی جنہیں قلیل لوگ ہی جمع کر سکتے ہیں۔ حتی کہ ان کے دو گروہ ہو گئے ایک کہتا ہے: حقیقت ہے اور کچھ نہیں جبکہ دوسرا کہتا ہے: شریعت ہے اور کچھ نہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ دونوں کو جمع کرنا محال کی طرح ہے اور حق وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا اور وہ ان دونوں کو جمع کرنا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے والے کی تعریف فرمائی ہے پھر تعریف کرنے کے بعد فرمایا **ولکن اکثر الناس لا یعلمون** (سورۃ یوسف آیت ٦٨) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے کہ ان دونوں حالتوں کو جمع کیسے کیا جاتا ہے؟ جبکہ ان دونوں کو جمع کرنا بطور عبادت مطلوب ہے اور اسی پر حضرات انبیاء کا عمل ہے علیہم صلوٰۃ اللہ و سلامہ۔ جیسا کہ ان کے

حالات اور مقالات کے تجسس سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر معاملہ طویل نہ ہوتا تو ہم اس سلسلے میں ایک ایک کے مناقب بیان کرتے۔ لیکن عقل مند تجسس کرے تو اسے پالے گا۔ اور یہی حالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی کہ آپ کے صدقے آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف کر دیئے گئے پھر بھی آپ اس کے بعد اس قدر قیام فرماتے کہ پائے نازک متورم ہو گئے اور کثرت مجاہدہ کی وجہ سے بطن اقدس پر پتھر باندھتے تھے اور صبح شام کچھ کھائے پیئے بغیر کئی کئی دن روزے سے رہتے۔ اور آپ ہی اعمال شرعیہ جاری فرمانے والے ہیں۔ اور اسی عظیم صفت کی وجہ سے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ترک فرما دیا اور اس سے دوسری صفت کی طرف پھر گئیں اور وہ آپ کا حقیقت توحید سے وابستہ ہونا اور حکمت کی تعمیل کرتے ہوئے سب کو ترک کرنا ہے آپ نے عذر پیش کیا کہ اس وقت مجھے قرآن کریم زیادہ حفظ نہیں تھا کیونکہ اگر آپ کو پورا قرآن کریم حفظ ہوتا تو عظیم صفت پر عمل کرتیں اور جو اس سے کم ہے اسے ترک کر دیتیں۔

اگر کوئی کہے کہ کیا سبب ہے کہ آپ کو جو کرنا تھا وہ نہیں کیا اور اسے ترک کرنے کا عذر اس تعریض کے ساتھ پیش کیا؟ تو اسے کہا جائے گا کہ آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یہ مطالبہ فرمایا تھا کہ اگر وہاں کوئی چیز ہے تو اس کا اعتراف کرو اور معافی مانگو اور اگر کچھ نہیں ہے تو اسے ظاہر کرو اور اللہ تعالیٰ تمہیں بری فرمائے گا اور تمہاری تصدیق فرمائے گا تو اس سوال کا جواب یہ تھا کہ آپ عرض کرتیں اللہ تعالیٰ کی قسم لوگ جو کچھ کہتے ہیں مجھے اسکے متعلق کچھ بھی علم نہیں اور مولاء جلیل طرف سے وعدۂ جمیل کی وجہ سے مجھے بے گناہی کے اعلان کی امید ہے۔ یا اسی معنی پر مبنی کوئی اور گفتگو ہوتی کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر بے گناہ ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بری فرما دے گا۔ تو آپ نے دونوں حالتیں جمع کی ہوتیں۔ تو جب آپ نے اس سے اس صورت کی طرف توجہ بدلی جو آپ نے حدیث پاک میں ذکر کی تو ضرورت ہوئی کہ اس تعریض کے ساتھ عذر پیش کریں۔ گرچہ اس وقت یہ فعل یعنی حقیقت توحید سے وابستگی اور ترک اسباب آپ کی کم سنی کی وجہ سے بہت عظیم مرتبہ تھا لیکن پختگی کے وقت اسے

پسند نہ فرمایا پس اس سے معذرت طلب کی۔ اور اس میں اس امر پر دلیل ہے کہ مجتہد جب کسی مسئلہ میں اجتہاد کرے پھر اس پر اس کے خلاف ظاہر ہو جو اس نے پہلے کہا تو اسکی گنجائش ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے معاملہ کی مثال حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ دی جب آپ نے فصبر جمیل فرمایا یہ صرف اسی مقصد کے لئے تھی جو ہم نے پہلے بیان کیا اور وہ حقیقت توحید سے وابستگی ہے۔ کیونکہ صبر جمیل صرف وہی ہوتا ہے جس میں سر تسلیم خم کرنے اور تمام تقدیروں پر یقین کرنے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

اور آپ کا فرمانا کہ اللہ کی قسم ابھی آپ اپنی مجلس سے جدا نہیں ہوئے اور نہ ہی گھر میں موجود لوگوں سے کوئی باہر نکلا .... اس میں کئی وجوہ ہیں پہلی وجہ۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ جب صدمہ شدید ہو جائے تو اس وقت کشائش قریب ہوتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اچانک تشریف لاکر یہ فرمادینا۔ اور والدین کا جواب سے خاموشی اختیار کرنا آپ پر اس معاملے کی شدت کا باعث ہوا۔ تو جب مصیبت شدید ہو گئی تو اسی وقت بغیر کسی تاخیر کے کشائش آگئی۔ کیونکہ آپ فرماتی ہیں واللہ ابھی حضور علیہ السلام مجلس سے نہیں اٹھے اور نہ ہی گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا کہ آپ پر وحی کا نزول ہو گیا۔ تو آپ خبر دے رہی ہیں معاملہ کہ طویل نہیں ہوا۔ حدیث میں موجود لفظ برحاء کا معنی شدت اور جمان کا معنی موتی ہے تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے جبین مقدس پر وحی کے نزول کے وقت! پسینہ اترنے کو موتی سے تشبیہ دی۔ گرچہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے پسینے کا حسن موتی کے حسن سے زیادہ گرانقدر تھا۔ لیکن محسوسات میں اس سے زیادہ اعلیٰ اور حسین شے نہیں ہے جس کے ساتھ تشبیھہ دی جائے

تشبیہ کی تعریف اور اس کے متعلقات

شیخ زین العلبدین البکری نے فرمایا کہ تشبیہ یہ ہے کہ مشبہ کے لئے مشبہ بہ کے

احکام میں سے کوئی حکم ثابت کیا جائے اور اس کا مقصد اسے باطن سے ظاہر کی طرف نکال کر نفس کو انس دلانا ہے۔ اور اسے بعید سے قریب کرنا ہے تاکہ بیان کا فائدہ دے۔ اور تشبیہ کے آلات حروف۔ اسماء اور افعال ہیں۔ پس حروف جیسے کاف کر ماو اشدت۔ کان جیسے کانہ رؤس الشیاطین اور اسماء مثل۔ نحو۔ اور شبہ جو کہ مماثلث اور مشابہت سے لئے جاتے ہیں۔ طیبی نے فرمایا کہ مثل کا لفظ صرف حال یا اس صفت میں استعمال کیا جاتا ہے جسکی شان ہو اور اس میں اجنبیت ہو۔ اسکی مثال۔ **مثل ما ینفقون فی ہذہ الحیوۃ الدنیا کمثل ریح فیھا صر اصابت حرث قوم ظلموا انفسھم فاھلکتہ** (آل عمران آیت ۱۱۷) اسکی مثال جو وہ اس دنیوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ہوا ہو جس میں سخت ٹھنڈک ہو جو کہ ایک قوم کی کھیتی کو لگے جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو پس کھیت کو فنا کر دے۔ اور افعال جیسے اللہ تعالٰی کے اس قول میں ہے **یحسبہ الظمان ماء** (سورۃ النور آیت ۳۹) پیاسا اسے پانی خیال کرتا ہے۔ **یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی** (سورۃ طہ آیت ۱۸) آپ کو ان کے جادو کے اثر سے یوں دکھائی دینے لگیں جیسے وہ دوڑ رہی ہوں۔

اور اہل دانش کو تشبیہ اپنی دونوں طرفوں کے اعتبار سے چار قسموں پر منقسم ہونا معلوم ہے۔ کیونکہ وہ دونوں تو حسی ہیں یا عقلی ہیں۔ یا مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی ہے یا اس کے برعکس ہے۔ پہلی قسم کی مثال **والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم** (یٰس آیت ۳۹) اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ کھجور کی بوسیدہ شاخ کی مانند رہ جاتا ہے۔ **کانھم اعجاز نخل منقعر** (القمر آیت ۲۰) گویا وہ اکڑی ہوئی کھجور کے مڈھ ہیں۔ اور دوسری قسم کی مثال **فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ** (البقرہ آیت ۷۴) پس وہ پتھر کی طرح ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ برہان میں اسکی مثال اسی طرح بیان کی ہے۔ جبکہ جلال الدین السیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: گویا آپ نے گمان کیا کہ تشبیہ سختی میں واقع ہوئی ہے اور یہ ظاہر نہیں۔ بلکہ وہ قلوب اور سختی کے مابین واقع ہے۔ پس یہ قسم اول میں سے ہے۔ اور تیسری قسم کی مثال **مثل الذین**

کفروا بربهم اعمالهم کر ماد اشتدت به الریح فی یوم عاصف (ابراہیم آیت ۱۸)
جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا ان کی مثال ایسی ہے کہ ان کے اعمال راکھ کا ڈھیر ہیں جسے
سخت آندھی کے دن تند ہوا تیزی سے لے اڑی ۔ اور چوتھی قرآن کریم میں واقع نہیں
ہوئی بلکہ امام نے اسے سرے سے ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ عقل کو حس سے حاصل کہا گیا
ہے پس محسوس اصل ہے معقول کی ۔ اور اسے اس کے ساتھ تشبیہ اصل کو فرع اور فرع
کو اصل قرار دینے کو لازم کرتا ہے ۔ اور یہ جائز نہیں

تشبیہ کا قاعدہ

اور یہاں ایک قاعدہ بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں جس میں مزید فائدہ ہے ۔ اور
وہ یہ ہے کہ تشبیہ اگر مذمت کے لئے ہو تو اعلیٰ کو ادنیٰ سے تشبیہ دی جائے گی جیسا کہ اللہ
تعالیٰ کا ارشاد ہے ام نجعل المتقین کالفجار (ص آیت ۲۸) کیا ہم پرہیزگاروں کو
فاجروں کی طرح کر دیں گے ۔ یعنی بری حالت کے اعتبار سے ۔ یعنی ہم ان کے متعلق ایسا
نہیں کریں گے ۔ اور اس پر مثل نورہ کمشکوۃ (نور) پیش کر کے اعتراض وارد کیا گیا
ہے (کہ یہاں مقام مدح میں اعلیٰ کو ادنیٰ سے تشبیہ دی گئی ہے) ۔ اور اس کا جواب یہ دیا
گیا ہے کہ یہ مخاطبین کے ذہنوں کے قریب کرنے کے لئے ہے کیونکہ اس کے نور سے
کوئی شے اعلیٰ نہیں ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ مخفی نہ رہے تشبیہ کا فائدہ اس پوشیدگی کا اظہار
ہے جس کا ظاہر ہونا ممکن ہے ۔ اور حق تعالیٰ کا نور مثال سے اور ہر حال میں تشبیہ سے بے
نیاز ہے تو معنی صرف یہی باقی رہ گیا کہ اس کے اس نور کی مثال جسے ممکن ہے کہ تم دیکھ
سکو ۔ یا تمہارے لئے ظاہر ہو جائے کمشکوۃ الخ ۔ پس اس اعلیٰ سے تشبیہ دی گئی جو ان کے
ہاں ظاہر ہو ۔

اور اگر مدح کے طور پر ہو تو ادنیٰ کو اعلیٰ سے تشبیہ دی جائے گی جیسے کہ کہنے والا
کہتا ہے حصی کا لیا قوت ۔ یا قوت کی طرح کے سنگریزے ۔ انتھی کلام زین العابدین
البکری ۔ اور میں نے اس کے فائدہ کی عظمت کے لئے اسے اسکی طوالت سمیت ذکر کر دیا

ہے

دوسری وجہ ۔ جب حالت وحی منکشف ہوئی تو حضور علیہ الصلوۃ و السلام کا مسکرانا ۔ اس میں کئی وجوہ کا احتمال ہے ۔ پہلا احتمال یہ کہ آپ کا مسکرانا اس مسرت کی وجہ سے ہے جو کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی امداد کی وجہ سے آپ کو حاصل ہوئی ۔ دوسرا احتمال یہ کہ آپ کا مسکرانا اس لئے ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا حزن و ملال زائل فرمادیں ۔ تیسرا احتمال یہ کہ آپ کا مسکرانا بیک وقت دونوں وجھوں کی بنا پر ہو ۔ چوتھا احتمال ۔ یہ کہ بشارت عظمٰی کے ساتھ وارد ہونے والا پہلے اسکی خبردے کر کچھ سناتا ہے اور اس میں سے کچھ بیان کرتا ہے تاکہ اس کا علم حاصل ہو جائے البتہ اسی وقت سب کچھ بیان نہیں کرتا ۔ کیونکہ جب اللہ تعالٰی نے آپ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل فرمائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ پر اسی وقت آیات کی تلاوت نہیں فرمائی پہلے تو مسکرائے ۔ پھر مسکرانے کے بعد آپ کو اجمالی طور براءت کی خبردی ۔ اور کیفیت پر براءت کی خبر بیان نہیں فرمائی کہ کیونکر ہوئی ۔ پس جب آپ کو براءت کا علم ہو گیا اور جس گھبراہٹ میں مبتلا تھیں دور ہو گئی تو اس وقت آپ نے آیات کی تلاوت فرمائی اور شروع میں ہی اسکی خبردینے سے رکنا اس لئے تھا کہ جب ایک دم خوش خبری دی جائے تو متعلقہ شخص کے متعلق خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں خوشی کی شدت کی وجہ سے اس کا جگر پھٹ جائے ۔ اور اسی طرح اس کا عکس ہے ۔ اور وہ مصیبت ہے ۔ اور تاریخ میں ایسے بہت حضرات کے متعلق منقول ہے کہ انھیں اچانک خوشی لاحق ہوئی اور ان کا کام تمام ہو گیا ۔ اور کئی لوگوں کو اچانک صدمہ لاحق ہوا اور ان کا کام تمام کر دیا ۔ اور اسی مقصد کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں قمیص بھیجا ۔ پھر قمیص کے بعد خوش خبری دینے والا پھر ملاقات اور یہ اسی خطرے کے پیش نظر تھا جو ہم نے بیان کیا ۔ کیونکہ جب ایسی خبریں قسط وار بیان کی جائیں تو نفوس تھوڑا تھوڑا کر کے مانوس ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان کے پاس تحقیقی صورت حال پہنچے تو وہ مانوس ہو چکے ہوتے ہیں ۔

تیسری وجہ ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت والدین کی اطاعت سے پہلے ہے کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرو اور آپ کی والدہ نے آپ سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف کھڑی ہو جاؤ ۔ تو آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت اور خدمت کے لئے اس کام کو ترک کر دیا جس کا آپ کی والدہ نے آپ کو حکم دیا تھا ۔ اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو کہ اللہ کی حمد کرو خوش خبری کے طریقے پر محمول کیا بطور امر نہیں ۔ پس آپ کی والدہ نے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف کھڑے ہونے کا حکم دیا کیونکہ ان کی خدمت میں قیام کرنا ان کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے ۔ اور جو کام حضور علیہ السلام کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو وہ اس نعمت کے شکریہ کے طور پر ہے لیکن چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مزاج شریف سے زیادہ واقف تھیں اور جانتی تھیں کہ آپ کس امر سے خوش ہوتے ہیں لہٰذا آپ نے وہی کام جلد کیا جو آپ کے علم میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پسند تھا اور وہی آپ کی مراد تھی ۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ نعمتوں پر اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے سوا کسی کی حمد نہ کی جائے ۔ نیز اس میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حکم کی تعمیل ہے ۔ اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ واللہ ! میں ان کی طرف قیام نہیں کروں گی اسے سنکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خاموشی جسے ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اسکی گواہی دیتی ہے ۔

اور میں نے اپنے شیخ حافظ الستہ محمد البابلی کو املاء میں فرماتے ہوئے سنا! ورنہ آپ اس بات پر سب سے پہلے حد قائم کرتے اور اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کام اس وجہ کے خلاف صادر ہوتا جس کی ہم نے تقریر کی ہے تو انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس سے منع فرماتے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف قیام پر مجبور کرتے ۔ کیونکہ حدیث تیمم کے بیان میں جب آپ کا ہار گم ہو گیا تو اسے بہت کم

صورت حال میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس زجر و توبیخ کا صدور ہوا چنانچہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان کے پہلو میں کچو کا لگایا اور یہ کہتے ہوئے انہیں عتاب فرمایا کہ تو نے رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اور لوگوں کو روک رکھا ہے جبکہ پانی دستیاب ہے نہ ان کے پاس پانی ہے حالانکہ آپ سے عمداً ہار نہیں گرا تھا۔ آپ نے کوئی بات کی نہ کچھ کیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے اختیار کے ساتھ ہی ٹھہرے رہے۔ تو چونکہ یہاں آپ کی گفتگو اور حکمت عملی کا انتخاب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے موافق تھا اسی لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کے ارادہ و اختیار نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ارادہ و اختیار کے عین مطابق تھیں۔ اور یہ حکمت عملی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور دوسروں پر آپ کے مقام کی برتری کی شہادت دیتی ہے۔ کیونکہ آپ نے کم سنی کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خوشنودی کی اور اپنی والدہ کی رضا پر حضور علیہ السلام کی رضا کی رعایت کی۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے نبی علیہ السلام کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ تو آپ نے حضور علیہ السلام کے سوا کسی کو دیکھا ہی نہیں

حکمت دقیقہ

اور یہاں ایک دقیق حکمت ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اسے ظاہر کریں تاکہ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر دلیل لی جا سکے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اپنی قدرت کے ساتھ عورت کے پانی کو مرد کے پانی کے ساتھ جمع فرما دیتا ہے۔ پس یہ چالیس دن تک عورت کی نسوں میں رہتا ہے۔ پھر چالیس دن کے بعد خون کی شکل میں رحم میں جمع ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دیتا ہے جو کہ اپنی انگلیوں کے درمیان اس جگہ کی مٹی لیتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارادہ کہ اس مخلوق کی تربت

یہاں ہو گی۔ پس فرشتہ وہ مٹی اس خون میں گوندھتا ہے جو کہ رحم میں جمع ہے۔ پھر پیدا ہونے تک اس کے احوال بدلتے رہتے ہیں پس شارع علیہ السلام کی نص کے مطابق اسکی تصویر بنائی جاتی ہے۔ جبکہ زمینیں مختلف ہیں۔ ان میں نرم اور سخت ہیں۔ کسی میں کھیتی اگتی ہے کسی میں نہیں اگتی۔ اور جو اگتا ہے کچھ تو اسی وقت کھایا جاتا ہے۔ اور کچھ کا کھانا تاخیر سے ہوتا ہے اور یہ حسی طور پر موجود ہے۔ تو سرزمین حجاز میں ہم کھجور کو دیکھتے ہیں کہ زمین کے ساتھ ہے اور پھل اٹھائے ہوتی ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی نو عمری میں زوجیت سے مشرف فرمایا کیونکہ وہ حسی اور معنوی طور پر حجازی مٹی سے تخلیق یافتہ ہیں۔ تو کھجور کا پھل اور اسکی لذت آپ کی نو عمری اور حد تکلیف تک پہنچنے سے پہلے ہی ظاہر ہو گئی۔ تو بلوغ کے بعد کا اندازہ کر لو۔ اور اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا **خذوا عنها شطر دينكم**۔ ان سے اپنا نصف دین حاصل کرو۔

اور آپ کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **ان الذين جاء بالافك عصبته منكم لا تحسبوه شرا لكم بل هو خير لكم لكل امرء منهم ما اكتسب من الاثم والذى تولى كبره منهم له عذاب عظيم** (النور آیت ۹) بیشک جنہوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے وہ تم میں سے ایک گروہ ہے۔ تم اسے اپنے لئے برا خیال نہ کرو بلکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اس گروہ میں سے ہر شخص کے لئے اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا اور ان میں سے جس نے زیادہ حصہ لیا ہے اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔ حدیث پاک کے آخر تک۔ اس میں کئی وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ۔ اہل بدر کی عصمت بایں معنی نہیں تھی کہ وہ خلاف نہیں کرتے۔ یہ ان کے خلاف ہے جن کا یہ مذہب ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس قول کو جو کہ آپ نے اپنے پروردگار کی طرف سے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اے اہل بدر! تم جو چاہو کرو اس مفہوم پر محمول کیا جائے گا کہ وہ گناہوں میں گرنے سے محفوظ ہیں۔ اور اگر ارادہ کریں تو نہیں کر سکتے کیونکہ ان کی حفاظت کی جاتی ہے اور

ہمارے زیر بحث مسئلہ سے اس پر اعتراض واقع ہوتا ہے کیونکہ مسطح اہل بدر سے ہے۔ اور دیکھو وہ اس افک میں گر گیا۔ تو اس صورت میں اعملو ماشئتم صرف عموم پر رہ گیا خصوص پر نہیں۔ تو اس کا معنی یہ ہو گا یہ لوگ بخشے ہوئے ہیں جب تک کہ پسندیدہ حال پر ہیں اور اگر ان میں سے کوئی گناہوں میں گر جائے تو اس پر حد قائم کر کے یا توبہ جیسی کسی اور وجہ سے اس کے لئے بخشش کا سبب مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اور حدود سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے تو انہیں مغفرت شامل ہو جاتی ہے۔

دوسری وجہ۔ انسان کا اپنے لئے۔ اپنے اہل خانہ کے لئے اور اہل قرابت کے لئے تصرف کرنا خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا۔ وہ ان میں سے کسی کے اختیار کی طرف نہیں دیکھتا۔ کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بدلہ نہیں لیا جب کہ ان کے بارے میں کہا گیا جو کہا گیا۔ گرچہ آپ کی صاحبزادی تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں حکم نہیں فرمایا۔ پس آپ اصل کے ساتھ۔ وابستہ اور قائم رہے۔ اور قرآن کریم کی مذکورہ آیات کے نزول سے پہلے مسطح سے قطع تعلقی نہیں فرمائی۔ کیونکہ اس پر آپ کا احسان صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھا۔ تو اگر اس سے اسی وقت تعلقات منقطع کر لیتے تو اس میں نفس کا حصہ ہوتا اور اس کی مدد ہوتی۔ تو آپ نے اسے ترک کر دیا اور جیسے ہی قرآن پاک کی آیات کا نزول ہوا اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بدلہ لیا تو اس وقت معلوم ہوا کہ آپ نے حضرت عائشہ کی جو مدد کی وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے غیرت کے طور پر تھی نہ کہ اپنی صاحبزادی کے لئے۔ اور اسی مقصد کے لئے تھی جس کے ساتھ حضرت عائشہ کو اللہ تعالیٰ نے مخصوص فرمایا اور عزت بخشی نہ کہ ان کی ذات کے لئے۔ اور اسی لئے آپ نے اللہ تعالیٰ کے لئے غیرت کرتے ہوئے مسطح سے قطع تعلقی فرمائی گرچہ وہ آپ کے قرابت داروں میں سے تھا۔ تو چونکہ آپ کا اپنے اہل خانہ اور اہل قرابت میں تصرف اپنے پروردگار کی رضا کے مطابق ہے نہ کہ اپنے اہل خانہ اور اپنی مرضی کے مطابق تو اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے ہے اور اس نے آپ کی اور آپ کی اولاد کی اصلاح فرمائی

حتی کہ ان کی مدح میں آیات نازل فرمائیں اور انہیں تمام اعزازات سے نوازا۔

شکر کی حقیقت اور فضیلت

ہم اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف لوٹتے ہیں جو کہ اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حکایت کے طور پر فرمایا ان اشکر نعمتک التی انعمت علی (النمل آیت ۱۹) مجھے توفیق عطا فرما کہ تیری نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھ پر فرمائی۔ چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سید الاشراف ہیں آپ نے شکر طلب کیا جو کہ مقامات میں سب سے عظیم ہے اور لغت میں شکر کا معنی کشف و اظہار ہے کہا گیا ہے کہ کشر اور شکر کا معنی ہے جب شگاف آشکارا ہو جائے پس اسے ظاہر کر دے۔ تو اظہار شکر اسے زبان کے ساتھ واضح کرنا ہے اور وہ ذکر و ثنا کی کثرت۔ اور انعامات و نوازشات کی احسن طریقے سے اشاعت کرنا ہے اور یہ زبان کا شکر ہے۔ قوت القلوب میں ایسا ہی فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مایفعل اللّٰہ بعذابکم ان شکرتم و آمنتم و کان اللّٰہ شاکرا علیما (النساء آیت ۱۴۷) اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے سب کچھ جاننے والا ہے۔ پس شکر کو ایمان کے ساتھ ملایا اور دونوں کے پائے جانے پر عذاب اٹھا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ و سنجزی الشاکرین۔ (آل عمران آیت ۱۴۵) ہم شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے۔ اور ہمیں رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی طرف سے روایت کی گئی کہ شکر نصف ایمان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے شکر کا حکم دیا ہے اور اسے ذکر کے ساتھ ملایا۔ چنانچہ فرمایا فاذکرونی اذکرکم و اشکروا لی و لا تکفرون (البقرہ آیت ۱۵۲) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کو بڑا عظیم قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا و لذکراللّٰہ اکبر (العنکبوت آیت ۴۵) اور واقعی اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے پس شکر بھی اس کے قرین ہونے کی وجہ سے افضل ہو گیا۔ اور اپنے فرط کرم کی وجہ سے اپنے

بندوں کی طرف سے جزا کے طور پر شکر کے ساتھ راضی ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول **فاذ کرونی اذ کرکم واشکروا لی** بندوں کی طرف سے امر کی تحقیق اور شکر کی تعظیم کے لئے جزا کے لفظ کے ساتھ نکلا ہے کیونکہ فاء شرط و جزا کے لئے ہے۔ اور اس سے پہلے لایا گیا کاف تمثیل کے لئے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قول **فاذ کرونی** اللہ کے قول **کما ارسلنا فیکم رسولا** کے ساتھ متصل ہے۔ (البقرہ آیت ۱۵۱) یعنی جیسا کہ ہم نے تم میں رسول بھیجا۔ یعنی پس تم مجھے یاد کرو اور میرا شکر ادا کرو اور عرب مثل کے ذکر سے کاف پر کفایت کرتے ہیں جس طرح کہ سوف سے س پر کفایت کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول **سنونیھم** (النساء۔ آیت ۱۴۶) اور **سنستدرجھم** (الاعراف آیت ۱۸۳) اور یہ شکر کی وہ عظیم فضیلت ہے جسے علماء ربانیین ہی جانتے ہیں۔

اور ہمیں حضرت ایوب علیہ السلام کی خبروں میں یہ روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میں اپنے اولیاء سے مکافات کے طور پر شکر پر راضی ہوں۔ یہ ایک طویل کلام کا اقتباس ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول **لا قعدن لھم صراطک المستقیم** (الاعراف آیت ۱۶) میں ضرور ان کے لئے تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا کی تفسیری وجوہ میں سے ایک یہ ہے کہ سیدھی راہ سے مراد راہ شکر ہے۔ اگر شکر قریبی راستہ نہ ہوتا جو کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے تو دشمن اسے قطع کرنے کے لئے معروف عمل نہ ہوتا اور اگر شکر گذار انسان اللہ تعالیٰ رب العالمین کا محبوب نہ ہوتا تو یہ لعین اس آیت میں اس سے دشمنی کا اظہار نہ کرتا۔ **ولا تجد اکثرھم شاکرین** (الاعراف آیت ۱۷) اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہیں پائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **و قلیل من عبادی الشکور** (السبا آیت ۱۳) اور میرے بندوں میں شکر گذار تھوڑے ہیں۔

شکر میں قطعیت اور پانچ اشیاء میں استثناء

اور اللہ تعالیٰ نے شکر کے ساتھ نعمت کو زیادہ کرنا قطعیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور استثناء نہیں فرمائی۔ جبکہ دیگر پانچ چیزوں میں استثناء کا ذکر فرمایا ہے۔ غنی کرنے۔

دعا قبول فرمانے رزق دینے ۔ معاف کرنے اور توبہ قبول کرنے میں چنانچہ ارشاد فرمایا فسوف یغنیکم اللّٰہ من فضلہ ان شاء (التوبہ آیت ۲۸) تو تمہیں اگر اللہ تعالٰی چاہے گا تو اپنے فضل و کرم سے غنی کر دے گا ۔ نیز فرمایا فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء (الانعام آیت ۴۱) پس وہ تکلیف دور کر دے گا جس کے لئے تم نے پکارا تھا اگر وہ چاہے گا ۔ اور فرمایا واللّٰہ یرزق من یشاء بغیر حساب (البقرہ آیت ۲۱۲) اور اللہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے ۔ اور فرمایا یغفر لمن یشاء (الفتح آیت ۱۴) جسے چاہے بخش دیتا ہے ۔ اور فرمایا ثم یتوب اللّٰہ من بعد ذالک علی من یشاء (التوبہ آیت ۲۷) پھر اللہ تعالٰی جس سے چاہے توبہ قبول فرماتا ہے ۔ جبکہ شکر کے ساتھ استثناء کے بغیر زیادہ عطا کرنے کی مہر لگائی ہے چنانچہ فرمایا لئن شکر تم لازیدنکم (ابراہیم آیت ۷) اگر تم شکر ادا کرو تو میں مزید اضافہ کروں گا ۔ پس شکر اضافے پر مبنی ہے اور شکر گزار انتہائی اضافہ احسانات کے ساتھ مشرف ہوتا ہے اور یہ وہی ہے جو کہ قلیل و کثیر پر اس کا شکر کثرت سے کرتا ہے اور اسکی طرف سے شکر و ثناء کی تکرار رہتی ہے ۔

اور حضرت ایوب علیہ السلام کی مناجات میں مروی ہے اے ایوب ! آدمیوں میں سے میرے ہر بندے کے ساتھ دو فرشتے ہیں ۔ جب وہ میری نعمتوں پر میرا شکر کرتا ہے تو وہ دونوں عرض کرتے ہیں : یا اللہ ! اسکی نعمتوں پر نعمتوں کا مزید اضافہ فرمایا کیونکہ تو ہی شکر و حمد کے لائق ہے ۔ پس تو شکر گذاروں کو قرب عطا فرما ۔ اور انہیں نعمتوں اور شکر میں زیادہ فرما ۔ اے ایوب ! شکر کرنے والوں کی سربلندی کے لئے یہی کافی کہ میری بارگاہ میں اور میرے فرشتوں کے ہاں انہیں مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے میں ان کے شکر کی قدر کرتا ہوں ۔ میرے فرشتے ان کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور قطعات زمین اور نشانات ان کی یاد میں روتے ہیں ۔ تو اے ایوب ! میرا شکر گذار اور میرے انعامات کو یاد کرنے والا ہو جا کیونکہ تو مجھے یاد نہیں کرتا حتی کہ میں تجھے یاد کرتا ہوں اور تو میرا شکر ادا نہیں کرتا حتی کہ میں تیری قدر شناسی کرتا ہوں ۔ میں ہی اپنے اولیاء کو اچھے اعمال کی توفیق دیتا ہوں ۔ اور اپنی توفیق پر انہیں شکر کا القاء کرتا ہوں اور میں ان سے شکر کا تقاضا کرتا ہوں اور اس پر

صلہ کے طور پر اس سے راضی ہو جاتا ہوں ۔ کثیر پر قلیل شکر سے راضی ہو جاتا ہوں ۔ قلیل کو قبول کر کے اس پر اجر جزیل عطا کرتا ہوں ۔ اور میرے ہاں بندوں میں سے وہ بہت برا ہے جو صرف اپنی ضرورت کے وقت میرا شکر ادا کرتا ہے ۔ اور میرے دربار میں صرف اپنی مشکل کے وقت زاری کرتا ہے ۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو ۔ ایک بندہ خدا کو یقین کے سوا عافیت سے افضل کوئی نعمت عطا نہیں کی گئی ۔ کیونکہ عافیت کے ساتھ دنیا کی نعمتیں پوری ہو جاتی ہیں جبکہ یقین کے ساتھ آخرت کی نعمتیں ملتی ہیں ۔ اور یقین کو عافیت پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح دوام کو فارغ ہونے پر حاصل ہے ۔ عافیت جسموں کی تکالیف اور بیماریوں سے سلامتی کا نام ہے جبکہ یقین کجی اور خواہشات سے سلامتی ہے ۔ پس یہ دونوں نعمتیں بندے سے تمام شکر کو گھیر لیتی ہیں اس لئے کہ یہ قلب و جسم کو گھیر لیتا ہے اور خبر میں وارد ہے کہ جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کا بدن عافیت کے ساتھ ۔ اس کا راستہ پرامن اور اسکے ہاں دن بھر کی روزی ہے تو اس کے پاس دنیا اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ آ گئی ۔ اور بعض نے شعر کہا ہے کہ

جب تیرے پاس روزی ۔ صحت اور سلامتی حاضر ہے اور پھر تو غم کی حالت میں صبح کرے تو تجھ سے غم جدا نہ ہو ایک اور صاحب کہتے ہیں: گھر ۔ روٹی کا ٹکڑا ۔ پانی کا پیالہ اور سلامتی اس زندگی کی لذت سے زیادہ لذیذ ہے جسے قید اور جیل نے گھیر رکھا ہو ۔

مجھے بیان کیا گیا کہ ایک شخص نے اہل مدینہ سے اپنے فقر کا شکوہ کیا اور اس پر غم کا اظہار کیا ۔ ایک صاحب کہنے لگے کیا یہ بات تجھے خوش کرتی ہے کہ تو اندھا ہو اور تیرے پاس دس ہزار درہم ہوں ؟ بولا ہرگز نہیں ۔ کہا کیا تجھے اچھا لگتا ہے کہ تیرے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں اور تیرے پاس دس ہزار درہم ہوں ؟ کہنے لگا: بالکل نہیں ۔ کہا کیا تجھے پسند ہے کہ تو گونگا ہوا اور تیرے پاس دس ہزار درہم ہوں ؟ کہنے لگا: نہیں ۔ پوچھا کیا تو چاہتا کہ مجنون ہو اور تیرے پاس دس ہزار درہم ہوں ۔ کہا: نہیں ۔ فرمایا تجھے شرم نہیں آتی کہ اپنے پروردگار کا شکوہ کرتا ہے حالانکہ تیرے پاس اس کا پچاس ہزار کا

سامان موجود ہے۔ قوت القلوب کے اقتباس کا خلاصہ ختم ہوا

تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں طلب کیں۔ شکر نعمت۔ عمل صالح اور اپنی اولاد کی اصلاح جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مطلوبات میں دعا قبول فرمائی۔ پس آپ نے پوری ذمہ داری سے شکر کیا۔ اور اعمال صالحہ کو خوب اپنایا۔ ایک اور چیز باقی رہ گئی۔ اور وہ یہ کہ شکر کی تعریف ہے بندے کا کان۔ آنکھ وغیرہ تمام انعامات خداوندی کو اس مقصد میں صرف کرنا جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہمارے شیخ علامہ عبد المعطی الضریر المالکی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے شکر کی حالت جس پر بندہ قائم رہے مکمل نماز کی حالت ہے کیونکہ وہ اس میں اپنے تمام باطنی اور ظاہری حواس کو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں صرف کرتا ہے۔ انتہی

پس اعمال شکر میں داخل ہیں۔ اور واؤ کے ساتھ عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے قول اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی کے بعد و ان اعمل صالحا ترضاہ کا قول فائدہ دیتا ہے کہ شکر سے مراد لغوی شکر ہے جو کہ ایسا کشف ہے جو کہ زبان کے ساتھ خاص ہے۔ اور عمل اسکے علاوہ ہے۔

ناصر لقانی نے فرمایا: شکر ایسا فعل ہے جو کہ انعام فرمانے والے کی تعظیم کی خبر دیتا ہے اس وجہ سے کہ وہ حمد کرنے والے اور اسکے علاوہ دوسروں پر انعام فرمانے والا ہے۔

شرح المطالع میں فرمایا: حمد و شکر کی ماہیت کی تحقیق یہ ہے کہ حمد قائل کے الحمد للہ کہنے سے عبارت نہیں بلکہ وہ ایسا فعل ہے جو کہ منعم کی منعم ہونے کی وجہ سے تعظیم کی خبر دیتا ہے۔ اور یہ فعل یا تو قلب کا فعل ہے یعنی اسکے صفات کمال و جلال سے متصف ہونے کا عقیدہ رکھنا۔ یا زبان کا فعل ہے یعنی اس کا ذکر جو کہ اس پر دلالت کرے۔ یا اعضاء کا فعل ہے اور وہ ایسے افعال کو اپناتا ہے جو کہ اس پر دلالت کرتے ہوں۔

اور اسی طرح شکر' قائل کا یہ کہنا نہیں کہ اللہ کا شکر ہے بلکہ وہ بندے کا کان۔ آنکھ وغیرہ تمام انعامات خداوندی کو اس مقصد کے لئے صرف کرنا ہے۔ جس کے لئے پیدا کئے گئے اور اسے عطا کئے گئے۔ جیسے اس کا اپنی نگاہ کو اسکی مصنوعات کے مطالعہ میں

صرف کرنا۔ اور کان کو اس چیز کے حصول کی طرف لگا دینا جو اسکی خوشنودی کا پتہ دے اور اسکی منہیات سے پرہیز کرنا۔ اور اس بناء پر شکر کی نسبت حمد مطلقاً عام ہے کیونکہ وہ اس نعمت کو عام ہے جو کچھ حمد کرنے والے تک اور اسکے علاوہ دوسروں تک پہنچی ہے اور شکر صرف اسی نعمت کے ساتھ خاص ہے کہ صرف شکر گذار تک پہنچتی ہے۔ انتہی۔

سید نے فرمایا: یہ اس لئے کہ حمد عرفی کی تعریف میں مذکور منعم مطلق ہے اس کے ساتھ اس کے حمد کرنے والے یا اس کے غیر پر منعم ہونے کی قید نہیں لگائی گئی پس وہ دونوں کو شامل ہے بخلاف شکر کے۔ کہ اس میں منعم مخصوص کا اعتبار کیا گیا ہے جو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے اور اسکی نعمت اسکی طرف سے اس کے شکر گذار بندے تک پہنچتی ہے۔ لیکن شکر کے مقابلے میں حمد عام ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف قلب کا یا صرف زبان کا فعل مثلاً کبھی حمد ہوتا ہے اور شکر بالکل نہیں ہوتا کیونکہ اس میں آلات کے شامل ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ان معنوں میں شکر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ساتھ متعلق نہیں ہوتا بخلاف حمد کے۔ پھر فرمایا: کہ شکر کی وہ تفسیر جو ہم نے ذکر کی ہے کہ نعمت فلاں صورت میں صرف کی جائے یہ اصول کی بعض کتابوں میں ہے۔ کہا گیا ہے کہ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول وارد ہے **وقلیل من عبادی الشکور**۔ انتہی۔

پس مقامات گرچہ بلندی اور قدر کے اعتبار سے کم و پیش ہیں ان میں سب سے قیمتی اور اعلیٰ مقام شکر ہے۔ کیونکہ شکر کرنے والا خوشی اور غم میں راضی رہتا ہے۔ کیا تو دیکھتا نہیں کہ مصیبت کبریٰ اور حادثہ عظمٰی کے باوجود سلطان المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے وصال مبارک کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دینے کے بعد باہر نکلے اور فرما رہے تھے کہ آپ رسول ہی تو ہیں جنہوں نے اپنی رسالت کو پورے طور پر ادا کیا۔ اور یہ آپ نے دست قدرت سے ظاہر ہونے والے ہر امر پر راضی ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا۔ کیونکہ اگر راضی نہ ہوتے تو شکر ادا نہ کرتے۔ پس آپ ہر امت کے شکر گذاروں کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ

نے آپ کی دعاء شکر کی قبولیت آپ کے لئے ثابت فرما دی ۔ رہی اعمال صالحہ کے بارے میں آپ کی دعا تو آپ کو ہر عمل اخروی میں سبقت حاصل ہے اور آپ ہر امت میں سے ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ اپنانے والوں کے سردار ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ دعا کی قبولیت ثابت فرما دی ۔ رہی آپ کی اولاد میں اصلاح تو اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نازل ہونے تک ان میں سے سردار مقرر فرمایا جو کہ روئے زمین میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ سے بڑا نہیں پاتا گے جو کہ آپ کی مجلس کا شرف حاصل کر سکے پس اسکے سجادہ پر بیٹھے گے ۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اس کی مدد اور حسن توفیق سے یہ کتاب اپنے مولف ابراہیم بن عامر بن علی العبیدی المالکی کے ہاتھوں ۱۰۶۴ ھ میں ماہ ربیع الاول شریف میں جمعۃ المبارک کے دن غروب آفتاب کے وقت آخری لمحوں میں مکمل ہوئی ۔

اے وہ ذات پاک ! جس نے سینوں کو اپنی معرفت کے ساتھ کھولا ۔ محبین کی زبانوں کو اپنی محبت کی روشنی سے گویا فرمایا ۔ پس انہوں نے تیرے عرفان کے اشاروں کی صراحت فرمائی ۔ تیری برہان کی قوت کے ساتھ گہرے علوم کی وضاحت فرمائی ۔ تیری احادیث سے مانوس ہوئے تیرے ماسوی سے دور بھاگے اور تیری واحدیت کے مختلفات کو غور و فکر کے ساتھ جمع کیا ۔ تو نے ان کے لئے راستے کے نشان واضح فرمائے پس وہ واصل ہوئے ۔ انہیں اپنے ساتھ اپنے ہاں جمع فرمایا پس انہیں مقاصد حاصل ہوئے ۔ تو نے انہیں راہ ہدایت کا شعور بخشا پس وہ ہدایت یافتہ ہوئے ۔ تو نے انہیں علم مشافہہ عطا فرمایا تو انہوں نے تجھ سے روایت کی ۔ اور تیری طرف منسوب ہوئے ۔ تو ذاکرین سے پہلے ذکر کرنے والا ہے تو عبادت گذاروں کی توجہ سے پیشتر احسان کی ابتداء فرمانے والا ہے ۔ تیری ذات کی معرفت سے عقلیں حیرت زدہ ہیں ۔ تیری عجیب صفات سے افکار قاصر ہیں ۔ تیرے باب کرم پر سائل کھڑے ہیں ۔ تیرے جمال کے مشاہدہ سے عارفین نے تازگی پائی ۔ تیرے فضل کے فیض پر کوتاہی کرنے والوں نے اعتماد کیا اور تیری وسعت رحمت کی طرف طالبین نے رغبت کی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی معرفت کی لذت ۔

اپنی مناجات کی حلاوت ۔ اپنے مخفی اسرار ۔ اپنے غلبے کی قوت ۔ اپنی بے پناہ نعمتیں ۔ اپنی شان کی عظمت ۔ اپنے اقتدار کی بزرگی ۔ اپنی برہان کے دلائل ۔ اپنے بے شمار احسانات ۔ اپنے اولیاء کے مقامات ۔ اپنے جمال کی چمک اور اپنے مقام کمال سے وہ کچھ عطا فرما جو مجھے تجھ تک پہنچا دے ۔ تیرے فضل کے ساتھ مجھے تجھ پر دلالت کرے پس میں تجھ سے مسرور رہوں اور تجھ پر دلالت کرنے والا ۔ تیرا مشاہدہ کرنے والا ۔ تجھ سے محبت کرنے والا ۔ تجھ سے عزت پانے والا ۔ تجھ سے لینے والا تیرے جمال کا مشاہدہ کرنے والا ۔ تیرے سمندر میں اترنے والا ۔ تیرے امر کے ساتھ امر کرنے والا ۔ تیری نہی کے ساتھ نہی کرنے والا ۔ تیری قوت کے ساتھ قوی ۔ تیرے قہر کے ساتھ قاہر ۔ تیری عظمت کے ساتھ عظیم اور تیرے حلم کے ساتھ حلیم ہو جاؤں ۔

اور میں تیری صفات کی بقاء کے ساتھ اپنی صفات کو فنا کر دوں ۔ اور مجھے اپنی نوازشات کے سمندر میں غوطہ زن فرما کر تو میرے کان ۔ میری آنکھ اور میرے ہاتھ پاؤں ہو جائے ۔ میں تجھی سے سنوں ۔ تیری ہی طرف دیکھوں ۔ تیرے ہی ساتھ پکڑوں ۔ تیری خدمت کے لئے ہی دوڑوں ۔ مجھے اپنی نجات کے سفینے میں سوار فرما ۔ مجھے اپنے اولیاء سے صدیقین کی محبت عطا فرما ۔ الہٰی مجھے اپنے فضل کے لئے رہنمائی فرما ۔ پس مجھے قبولیت سے محروم نہ فرما ۔ میں تیری پناہ کے سامنے اپنی کوتاہی اور کمی کا اعتراف کرتا ہوں ۔ مجھے اپنی طرف توجہ عطا فرما ۔

الہٰی! اگر مجھے تو دھتکار دے تو میرا کیا حیلہ ؟ الہٰی ! اگر مجھے تو دور فرما دے تو میں کیا کر سکوں گا ؟ الہٰی ! اگر تو مجھے عذاب دے ۔ تو یہ تیرا عدل ہے اور مجھ پر تیری حجت قائم ہے ۔ اور اگر مجھے معاف فرمائے تو تیرا فضل ہے اور میرے نزدیک تیری نعمتوں کا شمار نہیں ۔ میری کمزوری کے لئے تو نے اپنی قوت کا ذخیرہ رکھا ہے ۔ میری ذلت کے لئے تو نے اپنی عزت کا ذخیرہ رکھا ہے میرے فقر کے لئے تو نے اپنے غنی ہونے کا ذخیرہ رکھا ہے ۔ میری عاجزی کے لئے تو نے اپنی قدرت کا ذخیرہ رکھا ہے ۔ اے قوی ! کمزور کے لئے تیرے سوا کون ہے ؟ اے قادر ! عاجز کے لئے تیرے سوا کون ہے ؟ اے عزت والے ! ذلیل کے

لئے تیرے سوا کون ہے ؟ اے غنی! فقیر کے لئے تیرے سوا کون ہے ؟

الٰہی ! میں نے تیرا دروازہ کھٹکھٹایا ہے مجھے نامراد نہ لوٹا۔ الٰہی ! میں نے تیرے احسان کی طمع کی ہے مجھے محروم نہ فرما الٰہی ! میں نے تیری رسی کو تھاما ہے مجھے جدا نہ فرما۔ الٰہی ! اپنے دربار کے سوا مجھے کسی کا محتاج نہ فرما۔ الٰہی ! مجھے عرفان کے مظاہر میں ظاہر فرما۔ الٰہی ! مجھے مقام احسان میں ٹھہرا پس میں الاباد تک تیری پناہ میں اور تیرے مرتبہ کے سایہ کی وسعتوں میں رہوں یہ دعا تیرے صدیق اکبر کے اور سلطان المرسلین سیدنا و مولانا حضرت محمد سید الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و علی سائر اخوانہ من النبیین و المرسلین و آل کل الصحابہ اجمعین کے توسل سے کر رہا ہوں۔ مرسلین پر سلام ہوں اور تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو کہ سب جہانوں کا پروردگار ہے

حضرت مولف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس رات میں نے یہ کتاب ختم کی میرے ساتھ اتفاق گذرا کہ میں نے اس کی سحری کے وقت خواب دیکھا کہ حضرت شیخ محمد ابن ابو الحسن البکری کی اولاد رضی اللہ عنھم اور شیخ زین العابدین ابن الشیخ محمد کی اولاد سب کے سب میرے پاس ہیں۔ اور ایک بہت بڑا جال دیکھا۔ جس کی تہ میں رنگ دار سنگ مرمر ہے جس کے ارد گرد نارنگی کے پانچ سر سبز درخت ہیں۔ جو میں نے لگائے ہیں پس وہ خوب سر سبز ہو گئے اور وہ جال شیخ ابو المواھب بن سیدی محمد البکری الکبیر رضی اللہ عنھما کا ہے اور میں اس درخت کی نفاست سے انتہائی خوش ہوں جسے میں نے حضرت ابو المواھب کے جال میں لگایا ہے۔ پھر ہمارے الشیخ محمد زین العابدین (اللہ تعالیٰ انہیں حاسدین کی نظروں سے محفوظ رکھے) نے اس درخت کا نظارا کرنے کے لئے کھڑے ہونے کے لئے حرکت کی۔ تو آپ کے کھڑے ہونے کی وجہ سے تمام خانوادہ بکریہ حرکت میں آ گیا۔ اور ان کا بے پناہ ہجوم ہے اس میں سے کسی کو پہچانتا ہوں اور کسی کو نہیں پہچانتا۔ پس سب کے سب ایک اونچے مکان سے جھانکنے لگے اور وہ اس جال اور درخت کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں وہ بہت پسند آیا۔ جب میں بیدار ہوا تو معلوم ہوا کہ اس تالیف کو شہرت ملے گی اور لوگ اس سے بہت نفع پائیں گے۔ تو میں نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ اور وہاں جو

کچھ ہے اسکی توفیق مانگی ۔ پھر جسے بھی اس کی واقفیت نصیب ہوئی اور اسے دو میں سے ایک نعمت نہ ملی یا تو آل ابی بکر رضی اللہ عنہ کی محبت ۔ یا ان کے مرتبہ کو تسلیم کرنا تو وہ مردہ ہے گرچہ زندوں میں شمار ہو ۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے قلب پر طابع کے ساتھ مہر کردیتا ہے ۔ کیونکہ حدیث کے مطابق طابع آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہے ۔ اور بندہ نافرمانی کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ گناہ اس کے قلب کو گھیر لیتے ہیں ۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ طابع یعنی مہر پکڑ کر اس کے قلب پر مہر لگا دے تو اب اس کے ہوتے ہوئے نصیحتیں کبھی فائدہ نہیں دیتیں ۔ ۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا **وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لایومنون** (یونس آیت ۱۰۱) اور آیات اور ڈرانے والے اس قوم کو فائدہ نہیں پہنچاتے جو ایمان نہ لائے ۔

اور اس کتاب سے ہر مسلمان نفع لے سکتا ہے کیونکہ اس کے دلائل قطعی ہیں جن میں کوئی جھگڑا نہیں ۔ کتاب اللہ ۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور اجماع اہل سنت ۔ اور جو اس سے نفع حاصل نہ کرے تو سمجھ لے کہ وہ مردود اور ذلیل ہے ۔ اس کے دل پر مہر لگادی گئی ہے

لیکن میں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے حضور سوال کرتا ہوں کہ جسے بھی اس پر واقفیت حاصل ہو یا اسے یا اس میں سے کچھ حاصل کرنا چاہئے تو اسے نفع عطا فرمائے ۔ بیشک وہ سب کچھ کر سکتا ہے ۔ اور ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے **ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم**

۱۵ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ بروز بدھ قبل اذان عصر ۲۳ اپریل ۱۹۹۷ء

فہرست


علامہ الحاج ابوالحامد
محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی
مدیر اعلیٰ ماہنامہ ماہ طیبہ سیالکوٹ
کی محققانہ تصانیف
انوار المحمدیہ
گیارہویں شریف
ختم غوثیہ کا جواز
مدلل تقریریں
اہلسنت و جماعت کون ہیں؟
وہابی مذہب
ہاتھ پاؤں چومنے کا ثبوت
الوہابیت
خلفاء ثلاثہ اور اہلبیت کے تعلقات اور رشتہ داریاں
قصرِ وہابیت پر بم
وہابیت کا پوسٹ مارٹم
وہابیت و مرزائیت
فرقہ ناجیہ
وہابی توحید
مرزا قادیانی کی حقیقت
عقائد وہابیہ
مخالفین پاکستان
گستاخی کا انجام
سیرتِ غوث الثقلین
مدلل خطبات
تبلیغی جماعت سے اختلاف کیوں؟
فضائلِ صحابہ کبار
میلادِ مصطفیٰ
مشائخِ قادریہ
فقہ وہابیہ
نجد سے قادیان براستہ دیوبند
علماء اہلحدیث کے نام کھلا خط
عقائدِ صحابہ
حکایاتِ اولیاء
مستند حکایات
ناشر قادری کتب خانہ 90 سیٹھی پلازہ سیالکوٹ
فون: 591008